www.KitaboSunnat.com

خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق

ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق
صفحات	:	۲۵۶
سن طباعت	:	۲۰۱۳ء
قیمت	:	۱۸۰ روپئے

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱-ایف، بیسمنٹ، جوگا بائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸

جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

فون: 011-26981327

ای میل: ifapublication@gmail.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجلس ادارت

۱- مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی

۲- مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

۳- مولانا بدر الحسن قاسمی

۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

۵- مولانا عتیق احمد بستوی

۶- مفتی محمد عبید اللہ اسعدی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

پیش لفظ:	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۹

پہلا باب: تمہیدی امور

استقبالیہ کلمات:		
خطابات	جناب اقبال احمد انجینئر	۱۳
	جناب حافظ پیر شبیر احمد	۱۶
	جناب ملک محتشم	۱۹
	جناب حیدر محی الدین غوری	۲۳
کلیدی خطبہ:	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۲۵
تجاویز:		۳۴

دوسرا باب

خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق

اسلام کا مطلوب خاندان، قرآن وحدیث کی روشنی میں	ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی	۴۱
اسلام کا مطلوب خاندانی نظام	پروفیسر محسن عثمانی ندوی	۶۶
ازدواجی زندگی میں خواتین کے مسائل کے حل کے لئے فقہی تدابیر	قاضی عبد الجلیل قاسمی	۷۱
مشترکہ خاندانی نظام-فوائد اور نقصانات	مولانا سید احمد ومیض ندوی	۸۱
منفرد خاندان-فوائد اور مشکلات	ڈاکٹر عبد المعز نظامی	۹۹
خاندانی نظام پر تمدنی تبدیلیوں کا اثر	ڈاکٹر محمد شہاب الدین سہیلی	۱۰۵
خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق	محمد رحیم الدین انصاری	۱۱۱
تاخیر سے ہونے والی شادیاں اور نظام خاندان پر اس کے اثرات	ڈاکٹر مسعود علی خاں	۱۱۵
خاندانی نظام کی تشکیل میں ساس اور بہو کا کردار	مولانا محمد مصطفیٰ عبد القدوس ندوی	۱۲۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان کے مسلم سماج میں خواتین کے بنیادی حقوق	ڈاکٹر مفتی زاہد علی خاں	۱۳۴
ہندوستان میں مسلم خواتین کی تعلیمی صورت حال	جناب اقبال احمد انجینئر	۱۴۲
ہندوستان میں مسلم خواتین کی اقتصادی حالت	ڈاکٹر اوصاف احمد	۱۶۵
ہندوستان میں مسلم خواتین کی معاشی صورت حال	جناب ایچ عبدالرقیب	۱۷۵
خواتین کا استحصال-مغربی دنیا کے خصوصی حوالے سے	ڈاکٹر سید اسلام الدین مجاہد	۱۹۳
خواتین کا استحصال-مغربی دنیا کے خصوصی حوالے سے	سیدہ عقیلہ خاموشی	۲۰۴
زوجین کے مسائل اور ان کا شرعی حل	پروفیسر شاہد علی عباسی	۲۰۹
جہیز کی رسم	جناب ڈاکٹر عبدالوحید	۲۱۵

تیسرا باب: اختتامیہ

اختتامی کلمات:	مولانا عبیداللہ اسعدی	۲۲۷
تأثرات:	ڈاکر سید عبدالرشید	۲۲۸
	مولانا محمد حسام الدین ثانی جعفر	۲۳۱
	ڈاکٹر فخر الدین محمد	۲۳۴
	جناب کے ایم عارف الدین	۲۳۸
	ڈاکٹر اسماء زہرہ	۲۴۰
	محترمہ میمونہ سلطانہ	۲۴۲
	محترمہ سیدہ عقیلہ خاموشی	۲۴۵
صدارتی خطاب	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۲۴۷
کلمات تشکر	جناب اقبال انجینئر	۲۵۵

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ انسان کو سماج کی ضرورت ہے، اگر یہ بات درست ہے تو یہ بھی درست ہے کہ سماج میں تعلقات کے مختلف دائرے ہوتے ہیں، انسان کا سب سے قریبی تعلق جس دائرے سے ہوتا ہے، وہ ہے اس کا خاندان، یہ اس کے لئے حفاظت کا حصار بھی ہے اور اس کی تربیت کا پہلا مدرسہ بھی؛ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خاندان (قبائل وشعوب) کو اپنا ایک انعام قرار دیا ہے، خاندانی نظام کا استحکام جتنا مفید ہے، اس نظام کا بکھراؤ اسی قدر نقصان دہ ہے، مغربی سماج خاندان کی نعمت سے محروم ہوتا جارہا ہے اور اب یہی صورت حال مشرق کے دروازہ پر دستک دے رہی ہے، خود مسلمانوں کا معاشرہ بھی اس سے محفوظ نہیں ہے۔

اس پس منظر میں یہ بات ضروری ہوگئی ہے کہ علماء واہل دانش سر جوڑ کر اس صورت حال پر غور کریں اور صحیح طرز عمل کی رہنمائی کریں، موضوع کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اکیڈمی اب تک اس موضوع پر دو سمینار کرچکی ہے، ایک فکری پہلو سے، جو مورخہ ۲۷-۲۸/نومبر ۲۰۱۰ء کو المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد کے اشتراک سے حیدرآباد میں منعقد ہوا، دوسرا فقہی نقطہ نظر سے، اس کے لئے اکیڈمی کے بیسویں سمینار منعقدہ رام پور میں اسی موضوع کو شامل رکھا گیا، مضامین کا پیش نظر مجموعہ حیدرآباد والے سمینار کے مقالات، خطابات اور تأثرات پر مشتمل ہے، جس کو عزیزی صفدر زبیر ندوی (رفیق شعبہ علمی اکیڈمی) نے مرتب کیا ہے اور بڑی محنت سے ان لوگوں کے خیالات کو بھی لوح قرطاس پر منتقل کیا ہے، جنہوں نے اپنی بات زبانی کہی تھی؛ حالانکہ یہ ایک دشوار کام ہوتا ہے، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے، اور یہ مجموعہ مسئلہ کی نوعیت کو سمجھنے اور شریعت کے مزاج ومذاق سے آگہی حاصل کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہو۔

۲۴/ربیع الاول ۱۴۳۳ھ — خالد سیف اللہ رحمانی

۱۴/فروری ۲۰۱۲ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا باب

تمہیدی امور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استقبالیہ کلمات

جناب اقبال احمد انجینئر صاحب☆

علماء کرام، حاضرین مجلس، میری مائیں اور بہنیں! جس عنوان کے تحت ہم جمع ہیں وہ دو حصوں میں تقسیم ہے: ایک ہے ''خاندانی نظام'' اور دوسرا ''خواتین کے حقوق''۔ خاندانی نظام کی اہمیت کا اندازہ ابھی آپ نے تلاوت قرآن مجید میں سنا، اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے حصہ کی بنیاد تقوی پر رکھی ہے اور جسے ایک نیک اور فعال احساس کی طرح شروع کرنے کا حکم دیا اور سب کو یہ بتلایا کہ تم آدم کی اولاد ہو، تم ایک ہی خاندان کے فرد ہو، تمہارا سلسلہ ایک ہی انسان سے شروع ہوا تھا اور اس کے بعد ان کی ایک زوج بنی اور ان ہی سے ساری دنیا میں مرد اور عورت کو پھیلایا، بحیثیت مجموعی تم ایک ہی خاندان کے فرد ہو، رنگ ونسل کا کوئی بھید بھاؤ نہیں، تمہیں تقسیم نہیں کیا جاسکتا، نہ طبقات میں تمہیں بانٹا جاسکتا ہے، اور یہی بات کہی گئی کہ مرد اور عورت کا یہ اہم رشتہ ہے اور اسی سے سارے رشتے شروع ہوتے ہیں۔ جب اس کی بنیاد صحیح ہو تو سارے رشتے صحیح، اسی سے ماں بنتی ہے، اسی سے باپ بنتا ہے، اسی سے بیٹے بنتے ہیں اور اسی سے پھوپھی بنتی ہے، جتنے رشتے دنیا میں نظر آئیں گے یہ رشتے اسی سے شروع ہوتے ہیں اور یہ رشتے دینا بھی اللہ کی بڑی مہربانی ہے کہ وہ تمہارے درمیان رشتے دیتا ہے کہ تم اپنے حقوق کو پہچانو، یہ خاندانی نظام جس کی بنیاد پر معاشرہ وجود میں آتا ہے اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ہم پر ہے، اسی لیے کہا گیا ہے کہ ''قوا أنفسكم وأهليكم ناراً''(سورہ تحریم:٦) (اپنے آپ کو اپنے اہل وعیال کو

☆ حیدرآباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوزخ کی آگ سے بچاؤ)، اس خاندانی نظام کی بنیاد مرد وعورت کا وہ اہم رشتہ ہے جسے زوج کہا جاتا ہے، حق زوجیت یا زوج کے درمیان گمراہی پیدا کرنا، ایک دوسرے کا حصہ سمجھنے کے بجائے ایک دوسرے کے مخالف حصہ دار بن جانا، اس قسم کی تحریک جو مغرب نے چلائی کہ عورت نفس ہے اور مرد ایک نفس دونوں علیحدہ علیحدہ نفس ہیں، دونوں کی علیحدہ علیحدہ پہچان ہے، ایک مرد کو جس قسم کا ماحول دیا جاتا ہے اگر اسی قسم کا ماحول عورت کو دیا جائے تو عورت بھی وہی کارنامے کرسکتی ہے جو مرد کرتا ہے، آزادئ نسواں کا نعرہ جو بڑی مشکل سے آنحضرت ﷺ کی بعثت سے چند سال پہلے شروع ہوا، اور اس وقت جو یہ نعرہ دیا جارہا ہے وہ چودہ سو سال پہلے اسلام دے چکا ہے، اور جہاں تک یورپ کی بات ہے تو چند سال پہلے تک یورپ میں یہ بات زیر بحث تھی کہ عورت کے جسم میں کس کی روح ہے؟ کیا اس کے اندر روح جانور کی ہے یا انسان کی، اس پر بحث ہوتی رہی، بڑی مشکل سے، عورت کی آزادی کا نعرہ دیا گیا، اور یہ نعرہ جو مغرب کی طرف سے ہے وہ عین مخالف ہے اس خاندانی نظام کے جو قرآن مجید میں ہے۔

عورت کو متأثر کرنے کے لیے مسلمانوں کو نشانہ اسی لیے بنایا گیا ہے کہ مسلمانوں میں جو خاندانی نظام ہے ختم ہوجائے تو مسلمانوں کی شریعت کو ختم کرنا بڑا آسان ہے، عورت اگر باہر آجائے اور بے پردہ ہوجائے تو اس کے بعد خاندانی نظام کو ختم کرنا بڑا آسان ہے، اسی لیے عورت کے حقوق پر بھی بات ہوتی ہے کہ عورت کو جو پردہ کرایا جارہا ہے عورت کی جو ذمہ داریاں بتائی جارہی ہیں، اور اس طرح سے بتائی جارہی ہیں کہ عورت قیدی ہے اور مغرب کی جو بہنیں ہیں وہ بڑی پریشان ہیں مشرق کی ان بہنوں سے جو پردہ کرتی ہیں، ان کی فکر یہ ہے کہ مشرقی بہنوں کو آزادی دلائی جائے..... یہ تحریک بڑے زور وشور سے چل رہی ہے، ہمیشہ یہی کہا جاتا ہے کہ مسلمان عورتیں مسلسل قید میں ہیں مقید ہیں ان کو آزاد کرانا یہ بڑی ذمہ داری ہے مغرب کے ان لوگوں کی جو اس فکر کو رکھتے ہیں۔ اسی بنیاد پر یہ دو اہم مسئلے ہیں جنہیں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے آج کے موجودہ دور کے تناظر میں بحث کے لیے رکھے ہیں، اس پر علماء کرام آئیں گے، مختلف انداز سے اس پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انشاء اللہ بات ہوگی اور آپ اس پر غور وفکر کیجئے، اور آنے والے جو پروگرام ہیں، ان میں حصہ لیجئے، اور اللہ نے چاہا تو کوئی ایسا نتیجہ ضرور نکلے گا جس کی بنیاد پر ہم یہ کہنے کے موقف میں ہوں گے کہ ہم نے یہ پیغام نہ صرف یہاں سے شروع کیا، بلکہ اس کو سارے ہندوستان میں بھی پھیلایا، اور ہماری کوشش ہو کہ ساری دنیا میں ہم اس پیغام کو پھیلانے کا باعث بن جائیں۔ یہ چند افتتاحی کلمات میں آپ کے سامنے عرض کر رہا ہوں، اور میں یہ کہتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں کہ اس عنوان کی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کو بڑی دلچسپی سے سنا جائے، پوائنٹس نوٹ کیے جائیں، اس کے تعلق سے مختلف سوالات کیے جائیں، کیونکہ پہلے ہم مطمئن ہو جائیں کہ ہمارا جو اسلامی نظام ہے وہ بالکل ہی مکمل ہے، اور خالی یہ کہنا کہ مکمل ہے، بات نہیں بنے گی، ثابت کرنا پڑے گا دلیل کی بنیاد پر، دنیا کے سامنے ثابت کرنا پڑے گا کہ یہ اسلام کا پیغام مکمل ہے، میں یہ کہتے ہوئے آپ سے رخصت ہوتا ہوں، **وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔**

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطاب

خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق

جناب حافظ پیر شبیر احمد صاحب ☆

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

ڈائز پر تشریف فرما اکابرین ملت، محترم حضرات اور خواتین! میں سب سے پہلے حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انھوں نے اس موضوع پر، یعنی ''خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق'' کے موضوع پر سمینار منعقد کیا، حضرت مولانا ہمیشہ کسی نہ کسی مسئلہ پر سمینار یا اجلاس منعقد کرتے رہتے ہیں اور خصوصاً ان موضوعات پر لکھی جانے والی کتابیں بھی حضرت کا بہت بڑا کارنامہ ہے، خاندانی نظام کی اہمیت اور افادیت پر کسی شخص کی طرف سے انکار نہیں کیا جاسکتا، لوگوں کے آپس میں مل جل کر رہنے میں دینی فائدے کے علاوہ دنیاوی فائدے بھی ہیں، ایک مسلمان کے ذمہ صرف اپنی ذات کی اصلاح نہیں، بلکہ اپنی اولاد اور گھر والوں کی دینی تربیت بھی اس کے فرائض میں داخل ہے، خاندانی نظام کے تعلق سے میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں، یہ نظام آج کا نہیں بلکہ چودہ سو اچودہ سو سال پہلے حضور اقدس ﷺ نے ہمیں ایک شریعت کی شکل میں عطا فرمایا تھا، اگر اس شریعت پر ہم عمل کرلیں تو ہمارے خاندان کے جتنے نظام ہیں وہ صحیح طریقہ پر چل سکتے ہیں، یعنی ہمیں ایک راستہ بتایا تھا اس راستہ پر چلنے سے وہ سارے مسائل حل ہوسکتے ہیں، لیکن ہم اس راستہ کو چھوڑ کر اغیار کے راستہ پر اور اپنے بنائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں، جسکی وجہ سے ہمیں جو تکالیف اٹھانی پڑ رہی ہیں وہ ہمارے اور آپ کے

☆ صدر جمعیۃ علماء آندھرا پردیش

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے ہیں۔

آج کے یہ علماء کرام اور مفتیان کرام جو خدمات انجام دے رہے ہیں، اور جو کتابیں یہ لوگ لکھ رہے ہیں اس موجودہ زمانے میں کہ ہمیں کس طرح چلنا چاہئے، یہ کچھ ہٹ کر نہیں کہہ رہے ہیں، قرآن وحدیث سے ہٹ کر نہیں کہہ رہے ہیں، بلکہ اسی قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ اپنے کچھ فیصلے آج کل کے ماحول کے حساب سے کر رہے ہیں ان پر ہمیں چلنا چاہئے، آج ہماری یہ حالت ہوگئی کہ اغیار کے جو بھی فیصلے ہمارے سامنے آتے ہیں ہم فوراً ان کو قبول کر لیتے ہیں۔ اور ہمارے اکابرین جو رات ودن محنت کر کے جو خدمات انجام دے رہے ہیں ان کی طرف ہماری نظریں نہیں ہوتی ہیں، سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ہمیں ان اکابرین کے تعلق سے پہلے یہ سوچنا چاہئے کہ یہ کتنی بڑی خدمات انجام دے رہے ہیں، لیکن حالت کیا ہے آج؟ آج میں معافی چاہتے ہوئے یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم صرف کتابیں پڑھ لیتے ہیں، دینی کتاب یا قرآن وحدیث اور ان سے ہم خود فیصلہ کر لیتے ہیں۔

حضرات! اگر اسی طرح سے ہم یہ فیصلے کرنا شروع کر دیں تو کیا ہم صحیح راستہ پر چل سکتے ہیں؟ ایک دنیاوی مثال میں دینا چاہتا ہوں کہ ایک ڈاکٹر ہے ایک انجینئر ہے یا آئی اے ایس ہے یا کسی عصری تعلیم گاہ میں وہ تعلیم حاصل کرتا ہے، چاہے پانچ سال ہو چاہے دس سال ہو، جب فارغ ہو کر وہ ڈگری لیتا ہے تو کیا فوراً ایک ڈاکٹر کو آپریشن کرنے کی اجازت دی جاتی ہے؟ نہیں جب تک کہ وہ اپنے سینیر کے پاس جا کر پریکٹس نہ کر لے، کسی ماہر کے پاس جا کر پریکٹس نہ کر لے، اس وقت تک وہ ماہر نہیں کہلائے گا، اسی طرح علم دین ہے، یا جو بھی ہے ہم تو پڑھ لیتے ہیں جب تک ان اکابرین کی صحبت میں رہ کر ان اکابرین سے اگر فیض حاصل نہیں کریں گے تو ہمیں وہ چیزیں حاصل نہیں ہوسکتیں، اگر خود ہم فیصلہ کر لیں تو وہ الگ بات ہے، ہوسکتا ہے کہ ہم غلط راستے پر چلے جائیں اور اسی طرح خواتین کے حقوق کے تعلق سے بھی حضرت مولانا نے جو خطبہ دیا ہے اس میں بھی اس کی صراحت موجود ہے۔ میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہماری بہنیں صرف اپنے حق کو پہچان لیں، شریعت نے جو حق ان کو دیا ہے اگر وہ پہچان لیں تو کسی چیز کے بارے میں ان کو بتلانے کی یا ان کو جگانے کی ضرورت نہیں ہے، صرف وہ شریعت کو جان لیں، اسلام نے ان کو کیا حق دیا ہے؟ اسلام نے ان کو کس طرح اپنے گھر میں رہ کر اور تمام چیزیں کرنے کو کہا ہے اگر وہ چیزیں کر لیں تو وہ سارے مسائل حل ہو جائیں گے، یہ دنیا میں اغیار کے طریقہ پر چلنے کی وجہ سے جو حالات ہمارے سامنے ہیں اور اس سے جو نقصانات ہو رہے ہیں، دین کی بدنامی ہو رہی ہے، اس کے بارے میں ہمیں سوچنا چاہئے، ان ہی چند الفاظ کے ساتھ رخصت ہوتا ہوں۔ **وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔**

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطاب

خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق

جناب ملک محتشم صاحب ☆

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم۔

آج یہ دو روزہ سمینار ''خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق'' پر جاری ہے اور اس کا افتتاحی سیشن جس میں ہم اور آپ شریک ہیں محترم صدر جناب پروفیسر محسن عثمانی ندوی صاحب، محترم جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب اور اسٹیج پر تشریف فرما ذمہ داران، علماء کرام، قائدین اس اجلاس میں شریک ارباب دانش مرد و خواتین حضرات، السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

''خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق'' اس موضوع پر یہ دو روزہ سمینار یہاں منعقد ہو رہا ہے، اہل ایمان کے لئے، مسلمانوں کے لئے ، خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کے نتیجہ میں کوئی بہت بڑا مسئلہ یا کوئی بہت بڑی مصیبت نہیں ہیں۔ یہ مصیبت اور پریشانی مغربی تہذیب کی وجہ سے ہے، یورپ اور خاص کر مغربی تہذیب نے خاندانی نظام کو تہس نہس اور درہم برہم کر دیا ہے، نہ صرف خاندانی نظام بلکہ عورت اور مرد کے جو تعلقات ہیں، عورت اور مرد کی سماج میں جو حیثیت ہے اس حیثیت کو متعین کرنے میں ہونے والی ناکامی نے پوری دنیا میں خاندانی نظام کو مصیبت اور پریشانی میں ڈھکیل دیا ہے اور اس کا خمیازہ پوری دنیا بھگت رہی ہے۔ ہمارے لیے یہ موضوع اس لیے اہمیت کا حامل ہے کہ ہم ایک داعی امت ہیں اور دنیا کے اقوام کی رہنمائی کرنے والی امت ہیں۔ عورت اور مرد کے تعلقات، عورت اور مرد کی حیثیت، خاندانی نظام، خواتین کے حقوق سے واقف کرانا یہ ہماری ذمہ داری ہے، لیکن

☆ امیر جماعت اسلامی آندھرا پردیش

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بات صحیح ہے کہ اس مغربی تہذیب کے اثر نے مسلم خاندانوں پر بھی برے اثرات ڈالے ہیں، اس لیے ہماری دوہری ذمہ داری ہے، ایک تو ہم یعنی امت مسلمہ، اسلام کے عطا کردہ خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق پر عمل کرے اور ساری دنیا کے سامنے خاندانی نظام کی اہمیت اور خواتین کے حقوق وغیرہ سے متعلق اسلامی تعلیمات سے لوگوں کو واقف کرائے۔ میں اس موقعہ پر سمینار کے منعقد کرنے والے ذمہ داران کو مبارکباد پیش کرتا ہوں، جہاں تک اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنے کا جو موقعہ ملا ہے اس کی روشنی میں ہم سب جانتے ہیں کہ اسلام میں خاندان کی اہمیت کی بہت تاکید کی گئی ہے، یہ معاشرہ کی بنیادی اکائی ہے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جو معاشرتی تعلیمات قرآن مجید میں خاندان کے بارے میں ہیں انہیں بہت تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، شادی کے بارے میں، شوہر اور بیوی کے حقوق کے بارے میں اور شادی سے قبل اور شادی کے بعد کی زندگی گزارنے کے بارے میں، علیحدگی ہو تو اس کے بارے میں، طلاق کے بارے میں، وراثت کے قانون کے بارے میں ساری تفصیلات قرآن وحدیث میں مذکور ہیں، اور جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منصوبہ یہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت یہ ہے کہ خاندان کو استحکام ملے، خاندانی نظام موجود رہے اور خاندان کی اکائی محفوظ رہے، ہمیں یہ تعلیمات اس لیے دی گئی ہیں تاکہ ہم کو دوسروں کی طرف دیکھنے کا موقع نہ ملے، ایک مستحکم خاندان موجود رہے، آپ جانتے ہیں کہ جب مستحکم خاندان ہوگا تو اس میں پرورش پانے والی شخصیت مستحکم شخصیت ہوگی، آج جو لوگوں میں بونا پن ہے جو علمی، فکری، جذباتی، سطحی کیفیت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ گھر کے اندر جو جذباتی نشوونما ہوتا ہے جو فکری نشوونما ہونا ہے جو کردار تشکیل پانا ہے وہ ایک مستحکم خاندانی نظام کے تحت تشکیل نہیں پا رہا ہے، اس لیے بہت ادھوری شخصیات پیدا ہو رہی ہیں، تو خاندانی نظام کا متأثر ہو جانا یہ انسانیت کے لیے بہت بڑی مصیبت اور بہت بڑا نقصان ہے، اس لیے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی زبردست تاکید فرمائی ہے۔

اسلام کے خاندانی نظام کے شارحین نے تین بنیادیں بتائی ہیں، پہلی بنیاد الفت ومحبت ہے، مشہور آیت ہے جو ہم عام طور پر اپنے دعوت ناموں میں شادی کے موقع پر لکھتے ہیں: ”ومن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٰیاته أن خلق لكم من أنفسكم أزواجاً لتسكنوا إليها وجعل بينكم مودة ورحمة" (سورہ روم:۲۱)،اس میں اسلامی خاندان کی، اسلامی خاندان یا کوئی خاندان ہو، خاندان کی بنیاد مہر ومحبت ہے الفت ہے۔ دوسری بنیاد عدل ہے، دوسری شادی ہی نہیں بلکہ پہلی شادی میں بھی، اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ انصاف نہیں کرتا ہے تو دوسری شادی کرنے کے بارے میں اس کو سوچنا چاہئے، اس کا مطلب شادی سے رکنا نہیں ہے، لیکن اس کو اپنی تربیت کی جانب توجہ دلانا ہے۔ تیسری بنیاد اجتماعی تکافل ہے، ایک دوسرے کی خبر گیری ہے، ایک دوسرے کی مدد ہے، مالدار لوگ غریب لوگوں کی، طاقتور لوگ کمزور لوگوں کی مدد کرے، تو یہ مہر ومحبت یہ عدل و انصاف اور یہ اجتماعی تکافل، یہ لوگوں کی، آنے والی نسلوں کی تربیت کرتا ہے، تو ایسے خاندانی نظام کی ہمیں سخت ضرورت ہے، جس کی بنیاد مستحکم ہو، تب ہمارا مستقبل بھی مستحکم ہوگا۔

جہاں تک خواتین کے حقوق کا تعلق ہے، اس میں بھی، یعنی حقوق اور فرائض، حقوق اور ذمہ داریاں یہ سب ملی جلی ہیں، اسلام میں جہاں قانون ہے اسلام میں وہیں اخلاقیات بھی ہیں، جہاں قانونی تعلیمات دی گئی ہیں، وہیں اخلاق بھی سکھائے گئے ہیں، ظاہر ہے جہاں خواتین کو صرف حقوق معلوم ہو جائیں اور ذمہ داریاں اور اخلاق معلوم نہ ہوں، تو اس سے بھی ایک نیا مسئلہ پیدا ہوگا، وہ اس طرح کہ مشرق اور مغرب میں یہی فرق ہیکہ اسلام لاشرقية لاغربية کا نعرہ دیتا ہے لاشرقية لاغربية، إسلامية إسلامية، مغرب نے خواتین کو بے حد آزادی دی ہے، اور مشرق نے عورتوں کو قید و بند کی صعوبت دی اور حقوق سے محروم کیا، اسلام یہ کہتا ہے کہ عورت کو آزادی ملے صرف اللہ کی غلامی ہو، کسی فرد کی، کسی شخص کی، کسی سماج کی، کسی رسم ورواج کی غلامی نہ ہو، یہ جو اسلام کا تصور ہے کہ کسی کی غلامی نہیں اللہ کی دی ہوئی ہدایت کی پابند ہو تو آزادی ہی آزادی عورتوں کو ہے، مگر شرط یہ ہے کہ صرف اللہ کی دی ہوئی ہدایت کی پابندی کرنا ہے، تو یہ اسلامی نظام اس زمین کے اوپر بسنے والے انسانوں کے لیے سب سے بڑی رحمت ہے اور دنیا اس سے محرومی کے نتیجے میں بڑی مصیبت میں گرفتار ہے، تو ہم کو ایک داعی امت کی حیثیت سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ صرف اپنے خاندان کو سنوارنا ہے، بلکہ انسانی زندگی کے گیسو سنوارنا ہماری ذمہ داری ہے اور یہاں بیٹھے ہوئے محققین علماء کرام ہم سب مل کر ایک ایسی ہی جدوجہد میں شریک ہوں، البتہ یہ جو سیمینار ہے یہ تو علمی، فکری، تحقیقی چیزیں ہیں اور ہم خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی بڑی عزت کرتے ہیں، ہمارے درمیان ہمارے ملک میں ایک دینی اور علم کے اندر بڑی مقتدر شخصیت ہیں، تو ہم سب آپ سے بھی فائدہ اٹھائیں اور میں تو فائدہ اٹھاتا ہی رہتا ہوں، تو ہم سب مل کر ایک ایسا معاشرہ ایک ایسا ماحول جنم دیں، جس میں عدل ہو، انصاف ہو، مہر و محبت ہو، اجتماعی تکافل ہو، اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔ **واخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔**

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطاب

خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق

جناب حیدر محی الدین غوری صاحب☆

محترم حضرات! صدر صاحب اور خواتین حضرات! مجھے دراصل ''معاشی نظام اور خواتین کے حقوق'' کا جو عنوان دیا گیا ہے، یہ بہت ہی اہم موضوع ہے جو آج کے حالات میں پورے معاشرہ کو کھوکھلا کر رہا ہے، دراصل معاشی سبقت اور مادہ پرستانہ دور میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لیے آدمی جو کوشش کر رہا ہے، اس کے حدود سے تجاوز کر کے خواتین کو بھی اس پیشے میں یا اس میں گھسیٹ لایا گیا ہے، دراصل اس کے لیے مرد حضرات ہی ذمہ دار ہیں، کیونکہ اس کی وجہ سے خاندانی نظام منتشر ہو رہا ہے، اپنے خاندان کی اور افراد خاندان کی جو دینی ذمہ داریاں ہیں ان کو پوری طرح سے انجام دینے میں کوتاہی کرتے ہیں، دراصل میں نے کچھ عرصہ وہاں گزارا ہے اور وہاں کے حالات کا تجزیہ کیا ہے کہ واقعی مرد عورت پر بھروسہ نہیں کر سکتے، اور عورت مرد پر یقین نہیں کر سکتی، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں کے نظام میں ٹیکسیس اور انشورنس جیسی چیزوں کا اتنا بوجھ ڈال دیا جاتا ہے کہ ان کی بھرپائی کرنے کے لیے لامحالہ اس نظام کو اپنانے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ زندگی گزارنے کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہے، تو اس وجہ سے ڈاکٹری کارروائی اور علاج کے لئے انشورنس کرانا پڑتا ہے، اگر مکان کے سامنے برف گر جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ وہاں پر صاف کیا جائے، اگر کوئی شخص وہاں پر پھسل کر گر گیا تو انشورنس کلیم کرے گا، وہاں باز پرس ہوتی ہے کہ آپ نے وہاں کا انشورنس کیوں نہیں کرایا تو ہر چیز پر انشورنس، تو اس صورت میں اللہ کی

☆ قرآن فاؤنڈیشن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذات پر یقین کم اور اسباب پر یقین زیادہ ہو جاتا ہے، ایسے بہت سے حالات ہیں، یہ چیزیں ایسی ہیں کہ معاشی نظام کے بگڑنے میں ان کا بڑا دخل ہے، ہم مادہ پرستانہ دور میں اس سے زیادہ تجاوز نہ کریں کہ اللہ کی ذات پر یقین کم ہو جائے، ہمیں قرآن کے احکامات کے مطابق زندگی گزارنی چاہئے، یہ مکمل ایک دستور حیات ہے، مغربی ممالک اور کئی سرمایہ دارانہ نظام والے ممالک کسی نہ کسی طریقے سے معاشرہ کی خرابی، جو بالکل بگڑی ہوئی ہے، اس کو ہمارے تک پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں، خیر مختصر یہ ہے کہ اگر ہم اس کا سد باب کرنا چاہیں اور کسی طریقہ سے ہم اس سے محفوظ رہنا چاہیں تو اس کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغامات واحکامات سے واقف ہوں۔ بس یہی عرض کرنا چاہتا ہوں، **واخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔**

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلیدی خطبہ

الحمد للّٰہ رب العالمین ، والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم، ومن تبعھم بإحسان إلی یوم الدین۔

صدر عالی قدر، بزرگان محترم، بھائیو اور بہنو! اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے ، اسے بہترین تخلیقی ڈھانچہ سے نوازا ہے : ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الإِنسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾(التین : ۴) اس انسانیت کو شرافت و کرامت سے نوازا ہے :﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ﴾ (الإسراء:۷۰) اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی توقیر وتکریم کا اوج کمال یہ ہے کہ اسے فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا اور شیطان کو صرف اسی لئے عالم بالا سے اتار پھینکا گیا کہ اس نے انسان کو حقیر سمجھ کر سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اللہ کے حکم سے سرتابی کی راہ اختیار کی ،(البقرۃ : ۳۴،الأعراف :۱۱،الإسراء :۶۱،الکھف :۵۰،طہ:۱۱۶) اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان پر یہ احسان بھی کیا ہے کہ اس کو قوت تسخیر سے نوازا گیا ہے، وہ سمندر کی تہوں کو ٹٹول رہا ہے، وہ حد نظر سے دور سیاروں پر اپنی کمندیں پھینک رہا ہے، وہ ہوا کے دوش اور سمندر کی متلاطم موجوں کی پشت پر سوار ہوکر ہزاروں میل کا سفر طے کرتا ہے، ہر صبح جب طلوع ہوتی ہے تو کائنات کی چھپی ہوئی حقیقتوں کے انکشافات اور نئے نئے آلات کے اختراع میں انسان کی فتح مندی کا مژدہ سناتی ہے؛ لیکن جہاں اس کی عقل و دانش کی سحر طرازیوں کے آگے کائنات دم بخود ہے، وہیں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ جسمانی اعتبار سے بے حد کمزور، نحیف اور محتاج وضرورت مند ہے، دنیا میں جتنے جاندار ہیں ، وہ بمقابلہ انسان کے نومولود کے جلد اپنے پاؤں پر کھڑے ہوجاتے ہیں ،بعض جانور چند گھنٹوں میں چلنے پھرنے لگتے ہیں اور اپنی غذائی ضرورت خود پوری کر لیتے ہیں ،بعض چند دنوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اور بعض چند مہینوں میں ؛لیکن انسان کو صرف آنکھ کھولنے میں کئی گھنٹے لگ جاتے ہیں، مہینوں میں وہ بولنا شروع کرتا ہے اور سالوں میں چلنا پھرنا، بلوغ و شباب کی منزل کو پہونچنے میں اسے پندرہ سولہ سال لگ جاتے ہیں، پھر شعور کی پختگی، جذبات میں اعتدال، فکر میں گہرائی وغیرہ کے لئے بھی سالہا سال مطلوب ہوتے ہیں؛ اس لئے وہ طویل عرصہ تک اپنے والدین کا، بزرگوں اور دوستوں کا، اساتذہ اور مربیوں کا بہتر مشورہ دینے والے اور بہی خواہی کا جذبہ رکھنے والے رہنماؤں کا محتاج ہوتا ہے۔

اسی لئے انسان کو سب سے زیادہ خاندان کی ضرورت پڑتی ہے، اگر ماں باپ کا سایہ اس کے سر سے اٹھ جائے تو وہ ایک خزاں رسیدہ درخت کی طرح اپنے آپ کو بے سایہ اور بے سہارا محسوس کرتا ہے، اگر وہ بھائی بہن سے محروم ہے تب بھی اسے اپنی تنہائی کا احساس ہوتا ہے، اگر کچھ اور بزرگ رشتہ دار —— دادا، دادی اور نانا، نانی—— نہ ہوں تو وہ غیر معمولی خلا محسوس کرتا ہے، اگر چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ سے محروم ہو تو اسے لگتا ہے کہ جیسے اس کے اردگرد اپنے خاندان کا حفاظتی حصار موجود نہیں ہے، پھر جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے کے بعد جب تک شریک حیات کا ساتھ حاصل نہ ہو جائے، اس کی زندگی بے سکون اور نا آسودہ ہوتی ہے، اب آگے خود اس کے گھر میں پھول کھلتے ہیں اور وہ صاحب اولاد ہوتا ہے تو اس سے غیر معمولی نفسیاتی مسرت اسے حاصل ہوتی ہے اور بیٹوں اور بیٹیوں کے بغیر اسے اپنی تگ و دو اور جد و جہد بے معنی اور بے مقصد نظر آتی ہے، پھر سسرالی خاندان کے ذریعہ وہ اپنے آپ میں مزید توانائی محسوس کرتا ہے، غرض کہ انسان کی فطرت چاہتی ہے کہ وہ ایک خاندان کا حصہ بن کر رہے۔

خاندان کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اس کے لئے حفاظتی حصار ہوتا ہے، اگر کوئی شخص اس پر زیادتی کرے تو انسان یہ سمجھ کر اپنا دفاع کرتا ہے کہ اس کی پشت پر اس کا پورا خاندان ہے اور خود زیادتی کرنے والے کو بھی یہ خیال ہوتا ہے کہ ہمیں تنہا ایک شخص کا نہیں ؛ بلکہ پورے خاندان کا مقابلہ کرنا ہوگا؛ اسی لئے شریعت نے قتل کی دیت (خون بہا) قاتل کے قریب ترین رشتہ داروں کے ذمہ رکھی ہے، جس کو ''عاقلہ'' کہا جاتا ہے؛ تاکہ ایک طرف قاتل پر عائد ہونے والی اس بڑی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالی سزا کو رشتہ داروں پر تقسیم کر دیا جائے اور وہ اس کے لئے قابل برداشت ہو سکے، دوسری طرف جو اعزہ و اقارب ہیں، وہ بھی محسوس کریں کہ اپنے خاندان کے ایک فرد کو جرم سے باز رکھنے کے لئے سبھی ذمہ دار ہیں، ورنہ جرمانہ میں ہمیں بھی شریک ہونا پڑے گا، اسلام سے پہلے عربوں میں یہ خاندانی نظام ہی تھا، جس کے ذریعہ لوگوں کا تحفظ ہوتا تھا، اور آج بھی قبائلی علاقوں میں یہی نظام لوگوں کی جان و مال کا محافظ ہے۔

خاندان کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے کمزوروں، غریبوں، معذوروں، بوڑھوں، یتیموں، بیواؤں اور خواتین کی کفالت کا سامان ہوتا ہے؛ کیوں کہ ہر شخص اپنے خاندان کے مجبور و نادار لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہے، والدین پر اولاد کی اور اولاد پر والدین کی، شوہر و بیوی، بھائیوں، بہنوں کی ایک دوسرے پر، اسی طرح خاندان کے نادار اور بے سہارا لوگوں کی خاندان کے مرفہ الحال لوگوں کو ذمہ داری سونپی جاتی ہے، اسلام میں نفقہ، کفالت اور میراث کے پورے قانون کی اساس یہی ہے کہ انسان پر صرف اسی کی ذمہ داری نہیں ہے؛ بلکہ وہ خاندان کا ایک حصہ ہے، وہ ایک کل کا جزو اور ایک عمارت کی اینٹ ہے، اس کے لئے درست نہیں ہے کہ وہ دوسروں سے بالکل بے تعلق ہو جائے۔

خاندان کا تیسرا اہم مقصد خوشی اور مسرت کو دوبالا کرنا اور مصائب و آلام کو تقسیم کرنا اور ہلکا کرنا ہے، کتنی بھی خوشی کی بات ہو جائے، اگر اس خوشی میں ماں باپ کی شرکت نہ ہو تو یہ خوشی ادھوری، ناتمام اور بے کیف معلوم ہوتی ہے، اسی طرح اگر انسان پر کوئی مصیبت آئے، اس کے درد پر آنسو بہانے والی کوئی آنکھ نہ ہو، اس کے غم کو بانٹنے والا کوئی دل نہ ہو اور اس کی تسلی و دلداری کرنے والی کوئی زبان نہ ہو تو رائی برابر مصیبت پہاڑ کی طرح معلوم ہوتی ہے، یہ انسانی فطرت ہے اور انسان کی نفسیات کا لازمی حصہ ہے، خاندان کی شرکت خوشی کو دوبالا اور غم کے احساس کو ہلکا کرتی ہے۔

اسی لئے قرآن مجید نے خاندان کے وجود کو اللہ تعالیٰ کے احسان میں شمار کیا ہے، بنیادی طور پر انسان تین خاندانوں کے درمیان ہوتا ہے، دادیہال، نانیہال اور سسرال، دادیہال اور نانیہال ماں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باپ کی طرف سے اور سسرال شوہر و بیوی کی طرف سے ،قرآن نے پہلے دونوں خاندان کو ''نسب'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور تیسرے خاندان کو'' صہر'' کے لفظ سے: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَراً فَجَعَلَهُ نَسَباً وَصِهْراً وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْراً﴾ (الفرقان: ۵۴)اس لئے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خاندانی نظام انسانی سماج کے لئے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے،اس میں انسان کا تحفظ ہے،اس میں اس کی کفالت کا انتظام ہے اور اس میں قلبی اور روحانی سکون کا سامان ہے؛لیکن اسلام کا قانون میراث اور قانون نفقہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ خاندانی نظام میں اتنا پھیلاؤ بھی نہ ہونا چاہئے کہ انسان کے لئے اس کی ذمہ داریوں سے عہد برآ ہونا مشکل ہوجائے اور ہر انسان کے اندر خلوت پسندی اور دوسروں کی مداخلت سے تحفظ کا جو جذبہ رکھا گیا ہے وہ بھی مجروح نہ ہونے پائے ؛ کیوں کہ اگر خاندان کی وسعت غیر محدود ہوجائے تو انسان گھر میں رہتے ہوئے اپنے آپ کو بازار میں محسوس کرتا ہے اور مزاج کا اختلاف دوریاں پیدا کرنے کا اور ایک دوسرے سے اکتاہٹ کا سبب بن جاتا ہے؛اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ اسلام میں خاندانی نظام کی بڑی اہمیت ہے؛لیکن اس کے دائرہ کو اس حد تک محدود کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ انسان بے سکونی محسوس نہ کرے۔

خاندانی نظام کی بنیاد شریعت اسلامی میں عدل واحسان پر ہے،عدل یہ ہے کہ جو آپ کے کام آتا ہے اور جتنا کام آتا ہے، آپ بھی اس کے کام آئیں اور اسی قدر آئیں ؛ اسی لئے شریعت نے نفقہ کی ذمہ داری ،حصۂ میراث کے تناسب سے رکھی ہے،اعزہ واقارب کا نفقہ ان رشتہ داروں پر واجب ہوتا ہے، جو امکانی طور پر اس کے وارث ہونے کے اہل ہیں اور اتنی ہی مقدار میں واجب ہوگا ، جتنا اس کا حق میراث ہوتا ہے —— احسان یہ ہے کہ جو آپ کے کام نہ آئے آپ اس کے کام آئیں ،یعنی ایثار اور بے غرضی پر مبنی تعلق ،اسی لئے جن لوگوں کا نفقہ کسی شخص پر واجب ہوتا ہے، وہ اس پر قرض نہیں ہوتا ؛ بلکہ تبرع ہوتا ہے ، یہ سمجھ کر رشتہ داروں کی خدمت کی جاتی ہے کہ ان کے لئے کھونا بھی پانا ہے؛اس لئے اسلام میں خاندانی نظام کی بنیاد عدل واحسان یا انصاف وایثار پر ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرات! خاندان کی تشکیل میں خواتین کا کردار بنیادی اہمیت رکھتا ہے، عورت ایک طرف اپنے بچوں کو سمیٹ کر رکھتی ہے اور دوسری طرف اپنے رشتہ داروں اور اپنے شوہر کے رشتہ داروں سے اپنی اولاد کو جوڑتی ہے، ماں کی ممتا اور بیوی کی محبت کا حق اسی وقت ادا ہوسکتا تھا، جبکہ وہ لطافت کا پیکر اور سراپا لطف ومحبت ہو، لطافت کے لئے جسمانی نزاکت بھی ضروری ہے اور لطف ومحبت کے لئے ضروری ہے کہ اس کے اندر جذبات کا عنصر زیادہ ہو اور اس کا دل درد ومحبت سے معمور ہو، اس میں شبہ نہیں کہ یہ ایک غیر معمولی خوبی ہے؛ لیکن دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس سے انسان کی قوت فیصلہ متأثر ہوتی ہے اور اس میں ذکاوت حس پیدا ہوجاتی ہے؛ اس لئے اسلام میں خواتین کے حقوق پر خاص طور سے زور دیا گیا ہے کہ مرد اس کی جسمانی کمزوری کا فائدہ نہ اٹھائے اور اس کے جذبات محبت کا استحصال نہ کرے، رسول اللہ ﷺ نے اسی لئے عورتوں اور غلاموں کے حقوق پر سب سے زیادہ زور دیا ہے، اگر خواتین کو ان کے حقوق نہ دیئے گئے، انہیں برابر کی شریک حیات کا درجہ نہ دیا گیا، انہیں اپنی ضروریات کے لئے گھر سے باہر نکلنے پر مجبور کیا گیا اور فرائض مادری ادا کرنے میں رکاوٹ پیدا کی گئی تو یقینی طور پر خاندانی نظام بکھر کر رہ جائے گا۔

حضرات! مغرب میں اس وقت یہی صورت حال ہے، مغرب نے مادی مفادات، زیادہ سے زیادہ افرادی وسائل کے حصول اور تجارتی ترقی کے لئے خواتین کو گھر سے باہر نکالا، انہیں تشہیر تجارت کا ذریعہ بنایا اور انہیں اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اس ذمہ داری کو بھی ادا کریں، جو فطری طور پر ایک عورت ہی ادا کرسکتی ہے اور کسبِ معاش کی جدوجہد میں بھی مردوں کے ساتھ شریک ہوں، اپنا بوجھ آپ اٹھائیں اور اپنی ضرورتیں آپ پوری کریں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میاں بیوی کے تعلق میں جذباتیت اور وفاداری کم ہوگئی، طلاق کے واقعات بڑھ گئے، بغیر نکاح کے زندگی گذارنے کو بہتر سمجھا جانے لگا، بچے والدین کے لئے بوجھ ہوگئے، شرح پیدائش گھٹتی چلی گئی، زنا کی کثرت اور شناخت سے محروم بچوں کی بہتات ہوگئی، پُرسکون ازدواجی زندگی سے محرومی کی وجہ سے سکون حاصل کرنے کے لئے نشہ خواری زندگی کا حصہ بن گئی، والدین اور اولاد میں بھی محبت، وفاداری اور جذبہ خدمت باقی نہیں رہا اور خاندانی نظام پوری طرح بکھر کر رہ گیا،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاندانی نظام کے بکھراؤ سے مغربی سماج کو جو نقصانات پہونچے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

- بوڑھے اور ضعیف لوگوں کے لئے زندگی گذارنا دوبھر ہوگیا، اب ان کے لئے دو ہی راستے رہ گئے، یا تو وہ اپنے گھر میں تنہائی اور بے چارگی کی زندگی گذاریں، انہیں ایک گلاس پانی دینے والا اور ایک نوالہ کھلانے والا بھی میسر نہ ہو، یا وہ سن رسیدہ اور معمر لوگوں کے لئے بنائے گئے ہاسٹل میں رہیں اور ان کے بچے سال میں ایک دفعہ آکر انہیں گلدستہ پیش کردیں اور بس، یہ ایسی زندگی ہے جس میں انسان کو موت زندگی سے بہتر معلوم ہوتی ہے۔
- دوسرا نقصان عورتوں کا ہوا، عورتوں کی صحت میں فطری طور پر جلد انحطاط پیدا ہوتا ہے، ولادت اور فطری عوارض تیزی سے ان کی صحت کو متأثر کردیتے ہیں اور عمر گذرنے کے ساتھ ساتھ نہ صرف ان کی خوبصورتی کو گہن لگنے لگتا ہے؛ بلکہ ان کی قوت فکر اور قوت عمل بھی تیزی سے متأثر ہونے لگتی ہے، اب جس معاشرہ میں عورت صرف مرد کے لئے ہوس کا سامان ہو، اس میں ایک ایسی عورت کی کیا قیمت ہوسکتی ہے، جس کا حسن و جمال ڈھل چکا ہو؛ اسی لئے مغربی سماج میں عورتیں اپنے آپ کو بہت پریشان محسوس کرتی ہیں اور غالباً اسی سبب سے مغربی ممالک میں خواتین بہ مقابلہ مردوں کے زیادہ اسلام قبول کرنے پر مائل ہیں۔
- تیسرے اس سے بچے متأثر ہوتے ہیں، جب زندگی میں ایک دوسرے سے جوڑ نہ ہو، زندگی کا مقصد صرف عیش وعشرت ہو تو وہاں انسان کے دادعیش دینے میں جو چیز بھی رکاوٹ بنتی ہو، وہ بوجھ بن جاتی ہے، بچے اس آزادی میں بھی خلل انداز ہوتے ہیں، وہ ماؤں کے لئے ملازمت میں رکاوٹ بنتے ہیں اور شوہر و بیوی کے درمیان تعلقات میں بے وفائی کی وجہ سے یہ اندیشہ بھی دامن گیر ہوتا ہے کہ اگر ہمارے راستے الگ ہوگئے تو ان بچوں کا بوجھ کون اٹھائے گا؟ اس لئے مغربی سماج اولاد سے راہ فرار اختیار کررہا ہے اور جو بچے پیدا ہوجاتے ہیں، انہیں دیکھ بھال کے لئے پرورش گاہوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالے کر دیا جاتا ہے، باپ کی شفقت اور ماں کی ممتا انہیں ہفتہ میں ایک دو دن ہی مل پاتی ہے، اس طرح بچوں پر غیر معمولی نفسیاتی اثر پڑتا ہے۔

- اس کا ایک بڑا نقصان اپنی شناخت سے محرومی ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ وہ اپنی پہچان کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ اس کے شہر کی، اس کے گھر کی، اس کے کاروبار کی اور اس کی اپنی پہچان ہو، سب سے زیادہ اس کو جو شناخت عزیز ہوتی ہے، وہ فطری شناخت ہے، یعنی ماں باپ اور خاندان سے اس کی نسبت، وہ اس کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھتا ہے، جو لوگ اپنی شناخت سے محروم ہوتے ہیں، انہیں یہ محرومی ستاتی ہے، وہ نفسیاتی مریض ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ مجرمانہ حرکتوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، خاندانی نظام کے بکھراؤ کی وجہ سے نکاح سے گریز، زنا کی کثرت اور اپنی شناخت سے محروم بچوں کی پیدائش مغربی ملکوں میں ایسے مجرموں کو پیدا کر رہی ہیں۔
- انسان کو جو چیز سب سے زیادہ محبوب ہے، وہ ہے دل کا سکون، یہ سکون یا تو انسان کو تعلق مع اللہ سے ہوتا ہے، یا ایک انسان کو دوسرے انسان سے، بچوں کو اپنے ماں باپ کی گود میں جا کر جو سکون ملتا ہے، اس کی کسی بڑی سے بڑی نعمت سے تشبیہ نہیں دی جاسکتی، نوجوان اولاد بوڑھے ماں باپ کے سر میں تیل لگائے اور پاؤں دبائے، اس سے والدین کو جو خوشی ہوتی ہے اور قلب و روح کو جو تسکین حاصل ہوتی ہے، وہ سونے چاندی کی پلنگ پر سلانے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی، شوہر و بیوی جیسے ایک دوسرے کے سکون کا ذریعہ ہیں، کوئی چیز اس کا متبادل نہیں بن سکتی، بھائی بہن کو ایک دوسرے کی محبت سے جس خوشی کا احساس ہوتا ہے، وہ کسی اور چیز سے نہیں ہو سکتا، جب خاندان بکھرتا ہے تو رشتوں کے آبگینے ٹوٹ جاتے ہیں، جیسے برقی سے محروم بلب سے روشنی حاصل نہیں کی جاسکتی، اسی طرح ان بے روح رشتوں سے انسان کو سکون کی غذا حاصل نہیں ہو پاتی، یہی وجہ ہے کہ مغرب اور مغرب زدہ معاشرہ میں بے خوابی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

،ڈپریشن اور خودکشی کے واقعات تیزی سے بڑھتے جارہے ہیں؛اس لئے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خاندانی نظام کا بقا انسان کے لئے بہت بڑی نعمت اور اس کا بکھر جانا بہت بڑی آزمائش ہے۔

حضرات! اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا ہندوستان کا ایک مؤقر ادارہ ہے،جس کے بنیادی مقاصد عصر حاضر میں پیدا ہونے والے شرعی مسائل کو علماء اور ارباب افتاء کی اجتماعی رائے سے حل کرنا،اہم علمی موضوعات پر تحقیق اور ریسرچ کا کام کرانا،دینی مدارس اور عصری دانشگاہوں کے نوجوان طلبہ کی فکری تربیت کرنا،علمی اور تحقیقی موضوعات پر لٹریچر مرتب کرنا، نیز دوسری زبانوں سے اردو میں اور اردو سے دوسری زبانوں میں اہم علمی وفقہی تحقیقات کو منتقل کرنا وغیرہ ہے، چنانچہ اب تک اس کے انیس انٹرنیشنل فقہی سیمینار منعقد ہو چکے ہیں جن میں ڈیڑھ سو سے زیادہ جدید پیش آمدہ مسائل پر فیصلے کئے گئے،اکیڈمی کی تحقیقات اور مطبوعات سو سے زیادہ ہو چکی ہیں،جن میں ۴۵ جلدوں میں کویت سے شائع ہونے والی ''الموسوعة الفقهية'' (فقہی انسائیکلوپیڈیا) اور تقریباً چالیس جلدوں میں فقہی سیمناروں کے مقالات کا مجموعہ ہے، جو'' جدید فقہی تحقیقات'' کے نام سے شائع ہو رہا ہے اور اکیڈمی کا ایک اہم ترین مقصد عصر حاضر کے اہم فکری،تعلیمی،سماجی اور اقتصادی مسائل پر امت کی رہنمائی اور خواص امت کی فکر سازی بھی ہے، اس مقصد کے لئے سیمینار منعقد کئے جاتے ہیں اور ان میں اصحاب نظر کو اظہار خیال کی دعوت دی جاتی ہے،اس وقت جو سیمینار ہو رہا ہے، یہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اس سیمینار میں خاندانی نظام کے استحکام،مشترک اور جداگانہ خاندانی نظام کی خوبیوں اور خامیوں اور خواتین کے حقوق پر گفتگو ہوگی،خواتین کے حقوق سے مراد صرف بیویوں کے حقوق نہیں ہیں،جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے؛ بلکہ عورتوں کی مختلف حیثیتوں کے لحاظ سے ان کے حقوق اس میں شامل ہیں،ماں،بیٹی،بیوی،بہن اور دوسری قریبی خاتون رشتہ دار،مطلقہ وبیوہ اور حقوق سے محروم معلقہ عورتیں،سبھوں کو ہمیں اس بحث کے دائرہ میں لانا چاہئے؛ کیوں کہ جیسے بیوی اور بہو کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے،موجودہ معاشرہ میں اس سے کم زیادتی ماں،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساس اور بہنوں کے ساتھ نہیں ہوتی، ان سب کے ساتھ انصاف ہونا چاہئے۔

حضرات! گلوبلائزیشن کی بنیاد پر صرف مغرب کے تجارتی سامان ہی کا مشرقی ملکوں میں ایکسپورٹ نہیں ہورہا ہے؛ بلکہ مغربی افکار، مغربی تہذیب اور مغرب کا طرز زندگی بھی ہمارے سماج کے دروازوں پر دستک دے رہا ہے، نوجوان لڑکوں اور خاص کر لڑکیوں میں خاندان سے بے تعلق ہوکر ایسی زندگی گذرانے کا مزاج پیدا ہورہا ہے کہ جس میں انہیں نہ اپنے بڑوں کی خدمت کرنی پڑے اور نہ ان کا حکم ماننا پڑے، ماں باپ جن کے قدموں کے نیچے جنت رکھی گئی اور جن کو جنت کا دروازہ کہا گیا، وہ اولاد کے لئے بوجھ بنتے جارہے ہیں، خاندان کے بزرگوں کے تجربات پر مبنی مشغلوں کو دخل در معقولات تصور کیا جارہا ہے، رشتۂ نکاح میں وفاداری کے بندھن کمزور ہوتے جارہے ہیں، اولاد سے فرار کا جذبہ پروان چڑھ رہا ہے، خاندان کے مجبور لوگوں کی کفالت اور ان کی خدمت کی ذمہ داری لوگ اپنے آپ پر محسوس نہیں کرتے، غرض کہ ہمارا خاندانی نظام بھی شکست وریخت کے خطرہ سے دوچار ہے، اسی پس منظر میں آج یہ سیمینار منعقد کیا جارہا ہے۔

امید کہ یہ سیمینار ان مسائل کو واضح کرنے، اس سلسلہ میں غور وفکر کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے اور اس اہم موضوع پر لوگوں کی فکر کو بیدار کرنے میں مدد ومعاون ثابت ہوگا، یہ حقیر اکیڈمی اور المعہد العالی الاسلامی کی طرف سے تمام مقالہ نگاروں، اظہار خیال کرنے والوں، بحث میں حصہ لینے والے شرکاء، بھائیوں اور بہنوں کا شکر گذار ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح راہ دکھائے اور صحیح نتائج اخذ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں! وبالله التوفيق وهو المستعان۔

۲۰/ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ م ۲۷/نومبر ۲۰۱۰ء

خالد سیف اللہ رحمانی

(جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

وناظم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجاویز سمینار:

''خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق''

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے زیر اہتمام المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد کے تعاون سے مؤرخہ ۲۰-۲۱ر ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۷-۲۸ر نومبر ۲۰۱۰ء کو نہرو آڈیٹوریم، مدینہ ایجوکیشنل سنٹر حیدرآباد میں ''**خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق**'' کے موضوع پر دو روزہ سمینار منعقد ہوا، سمینار میں خاندانی نظام کی اہمیت، خاندانی نظام کے بکھراؤ کے نقصانات، مشترک اور جداگانہ خاندانی نظام کے فوائد ونقصانات اور اس سلسلہ میں اسلامی نقطۂ نظر، مسلم خواتین کی موجودہ صورتحال، ان کے مسائل کا حل، اور ان کے حقوق کا تحفظ، جیسے اہم موضوعات پر ملک کے ممتاز علماء اور دانشوروں نے اپنے خیالات پیش کئے، اور سنجیدہ مناقشے ہوئے، سمینار کے مقالات ومباحث کی روشنی میں باتفاق رائے درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

۱- اسلام خاندانی نظام کی بقا کو بڑی اہمیت دیتا ہے؛ کیوں کہ اس سے خاندان کے مختلف افراد کا تحفظ، کمزور، معذور اور پسماندہ لوگوں کی کفالت اور اخلاقی قدروں کے بچاؤ میں مدد ملتی ہے، خاندانی نظام کا بکھراؤ سماج کے لئے نہایت گمبھیر اور پیچیدہ مسائل کو جنم دیتا ہے، خاص کر خواتین، بوڑھے ماں وباپ، مطلقہ عورتوں اور باپ کی شفقت، نیز ماں کی ممتا سے محروم بچوں کے لئے نہایت تکلیف دہ دشواریوں کا باعث ہے، مغربی تہذیب اس کا تلخ تجربہ کررہی ہے؛ اس لئے مسلمانوں کو خصوصاً اور تمام ہندوستانیوں کو عموماً خاندانی نظام کو باقی رکھنے اور اس کو بکھراؤ سے بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

۲- حالات وضروریات کے اعتبار سے اسلام میں مشترکہ وجداگانہ دونوں طرح کے خاندانی نظام کی گنجائش ہے، اگر جداگانہ خاندانی نظام کی وجہ سے کسی کی حق تلفی نہ ہوتی ہو، خدمت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے محتاج بزرگ افراد خاندان کی ضرورت پوری ہوجاتی ہوتو جداگانہ نظام میں کوئی مضائقہ نہیں ہے؛ البتہ الگ الگ رہنے کے باوجود ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت ضروری ہے، اسی طرح بال بچوں کے ماں باپ سے الگ رہنے میں، مطلقہ وبیوہ بہنوں، یا غیر شادی شدہ یتیم بہنوں یا یتیم بھائیوں کو الگ کردینے میں ان کے حقوق کی ادائیگی دشوار ہوتو وہاں مشترک خاندانی نظام کو اختیار کرنا چاہئے؛ کیوں کہ اصحاب حق کے حقوق کو ادا کرنا شرعاً واجب ہے۔

۳- یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ ہمارے سماج میں دن بدن والدین کی عظمت کا احساس اوران کی خدمت کا جذبہ مفقود ہوتا جارہا ہے، اور پڑھے لکھے لوگ بھی اس سلسلہ میں احکام شریعت کو نظر انداز کرتے جارہے ہیں، یہ نہایت غیر اخلاقی اور غیر اسلامی طرز فکر ہے، جو خودغرضی اور خدا ناترسی پر مبنی ہے؛ اس لئے سمینار نوجوانوں کو والدین خصوصاً بوڑھے والدین کے حقوق کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ وہ ان کو اپنے لئے خدا کی رحمت سمجھیں نہ کہ بوجھ۔

۴- اسلام میں بیوی کے حقوق کی بڑی اہمیت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی کے ساتھ اچھے اخلاق اور برتاؤ کو کسی انسان کے بہتر ہونے کا معیار قرار دیا ہے، مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندوستانی سماج میں بہت سی دفعہ بیوی کے ساتھ بڑی زیادتی روا رکھی جاتی ہے، ان کے جذبات اور ضروریات کا خیال نہیں رکھا جاتا، ان کی املاک پر زبردستی قبضہ کرلیا جاتا ہے، جسمانی اذیت پہونچائی جاتی ہے، ذہنی طور پر ٹارچر کیا جاتا ہے، یہ ساری باتیں اسلام، اخلاق اور انسانیت کے خلاف ہیں؛ اس لئے مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے گھر کو جنت نشان بنائیں، جس میں بیویوں اور بہوؤں کے ساتھ بہتر برتاؤ کیا جائے، اور شریعت کی حدود میں ان کی امنگوں اور آرزوؤں کا خیال رکھا جائے۔

۵- نکاح میں جہیز کا مطالبہ یا کسی اور پہلو سے لڑکی والوں کو زیر بار کرنا حرام وگناہ ہے، اور اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی وجہ سے بڑے مفاسد پیدا ہوتے ہیں، اس لئے لڑکوں اور ان کے سرپرستوں کو چاہئے کہ اس سماجی لعنت سے اپنے آپ کو بچائیں، نیز اللہ کی شریعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق تقریب نکاح کو انجام دینے کی کوشش کریں، اسی میں ہر مسلمان کی فلاح وکامیابی ہے۔

۶- تاخیر سے نکاح کرنا، نکاح کے لئے خوبصورت لڑکی، صاحب ثروت خاندان اور ملازمت پیشہ لڑکی پر اصرار کرنا اور دوسرے رشتوں کو ناقابل اعتناء سمجھنا ایک خطرناک رجحان اور شریعت کی روح کے مغائر سوچ ہے، اس کی وجہ سے لڑکیوں کی شادی میں غیر معمولی تاخیر ہورہی ہے خودکشی اور بعض دوسرے غیر اخلاقی واقعات بھی پیش آرہے ہیں؛ اس لئے نوجوانوں کو چاہئے کہ رشتوں کے لئے اخلاق اور دینداری کو معیار بنائیں کہ اسی میں ان کی بھلائی مضمر ہے اور اس طرح سماج کو بہت سی برائیوں سے بچایا جاسکتا ہے۔

۷- کسی معقول ومعتبر سبب کے بغیر طلاق دینا یا عورت کی طرف سے خلع کا مطالبہ درست نہیں ہے اور عنداللہ اس میں سخت پکڑ ہے، میاں بیوی کے درمیان علیحدگی سے خاندان بکھر جاتا ہے، بچے باپ کی شفقت یا ماں کی ممتا سے محروم ہوجاتے ہیں اور ان کی بہتر تربیت نہیں ہوپاتی، اس لئے سبھوں کو مل کر ایسے واقعات کو روکنا چاہئے، شوہر وبیوی کے والدین اور ارکان خاندان کی بھی اس سلسلہ میں بڑی ذمہ داری ہے اور سماج کے بزرگ اور صاحب اثر حضرات کو بھی اس سلسلہ میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے اور شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے ایسے واقعات کو روکنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

۸- قرآن مجید میں سوتیلے بچوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے: "وربائبکم اللاتی فی حجورکم" یعنی (وہ سوتیلی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں) اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مرد یا عورت کو اپنی سوتیلی اولاد کی اس طرح پرورش کرنی چاہئے جیسی اپنی اولاد کی کی جاتی ہے۔ افسوس کہ ہمارے معاشرہ میں اکثر سوتیلی اولاد کے ساتھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نامناسب اور بعض اوقات انسانیت سوز سلوک کیا جاتا ہے۔اس لئے مردوں اور خواتین کا فریضہ ہے کہ اگر سوتیلی اولاد کی پرورش ان کے حصہ میں آئے تو وہ ان کے ساتھ محبت کا سلوک کریں اور انہیں اپنی اولاد کا درجہ دیں۔

۹- یہ ایک بدبختانہ بات ہے کہ شادی کے بعد بہت سے نوجوان اپنے بھائیوں، بہنوں اور اپنے خاندان سے کٹ جاتے ہیں اور اپنے آپ کو ان سے متعلق ذمہ داریوں سے بے تعلق سمجھ لیتے ہیں، حالانکہ نکاح پہلے رشتوں کو ختم نہیں کرتا، بلکہ ایک نئے رشتہ کو وجود میں لاتا ہے، اس لئے نوجوان کو حقوق کی ادائیگی میں توازن اور شریعت کی معتدل تعلیمات کے مطابق عمل کرنا چاہئے کہ وہ بیوی کی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ ساتھ خاندان کے دوسرے لوگوں کی نسبت سے عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو بھی پوری کریں اور ان کے ساتھ حق تلفی نہ ہونے دیں۔

۱۰- سماج کی اصلاح میں اہم اور مؤثر رول مساجد کے ائمہ وخطباء کا ہے، موجودہ حالات میں یہ بات ضروری ہوگئی ہے کہ علماء جمعہ کے بیانات میں بھی اور دوسرے پروگراموں میں بھی سماجی مسائل کو اپنے خطبات کا موضوع بنائیں، اور مسلمانوں میں شعور کو بیدار کریں، اسی طرح مسلمانوں کے زیر انتظام تعلیمی اداروں میں طلبہ وطالبات کو خاندانی زندگی سے متعلق اسلامی تعلیمات اور حقوق وفرائض کے بارے میں آگاہ کیا جائے کہ یہی امت کا مستقبل ہیں۔

۱۱- تعلیم جیسے لڑکوں کے لئے مطلوب ہے، اسی طرح لڑکیوں کے لئے بھی اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے، اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ رسمی اور رواجی چیزوں میں اپنے پیسے ضائع کرنے کے بجائے بچوں کی تعلیم پر توجہ دیں، اور لڑکیوں کی تعلیم کو بھی لڑکوں کی تعلیم ہی کی طرح اہمیت دیں، کیوں کہ یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ ہندوستان میں تعلیم نسواں کے اعتبار سے مسلمان بہت پیچھے ہیں اور ان کی تعلیمی پسماندگی ضرب المثل بن چکی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲- تعلیم کا اصل مقصود بہتر کردار سازی ہے۔ موجودہ اخلاقی گراوٹ کے ماحول میں اس بات کی شدید ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ بچوں اور بچیوں کی تعلیم کے ساتھ اس بات کا پورا اہتمام کیا جائے کہ وہ اخلاق باختہ ماحول اور اخلاقی بگاڑ سے محفوظ رہیں اور انہیں اسلامی اخلاق اور اقدار و آداب کے اعلیٰ جواہر سے آراستہ کرنے پر توجہ دی جائے۔

۱۳- یہ سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا (دہلی)، المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد، مسلم خواتین کی مقامی تنظیموں اور مختلف موضوعات پر اپنے قیمتی خیالات سے مستفید کرنے والے مقالہ نگاروں کا شکریہ ادا کرتا ہے اور دعاء کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کی تعلیمات پر قائم رکھے، جس میں ہماری دنیا کی بھی بھلائی ہے اور آخرت کی بھی، اور جس کے بغیر ہم قلبی سکون، باہمی محبت اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی و بہی خواہی کی نعمت سے ہمکنار نہیں ہو سکتے۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا باب

خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا مطلوب خاندان
قرآن وحدیث کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی ☆

خاندان انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔اس کی تخلیق کچھ ایسی ذہنی ونفسیاتی ساخت پر ہوئی ہے کہ اس کی بہترین نشوونما خاندان کے اندر ہی ممکن ہے۔اسی ماحول میں وہ بولنا سیکھتا ہے، کھانے پینے اور دیگر طبعی ضروریات پوری کرنے کے طریقے سیکھتا ہے۔عادات واطوار اور اچھے کردار کے درس وہ یہیں لیتا ہے۔اسی گہوارہ میں اس کی ذہنی اور نفسیاتی تشکیل ہوتی ہے۔اور اسی سانچہ میں اس کی متوازن شخصیت ڈھلتی ہے۔انسان کو حقیقی مسرت اور قلبی سکون خاندان کی گھنی چھاؤں میں ہی ملتا ہے۔پس خاندان کا یہ سانچہ جتنا متوازن،مضبوط،خوبصورت اور بہترین ہوگا، انسانی شخصیت کی تعمیر وتشکیل اسی قدر بہتر ہوگی۔اور انسان کی انفرادی شخصیت جتنی بہتر ومتوازن ہوگی،سماج اتنا ہی بہتر اور متوازن بنے گا۔

انسان کی تعمیر اور تربیت میں خاندان کے اسی بنیادی کردار کی وجہ سے اسلام نے ایک مضبوط اور مستحکم خاندان کی تیاری پر بہت زور دیا ہے۔خاندان چونکہ کئی افراد سے مل کر بنتا ہے اور ایک ایسے درخت کی مانند رہتا ہے جس سے شاخ در شاخ نکلتی رہتی ہے،اس لئے اسلام نے خاندان کے اس درخت پر ہمہ جہت توجہ دی ہے۔اس کی جڑوں کے استحکام سے لے کر تنے کی مضبوطی، شاخوں کے پھیلاؤ اور ان میں حسین تناسب کے ساتھ ہم آہنگی، ہر شاخ کی شادابی وسرسبزی اور

☆ شعبہ اسلامیات،مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی،حیدرآباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درخت کی مسلسل سیرابی کا اس قدر خیال رکھا ہے، اور اس کے لئے حقوق وفرائض اور اصول وآداب مقرر کئے ہیں کہ ان سے زیادہ اہتمام، توازن اور استحکام کی امید نہیں کی جاسکتی ہے۔

سطور ذیل میں خاندان کے ان ہمہ جہت پہلوؤں کی بابت قرآن وحدیث کی ہدایات کا اسلامی خاکہ پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

نسل انسانی کا تسلسل

خاندان چند انسانوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ ایک خاندان سے دوسرے کئی خاندان نکلتے ہیں۔ اس کائنات میں ہزاروں برسوں سے یہی انسانی ریت چلی آرہی ہے۔ اسلام حکم دیتا ہے کہ انسانی آبادی کا یہ سلسلہ جاری رہنا چاہئے، اور نسل انسانی کی بقاء ہی دراصل اس کائنات کی تعمیر کا مقصد ہے۔ چنانچہ اللہ نے بتایا:

هو انشاكم من الارض واستعمركم فيها (اسی نے تمہیں زمین سے بنایا اور تمہیں اس میں آباد کیا)(ھود:۶۱)۔

اور فرمایا: "**اذ قال ربک للملائكة انی جاعل فی الارض خليفة**" (اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں)(بقرہ:۳۰)۔

اور "**هو الذی جعلكم خلائف فی الارض** "(وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں قائم مقام بنایا(فاطر:۳۹)۔

اللہ نے خبر دی ہے کہ: **هو الذی خلق من الماء بشرا فجعله نسبا وصهرا** (الفرقان:۴۵)۔

اور "**ومن آياته ان خلقكم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون**" (اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہیں مٹی سے بنایا پھر تم انسان بن کر پھیل رہے ہو)(روم:۲۰)۔

نکاح کا حکم اور اس کی پائیداری

نکاح خاندان کی پہلی اکائی ہے۔ اسلام نے عام حالات میں نکاح کو ضروری قرار دیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اور بے نکاحی زندگی کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے۔ چنانچہ قرآن میں کہا گیا: **فانکحوا ما طاب لکم من النساء** (تو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کرلو) (نساء:۳)۔

نکاح نبیوں کی سنت رہی ہے، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: **النکاح من سنتی** (نکاح کرنا میرا طریقہ ہے)۔

آپ ﷺ نے فرمایا: **یا معشرالشباب من استطاع منکم الباء ۃ فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ، ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء** (اے نوجوان گروہ! تم میں سے جو نکاح کا خرچ اٹھا سکتا ہو وہ شادی کرلے، اس کی وجہ سے نگاہ نیچی رہتی ہے اور شرمگاہ کی خوب حفاظت ہوتی ہے، اور جو اس کی حیثیت نہ رکھتا ہو وہ روزہ سے مدد لے، کہ اس سے شہوانی قوت ٹوٹتی ہے) (متفق علیہ)۔

رسول خدا ﷺ نے خود نکاح فرمائے، اور صحابہ کرامؓ کو اس کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **تناکحوا تناسلوا فانی مکاثر بکم الامم** (نکاح کرو اور نسل انسانی بڑھاؤ، میری امت تمہارے ذریعہ دوسری امتوں سے زیادہ ہوگی)۔

ایک صحابی حضرت عکاف بن وداعہ ہلالیؓ سے فرمایا: ''اے عکاف! کیا تمہاری بیوی ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں، پوچھا! کوئی باندی ہے؟ کہا: وہ بھی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اور تم صحت منداور خوشحال ہو؟ کہا: ہاں، الحمدللہ، آپ ﷺ نے فرمایا: تب تم شیطان کے بھائی ہو، یا تو تم نصرانی راہبوں کی طرح کررہے ہو تو تم ان ہی میں سے ہو، یا پھر تم ہم میں سے ہو تو جیسا ہم کرتے ہیں ویسا کرو، ہمارا طریقہ نکاح کرنا ہے۔ تم میں جو بے نکاح لوگ ہیں وہ سب سے خراب لوگ ہیں اور جو بے نکاح مرتے ہیں وہ سب سے رذیل ہوتے ہیں۔ ہائے عکاف! نکاح کرلو، انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ جس سے میرا نکاح کردیں، میں کرلوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کے نام اور اس کی برکت پر تمہارا نکاح کلثوم حمیری کی بیٹی کریمہ سے کرتا ہوں''۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نکاح کے رشتہ کو قرآن نے مضبوط بندھن کا نام دیا ہے، ارشاد ہے: "**واخذن منکم میثاقا غلیظا**" (اور وہ عورتیں تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں) (نساء:۲۱)۔

پس اس رشتہ کو بہت مستحکم اور بندھن کو مضبوط ہونا چاہئے۔ اس کے لئے قرآن اور حدیث کے اندر کئی احکام دئے گئے اور مختلف مواقع کے لئے ہدایات اور تدابیر بتائی گئی ہیں۔ ان کو اختیار کرنے سے رشتہ نکاح میں پائیداری آتی ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ رشتہ کے انتخاب کے لئے ایسی چیز کو معیار بنایا جائے جو مستحکم اور پائیدار ہو۔

عموماً لوگ چار چیزوں کے پیش نظر رشتہ کا انتخاب کرتے ہیں: مال و دولت، حسب ونسب، حسن و جمال اور دینداری واخلاق۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مال و دولت آنی جانی چیز ہے، آج کا مالدار کل دست نگر ہو جاتا ہے اور آج کا غریب کل ترقیوں کے بام عروج پر پہنچ جاتا ہے۔ یہ تماشہ دنیا میں روز جاری ہے۔ پس دولت پائیدار معیار نہیں ہے۔ بلکہ اگر اولاد نکمی ہو تو باپ دادا کی دولت برباد ہوتے دیر نہیں لگتی ہے۔ حسب ونسب کو لیجئے، تو یہ جھوٹی شہرت اور جھوٹے غرور کے سوا کچھ نہیں۔ کسی کا نسب کسی کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہونچاتا۔ اگر دوسری خوبیاں نہیں ہیں تو محض نسب اور برادری کوئی ضرورت پوری نہیں کرسکتی ہے۔ اور جھوٹی عزت اللہ کے یہاں کچھ بھی فائدہ نہ دے گی۔ حسن و جمال سب سے زیادہ وقتی شئ ہے۔ ہر گذرتے دن کے ساتھ حسن ڈھلتا چلا جاتا ہے۔ اور عین اس وقت جب ایک انسان کو دوسرے انسان کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے، یہ حسن جھریوں میں تبدل ہو چکا ہوتا ہے، اس وقت حسن نہیں کردار و جذبہ کام دیتا ہے۔

آخری شئ دینداری اور اخلاق ہے۔ یہ ایسی معنوی دولت ہے جسے کوئی چرا نہیں سکتا اور نہ چھین سکتا ہے۔ یہ سرمایہ کبھی ضائع نہیں جاتا، یہ خوبی ہر دل کو موہ لیتی اور ہر غم کو ہلکا کر دیتی ہے۔ اخلاق و کردار بیمار کے لئے نصف شفاء، غریب کے لئے قناعت، مصیبت میں صبر و تسلی، اور خوشی و پریشانی ہر موقع پر رفیق دیرینہ ہے۔ پس دینداری اور اخلاق ہی پائیدار معیار اور مضبوط

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنیاد ہے۔ اگر یہ خوبی موجود ہے تو اس کے ساتھ دوسری خوبیاں سونے پر سہاگہ ہیں۔ اسی لئے رشتہ کے انتخاب کا اصل معیار دینداری کو بنانا چاہئے۔ یہ بات رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں: "**تنکح المراۃ لاربع : لمالھا،و لحسبھا ، ولجمالھا ، ولدینھا، فاظفر بذات الدین تربت یداک** " (متفق علیہ)۔

آپ ﷺ نے اس سلسلہ میں ہدایت دی کہ:"**اذا خطب الیکم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوہ ان لا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر عریض**" (جب تمہارے پاس ایسا رشتہ آئے جس کا دین اور اخلاق پسندیدہ ہو تو اس سے رشتہ کردو، اگر ایسا نہیں کروگے تو زمین پر فتنہ اور بڑا فساد پھیل جائے گا) (ترمذی)۔

اخلاق و دینداری کو معیار بنا کر جب رشتہ کی بات شروع ہوگی تو شرعی طور پر اس بات کی اجازت اور ترغیب ہے کہ ہونے والے شوہر و بیوی ایک دوسرے کو دیکھ لیں، کہ اس سے رشتہ نکاح میں پائیداری کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ ایک صحابی حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**إذا خطب أحدکم المرأۃ فان استطاع ان ینظر الی ما یدعوہ الی نکاحھا فلیفعل**" (ابوداؤد) (جب تم میں سے کوئی شخص کسی خاتون کو نکاح کا پیغام دے تو اگر ہو سکے کہ وہ کوئی ایسی چیز دیکھ لے جو اس کے ساتھ نکاح پر آمادہ کرے، تو وہ ایسا کرلے)۔

دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے باضابطہ ایک صحابی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے فرمایا کہ: "جاؤ اس عورت کو دیکھ لو جس سے نکاح کرنے جارہے ہو۔ اس سے رشتہ میں پائیداری کا زیادہ امکان ہے" (ترمذی، کتاب النکاح)۔

رشتہ میں پائیداری کے لئے دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ رشتہ نکاح کے بعد زوجین ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک، محبت اور ایثار کا رویہ رکھیں، ایک دوسرے کا احترام کریں، اور ایسی باتوں سے گریز کریں جن کی وجہ سے باہمی اعتماد کو ٹھیس لگتی ہے، یا تعلقات میں بال پڑتا ہے۔ قرآن نے حکم دیا ہے:"**وعاشروھن بالمعروف**" (اور ان کے ساتھ اچھی طرح سے زندگی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسر کرو)(نساء:۱۹)۔

قرآن نے مردوں سے کہا کہ اس اللہ کے حکم کا ہمیشہ پاس ولحاظ رکھو جس کے نام پر یہ رشتہ تم نے حلال کیا ہے:"واتقوا الله الذی تساء لون به و الارحام" (اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ داری کے تعلقات کو بگاڑنے سے بچو)(نساء:۱)۔

رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: "الا واستوصوا بالنساء خیرا فانما هن عوان عندکم" (دیکھو،عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی نصیحت قبول کرو،وہ تمہارے ہاتھوں میں اسیر ہیں)(ترمذی،کتاب الرضاع)۔

حجۃ الوداع یعنی اپنے آخری حج کے موقع پر بھی،جب امت سے رخصت ہو رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا:"اتقوا الله فی النساء "(عورتوں کے حق میں اللہ کا خوف رکھو)۔

رشتہ میں پائیداری کے لئے صرف انہی نصیحتوں پر اکتفاء نہیں کیا گیا، بلکہ مرد اور عورت دونوں کے حقوق اور فرائض طے کئے گئے ،تاکہ دونوں ان کے پابند رہیں۔چنانچہ حکم دیا گیا کہ عورت کے تمام تر اخراجات کی ذمہ داری مرد کے کاندھے پر ہے۔حضرت حکیم بن معاویہؓ کہتے ہیں کہ:"قلت یا رسول لله ما حق زوجة احدنا علیه قال ان تطعمها اذا طعمت وتکسوها اذا اکتسیت ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر الا فی البیت"(میں نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول ﷺ! ہماری بیوی کا ہم پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم کھاؤ تو اسے کھلاؤ، جب پہنو تو اسے پہناؤ، چہرہ پر نہ مارو اور برا بھلا مت کہو،اور اگر ناراضی میں تنہا چھوڑو تو صرف گھر کے اندر)۔

اور عورت کی ذمہ داری بتائی گئی کہ:" وہ ہر جائز بات میں شوہر کی اطاعت کرے اور اس کے گھر اور سامانوں کی حفاظت کرے"۔حضرت ابوھریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ :" ای النساء خیر، قال: التی تسره اذا نظر وتطیعه اذا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امر ولا تخالفه فی نفسها ولا مالها بما یکرہ"(کیسی خاتون سب سے اچھی ہے؟ فرمایا: وہ کہ شوہر اگر اسے دیکھے تو خوش ہو جائے، کوئی حکم دے تو وہ بجالائے اور اپنی ذات اور مال میں شوہر کی ایسی مخالفت نہ کرے جو اسے ناپسند ہو)(نسائی)۔

بیوی کی نظر میں شوہر کے مقام کی وضاحت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے مزید فرمایا :"لو کنت آمر لاحد ان یسجد لاحد لامرت المراۃ ان تسجد لزوجها" (اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے)(ترمذی، کتاب النکاح)۔

ازدواجی رشتہ میں محبت و پائیداری اور باہمی تعلقات کی پختگی کی اہمیت کو نمایاں کرنے کیلئے رسول اللہ ﷺ نے بڑی اہمیت سے بتایا کہ انسان کی فضیلت اور اخلاق مندی کا معیار یہ ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہو۔ ارشاد فرمایا:"خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی" (تم میں سب سے اچھا انسان وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے سب سے اچھا ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم میں سب سے اچھا ہوں)(ترمذی)۔

اور مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:"اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا وخیارکم خیارکم لنسائھم "(سب سے مکمل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو سب سے اچھے اخلاق والے ہیں اور تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لئے سب سے اچھے ہیں)(ترمذی)۔

اس رشتہ کی پائیداری میں ذہنی سوچ اور انسانی نفسیات کا بھی بڑا دخل ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پہلو کا بھی بڑا خیال رکھا، اور ایسی باتوں کی جانب توجہ دلائی جن کا خیال رکھنے سے انسان ذہنی طور پر اس رشتہ میں پائیداری کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:"لا یفرک مؤمن مؤمنۃان کرہ منھا خلقا رضی منھا آخر "(کوئی مومن کسی مومنہ سے نفرت نہ کرے، اگر وہ عورت کی ایک بات کو ناپسند کرے گا تو دوسری بات کو پسند بھی کرے گا)(مسلم)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہی بات قرآن نے یوں کہی ہے:" فان کرھتموھن فعسی أن تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیر ا کثیرا" (اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تمہیں ایک چیز پسند نہ آئے مگر اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھی ہو)(نساء:۱۹)۔

آپ نے فرمایا:"النساء شقائق الرجال"(عورتیں مردوں کی ہم رتبہ ہیں) (ابوداؤد، کتاب الطہارہ)۔

نیز فرمایا:"الدنیا کلھا متاع وخیر متاع الدنیا المراۃ الصالحۃ" (دنیا پوری متاع ہے،اور دنیا کی سب سے بہتر متاع صالح خاتون ہے)۔

آپ نے یہ بھی فرمایا:"ما استفاد المؤمن بعد تقوی اللہ خیرا لہ من زوجۃ صالحۃ ان امرھا اطاعتہ وان نظر الیھا سرتہ وان اقسم علیھا ابرتہ وان غاب عنھا نصحتہ فی نفسھا ومالہ" (مومن کو تقوی الٰہی کے بعد اچھی بیوی سے بہتر کوئی فائدہ کی چیز نہیں ملی، جو شوہر کی بات مانے، وہ بیوی کو دیکھے تو خوش ہو جائے، اس پر قسم کھالے تو پوری کردے، اور موجود نہ ہو تو اپنی ذات اور شوہر کے مال میں خیر خواہ بنی رہے)(ابن ماجہ)۔

باہمی تعلق ومحبت، ایک دوسرے کا خیال واحترام اور نازک جذبات کی رعایت کی بابت صرف زبانی گفتگو پر اکتفاء نہیں کیا گیا، بلکہ خود رسول اکرم ﷺ نے اس سلسلہ میں اپنی پاکیزہ زندگی کے عمدہ نمونے پیش فرمائے۔ آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ بتاتی ہیں کہ آپ جب گھر میں ہوتے تو ایک عام آدمی کی طرح ہوتے، اور گھر کے کام خود اپنے ہاتھوں سے انجام دے لیا کرتے۔ حدیث کے الفاظ ہیں:" کان رسول اللہ یخصف نعلہ ویخیط ثوبہ ویعمل فی بیتہ وکان بشرا من البشر یفلی ثوبہ ویحلب شاتہ ویخدم نفسہ" (رسول اللہ ﷺ اپنی چپل ٹھیک کر لیتے، اپنے کپڑے سل لیتے، اور اپنے گھر کا کام کرتے، آپ ﷺ انسانوں میں سے ایک انسان تھے، اپنے کپڑے کی صفائی کر لیتے، اپنی بکری دوہ لیتے، اور اپنا کام خود کر لیتے)(ترمذی)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت خدیجہ کبریٰؓ آپ کی پہلی زوجہ تھیں، ان سے محبت اور تعلق کی یاد ان کی وفات کے بعد بھی ہمیشہ تازہ رکھتے۔ ان کی بہن حضرت ھالہ بنت خویلدؓ آتیں تو آپ ﷺ کو اپنی زوجہ یاد آجاتیں اور آپ انھیں احترام سے بٹھاتے اور نوازش فرماتے۔ اپنے گھر میں آپ حضرت خدیجہؓ کی خوبیاں بیان کرتے اور کہتے کہ وہ ایسی تھیں اور ایسی تھیں۔ اپنی زوجہ حضرت عائشہؓ، جن کی عمر کم تھی، ان کی دلجوئی فرمایا کرتے، اور موقع فراہم کرتے کہ وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ گڑیوں کا کھیل کھیلیں۔ سیرت نگاران لکھتے ہیں: ''**کان یسرب الی بنات الانصار یلعبن معھا**'' (آپ خود ہی انصار کی بچیوں کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیج دیتے کہ وہ ان کے ساتھ کھیلیں) (زادالمعاد)۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ اگر کوئی چیز پسند کرتیں اور وہ غلط نہ ہوتی تو ضرور ان کی خواہش پوری کرتے۔ چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ عید کے موقع پر کچھ حبشی کھیل دکھانے جمع ہوگئے، آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ کیا ان کا کھیل دیکھنا چاہتی ہیں، انھوں نے فرمایا: ہاں، تو آپ خود کھڑے ہوگئے اور اپنے پیچھے حضرت عائشہؓ کو کھڑا کرلیا کہ آپ کا اوٹ لے کر وہ کھیل دیکھتی رہیں، اور جب تک ان کا جی نہ بھر گیا آپ نہیں ہٹے۔

بیوی کے ساتھ آپ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے اور جس برتن سے حضرت عائشہؓ پانی پیتیں، آپ اس برتن کو لے کر اسی جگہ منہ لگا کر پانی پیتے جہاں پر حضرت عائشہؓ نے منہ لگایا ہوتا۔ حضرت عائشہؓ کوئی ہڈی لے کر چوستیں تو اس ہڈی کو لے کر اسی جگہ منہ لگا کر آپ چوستے۔ یہ بیوی سے غایت درجہ محبت و تعلق اور احترام کی عظیم مثال ہے (زادالمعاد)۔

ازدواجی زندگی میں پائیداری کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی رائے زبردستی دوسرے پر نہ تھوپی جائے، اور وقت ضرورت آپس میں مشورہ کیا جائے، اس سے ایک دوسرے کی قدر دلوں میں بڑھتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اس بابت بھی عمدہ مثالیں قائم فرمائی ہیں۔ ایک نازک موقع پر آپ نے اپنی زوجہ حضرت ام سلمہؓ سے مشورہ کیا اور ان کے مشورہ پر عمل کیا، جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر پیش آیا۔ ایک مرتبہ ایک سفر میں آپ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آؤ! دوڑ کا مقابلہ کریں، دونوں میں مقابلہ ہوا، حضرت عائشہؓ آگے نکل گئیں، پھر دوسرے کسی سفر کے موقع پر جب حضرت عائشہؓ کچھ موٹی ہوگئی تھیں، پھر دوڑ کا مقابلہ ہوا، اور اس بار حضور ﷺ آگے نکل گئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہؓ! یہ اس بار کا بدلہ ہے۔ ''عن عائشة قالت: انها كانت مع النبى ﷺ فى سفر قالت: فسابقته فسبقته على رجلى فلما حملت اللحم سابقته فسبقنى قال : هذه بتلك السبقة'' (ابوداؤد)۔

اگر اختلاف ہوجائے

ذہنوں کا فرق و اختلاف زندگی کی ایک حقیقت ہے۔ ازدواجی زندگی میں بھی ایسے مواقع بسا اوقات آجاتے ہیں، جہاں باہم اختلاف ہوجائے۔ ایسے مواقع کے لئے قرآن و حدیث کی تعلیم ہے کہ پہلے اختلاف کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس کے لئے نرمی اور افہام و تفہیم سے کام لیا جائے، اگر اس سے مسئلہ ختم نہ ہو تو دونوں طرف کے خاندان کے ایک ایک مخلص اور سنجیدہ بزرگ کو بٹھا کر اختلاف دور کرایا جائے۔ دلوں میں محبت اللہ ڈالتا ہے۔ اگر اخلاص و ہمدردی کے ساتھ کوشش کی جائے گی تو اللہ کی مدد سے امید ہوتی ہے کہ اختلاف و دوری پھر سے یگانگت و قربت میں بدل جائے۔ قرآن کریم میں اس بابت حکم ہے: وا ن خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكما من اهله وحكما من اهلها ان يريدا اصلاحا يوفق الله بينهما (اور اگر تمہیں کہیں میاں و بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا خطرہ ہو تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو، اگر یہ دونوں صلح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان دونوں میں موافقت کردے گا) (نساء:۳۵)۔

چھوٹی موٹی باتوں پر ہلکی پھلکی ناراضی تو نبی ﷺ کے گھر میں بھی کبھی پیدا ہوجاتی تھی۔ دیکھئے کس محبت آمیز انداز میں رسول کریم ﷺ نے اس کو حل کیا۔ اپنی زوجہ حضرت عائشہؓ سے فرماتے ہیں: مجھے معلوم ہوجاتا ہے کب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو اور کب مجھ سے ناراض ہوجاتی ہو۔ جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو، محمد ﷺ کے رب کی قسم، اور جب مجھ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناراض ہوتی ہوتو کہتی ہو، ابراہیمؑ کے رب کی قسم۔ اس پیارے انداز نبوی ﷺ پر محبت بھرا جواب بھی دیکھئے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: ہاں تب بھی میں صرف آپ کا نام ہی تو چھوڑتی ہوں (متفق علیہ)۔

اختلاف اور چھوٹی بات کو اس حد تک آگے نہیں بڑھنے دینا چاہئے کہ رائی کا دانہ پربت بن جائے، اور معمولی بات پر اختلاف جھوٹی الزام تراشیوں کا ذریعہ بننے لگے۔ جن باتوں کی وجہ سے اختلاف پنپ رہا ہے، ٹھنڈے دل سے غور کر کے ان پر پابندی لگائی جائے اور مصالحت کی راہ اختیار کی جائے۔ کیونکہ میاں و بیوی میں اتحاد و محبت کی بنیادیں زیادہ ہیں، اختلاف تو وقتی اور عارضی ہے۔ ایک صحابی کا واقعہ ہے، انھوں نے خدمت نبوی ﷺ میں آکر شکایت کی کہ میری بیوی میرے ساتھ زبان درازی کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اپنے سے جدا کر دو اور طلاق دے دو۔ انھوں نے عرض کیا: لیکن مجھے تو اس سے محبت ہے اور اس سے میرے بچے بھی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تب اس کی زبان درازی پر صبر کرو، لیکن اس کو ستانے اور مارنے کا حق تمہیں نہیں ہے۔

طلاق ناپسندیدہ فیصلہ

بسا اوقات میاں و بیوی کے درمیان ایسے چھوٹے موٹے اختلاف کے موقع پر سماج کے کچھ بدخواہوں کا رویہ بڑا خراب ہوتا ہے، وہ خواہ رشتہ دار ہوں یا کوئی اور، دونوں کے اختلاف کو ہوا دیتے ہیں، جھوٹی سچی باتیں ملا کر ایک کو دوسرے سے بدظن کرتے ہیں۔ ایسے رویہ کی اسلام نے سخت مذمت کی ہے۔ اور زوجین کو اس قسم کے لوگوں سے ہوشیار اور دور رہنا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لیس منا من خبب امراۃ علی زوجھا** (وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے ورغلائے) (ابوداؤد)۔

اسی طرح حدیث میں اس بات کو بھی سخت ناپسند کیا گیا ہے کہ عورت اپنے شوہر سے بغیر کسی معقول وجہ کے طلاق کا مطالبہ کرے۔ طلاق کوئی ایسی معمولی بات نہیں ہے کہ کسی اہم وجہ کے بغیر اس کا مطالبہ کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**ایما امراۃ سالت زوجھا**

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلاقا فی غیر ما باس فحرام علیها رائحة الجنة" (جوکوئی عورت اپنے شوہر سے بلا وجہ طلاق کا مطالبہ کرے گی تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے) (ابوداؤد، کتاب الطلاق)

ایسا ممکن ہے کہ کسی خاص شخص کے لئے ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ مصالحت اور افہام وتفہیم کی تمام کوششیں رائیگاں جائیں، اور اختلاف ودوری کی جڑیں اتنی گہری ہو جائیں کہ ان کو دور کرنا ممکن محسوس نہ ہو، اور نوبت یہاں تک آجائے کہ دونوں ہی اس بات میں اپنی بہتری محسوس کریں کہ وہ رشتہ ازدواج سے علاحدہ ہو جائیں، اور اپنی اپنی زندگی کے لئے علاحدہ راہ عمل طے کریں۔ تو اس موقع پر طلاق دونوں کی ضرورت اور ان کے مسئلہ کا حل بن جاتی ہے۔ اسی موقع کے لئے اسلام نے طلاق کی سہولت رکھی ہے۔ چنانچہ حدیث میں جہاں طلاق کی گنجائش کا ذکر کیا گیا ہے، ان الفاظ میں اس کی حیثیت نمایاں کی گئی ہے کہ: ابغض الحلال الی اللہ الطلاق (حلال چیزوں میں اللہ کو سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے) (ابوداؤد)۔

ایسا موقع جب کسی کی زندگی میں آہی جائے تب ان دنوں میں، جب عورت پاکی کے ایام میں ہو، صرف ایک طلاق دے کر علاحدگی کی راہ اختیار کر لی جائے۔ ایک طلاق کے بعد جب عدت گذر جائے گی تو جدائیگی مکمل ہو جائے گی۔ اس موقع پر بھی تین طلاق دینے کا طریقہ کوئی پسندیدہ عمل نہیں ہے۔

غیر جنس کے ساتھ اختلاط کی زہرناکی

ازدواجی زندگی کی پاکیزگی اور پختگی کے لئے ایک بات یہ بھی ضروری ہے کہ ناجائز جنسی تعلقات پر پوری طرح بندش عائد کردی جائے، کہ یہ ازدواجی زندگی کے باہمی خوشگوار تعلقات کے لئے خطرناک زہر ہے۔ فحاشانہ اختلاط، غیر جنس کے ساتھ بے محابا روابط اور بے لگام زندگی نے کتنے مستحکم گھروں کو توڑ دیا ہے۔ اور اس سے اٹھنے والی عداوتوں نے کتنی عزتیں پامال اور کتنی زندگیاں برباد کردی ہیں۔ اسلام نے اس دروازہ کو سختی سے بند کیا ہے، اور اس تک پہنچانے والے تمام راستوں اور چور دروازوں پر بھی زبردست پہرہ بٹھایا ہے۔ زنا سماج کے لئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سخت ناسور ہے۔اس سے پیدا ہونے والی بیماریاں انسان اور انسانی سماج کو کربناک موت سے دوچار کرتی ہیں ، زنا کی شکار خاتون جیتے جی کڑھ کڑھ کر مرتی ہے ، اور ہردن وہ موت کی کربناکیوں سے گذرتی ہے۔ایسے شنیع عمل کو اسلام نے سختی سے حرام قرار دیا ہے۔ بلکہ اس کے اسباب ومحرکات کو بھی حرام بنایا ہے۔قرآن نے بلیغ انداز میں بتایا کہ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ کہ یہ بہت ہی برا راستہ ہے۔" **ولا تقربوا الزنا انه كان فاحشة وساء سبيلا**" (اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے (بنی اسرائیل:۳۲)۔

حدیث میں حکم دیا گیا کہ کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں اکٹھا نہ ہو، کیونکہ وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے، جو اس کے دل میں برے خیالات ڈالتا ہے۔ایسے قبیح فعل سے بچنے کے لئے اسلام نے تاکید کی کہ سماج میں کوئی فرد بے نکاح نہ رہے، اور اپنی جنسی خواہشات کو جائز طریقہ پر پورا کرنے کے مواقع بہ سہولت فراہم رہیں۔اسی لئے اسلام نے نکاح کو آسان بنایا، تاکہ ہر فرد اپنی اس ضرورت کی بآسانی اور پاکیزہ طریقہ پر تکمیل کر سکے۔اور اسی لئے اسلام نے جہاں ضرورت ہو وہاں 'عدل واستطاعت کی شرط کے ساتھ' ایک سے زائد (صرف چار کی حد تک) نکاح کی اجازت دی، تاکہ زائد جنسی رغبت اور استطاعت رکھنے والے لوگ بھی ناجائز راہوں پر قدم نہ رکھ سکیں، اور خواتین کو بھی مکمل سماجی اور قانونی تحفظ ملے۔مخصوص حالتوں میں تعدد ازدواج کی یہ قانونی اجازت اسی لئے ہے کہ نہ پہلی بیوی کا کوئی حق متاثر ہو اور نہ دوسری 'خاتون، اپنی جوانی کھونے اور مرد کی جنسی خواہش پوری کرنے کے بعد بے یارومددگار ہو جائے، بلکہ اس کی بھی تمام قانونی ذمہ داریاں اس مرد کے سر آئیں۔

خاندان کے دیگر افراد

نکاح کے ذریعہ جب خاندان وجود میں آجاتا ہے تب اس کی شاخیں نکلتی ہیں۔سب سے محبوب اور خوبصورت شاخ اولاد کی ہوتی ہے۔گھر کے آنگن میں ایک ننھی کلی پھوٹتی ہے، جس کی رونق اور معصومیت دلوں کو بھا لیتی اور غموں کو دور کر دیتی ہے۔پھر یہ سلسلہ چل پڑتا ہے، معصوم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلیاں پھولوں میں تبدیل ہوتی ہیں۔اب ان کی بھینی بھینی خوشبو پورے گھر کو معطر کرنے لگتی ہے، اوران کی معصوم اور دلکش چہچہاہٹ سے پورے گھر کا ماحول پر بہار بن جاتا ہے۔اس موقع پر بچوں کی پرورش و پرداخت اور تعلیم وتربیت کی ذمہ داریاں آتی ہیں۔ بچے بڑے ہوتے ہیں تو ان کے رشتے بھائیوں اور بہنوں سے وابستہ ہوتے ہیں۔ان پر والدین کے تئیں ذمہ داریاں آتی ہیں۔نیز دیگر قرابت داروں کے حقوق وفرائض عائد ہوتے ہیں۔اوران سب سے مل کر خاندان کا ایک بڑا ڈھانچہ تیار ہوجاتا ہے۔قرآن اور حدیث میں ان میں سے ہر فرد کے تعلق سے ہدایات اور رہنمائیاں دی گئی ہیں، تاکہ خاندان کی پوری عمارت مکمل موزونیت اور حسن ودلکشی کے ساتھ کھڑی ہوسکے۔ذیل کے سطور میں اس کی کچھ تفصیل پیش ہے۔

بچوں کی پرورش

بچوں کی بہترین پرورش و پرداخت والدین کی شرعی ذمہ داری ہے۔اس سلسلہ میں قرآن وحدیث میں نہ صرف ہدایات دی گئی ہیں بلکہ قانونی حقوق اور ذمہ داریاں طے کردی گئی ہیں۔چنانچہ بچوں کی رضاعت یعنی دودھ پینے کے اخراجات اور اسی طرح حضانت یعنی پرورش کے تمام انتظامات کے اخراجات بچوں کے والد کی قانونی ذمہ داری بنائی گئی ہے۔نیز اس کے ساتھ بچوں کی رضاعت اور حضانت انجام دینے والی خاتون،خواہ وہ بچوں کی ماں ہو یا کوئی اور، کے اخراجات کی بھی ذمہ داری متعلقہ مدت تک کے لئے بچوں کے باپ کے اوپر ڈالی گئی ہے۔ یہ ذمہ داری اس صورت میں بھی باقی رہتی ہے، جب کسی وجہ سے میاں وبیوی کے درمیان علاحدگی ہوگئی ہواور بچے اپنی ماں کے پاس زیر پرورش ہوں۔ایسی مخصوص صورت میں بچوں کے بالغ ہونے تک اور بچیوں کے بلوغت کے بعد شادی ہونے تک کے اخراجات باپ کے اوپر لازم رہتے ہیں۔قرآن کریم کے اندر اس بابت اصولی حکم دیتے ہوئے کہا گیا ہے: **وعلی المولود له رزقهن و کسوتهن بالمعروف** (اور باپ پر دودھ پلانے والیوں کا کھانا اور کپڑا دستور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق ہے)(بقرہ:۲۳۳)۔

تعلیم وتربیت

پرورش و پرداخت کے ساتھ اور اس کے بعد بچوں کی بنیادی ضرورت ان کی اچھی تعلیم اور بہترین تربیت ہے۔اس پہلو پر اسلام نے بے حد توجہ دی ہے۔یہ بات معروف ہے کہ قرآن کریم نے علم سیکھنے اور تعلیم حاصل کرنے کو انتہائی اہمیت دی ہے،اور علم کی فضیلت کو مختلف انداز سے نمایاں کیا ہے۔خود نبی کریم ﷺ نے علم کی اشاعت اور تعلیم کے انتظام کے لئے بہت زیادہ تاکید فرمائی،طرح طرح سے اس کی اہمیت بتائی۔خود پابندی سے لوگوں کو تعلیم دی اور تعلیم کی اشاعت کے انتظامات کئے۔نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں تعلیم کی اہمیت کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد ہی علم وتعلیم کی اشاعت کو قرار دیا۔فرمایا: ''**انما بعثت معلما**'' (حدیث نبوی)۔

چونکہ تعلیم کا آغاز بچپن سے ہوتا ہے،اس لئے تعلیم کی ان تمام اہمیتوں کا مصداق پہلے نمبر پر ہمارے بچے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ بچوں کو بڑے دلچسپ اور مؤثر انداز میں دین واخلاق کی باتیں سکھاتے تھے۔ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے بچے! کھانے سے پہلے اللہ کا نام لو،دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ۔تعلیم کا ایک لازمی عنصر تربیت ہے،بلکہ تعلیم نام ہی ہے کردار سازی کا۔چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس پہلو پر بہت زیادہ توجہ دی،ہدایات بھی دیں اور عملی نمونے بھی قائم فرمائے۔آپ نے فرمایا: ''**لان یؤدب الرجل ولده خیر له من ان یتصدق بصاع**'' (کوئی شخص اپنی اولاد کو اچھی تربیت دے یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ ایک صاع صدقہ کرے)(ترمذی)۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''**مانحل والد ولده من نحل افضل من ادب حسن**'' (کسی والد نے اپنی اولاد کو حسن ادب سے اچھا تحفہ نہیں دیا)(ترمذی)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بچوں سے پیار و محبت ان کی تربیت کا حصہ ہے۔آپ اپنے نواسے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے جس طرح محبت کرتے تھے،اس کی مثال دیکھئے،روایت میں آتا ہے کہ:" ان حسنا و حسینا استبقا الی رسول اللہ ﷺ فضمھما الیہ "(حسن اور حسین دوڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے انھیں چمٹالیا)(مسند احمد)۔

اسی طرح آپ ﷺ کی نواسی حضرت امامہ چھوٹی تھیں،فتح مکہ کے موقع پر وہ آپ کی گود میں کھیلتی تھیں،نماز میں بھی آپ نے انھیں گود سے نہیں اتارا،جب سجدہ میں جاتے تو گود سے رکھ دیتے اور سجدہ سے اٹھتے تو پھر گود میں اٹھالیتے ()۔

بیٹی کے لئے خصوصی ہدایات

اسلامی تعلیمات میں بیٹی اور بیٹے کے درمیان مقام اور حیثیت میں کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے۔لیکن دوسرے سماجوں کی طرح عرب کے سماج میں بھی لوگ بیٹی کو بیٹے سے کم حیثیت دیتے تھے۔اور بیٹی پر ظلم وزیادتی کے طرح طرح کے طریقے اپنا رکھے تھے۔شقاوت کی انتہا یہ تھی کہ ایک ہنستی کھیلتی معصوم بچی کو خود باپ اپنے ہاتھوں سے زندہ دفن کردیا کرتا تھا،اور جب بچی کی پیدائش کی خبر ملتی تو وہ مارے شرم اور غم کے منہ چھپاتے پھرتے تھے۔ بیٹیوں پر ظلم اور اس کے ساتھ غیر مساویانہ سلوک کی گھناؤنی مثالیں آج کے ترقی یافتہ کہے جانے والے مہذب معاشروں میں بھی بہت زیادہ رائج ہیں،جنین کشی اور رحم مادر میں بچیوں کا قتل عام ہوتا جارہا ہے۔ لیکن اسلام نے پہلے بھی اور آج بھی اس کو سختی سے روکا ہے،اور اس پر بہت سخت وعیدیں سنائی ہیں، قرآن نے اس سلسلہ میں سخت زبان استعمال کرتے ہوئے کہا ہے:" و اذا الموؤدۃ سئلت بأی ذنب قتلت" (اور جب زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائے،کہ کس گناہ پر ماری گئی تھی) (تکویر:۸-۹)۔قرآن نے صاف لفظوں میں اس کی ممانعت کرتے ہوئے،اس حرکت کے محرک پر سوالیہ نشان بھی کھڑا کیا کہ:"ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم کان خطئا کبیرا" (اور اپنی اولاد کو تنگدستی کے ڈر سے قتل نہ کرو،ہم انھیں بھی رزق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتے ہیں اور تمہیں بھی، بے شک ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے) (بنی اسرائیل:۳۱) اور " **قد خسر الذین قتلوا اولادھم سفھا بغیر علم وحرموا ما رزقھم اللہ افتراء علیہ**" (یقیناً خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنھوں نے اپنی اولاد کو جہالت اور نادانی کی بنا پر قتل کیا اور اللہ پر بہتان باندھ کر اس رزق کو حرام کرلیا جو اللہ نے انھیں دیا تھا) (انعام:۱۴۰)۔

رسول اللہ ﷺ نے بچیوں کے ساتھ بے حد محبت وشفقت کا برتاؤ فرمایا اور ان کی تعلیم وتربیت اور حسن پرورش پر بڑے بڑے انعامات الٰہی کا اعلان فرمایا، ارشاد ہوا: " **من عال جاریتین حتی تبلغا جاء یوم القیامۃ انا وھو ھکذا وضم اصابعہ**" (جس شخص نے دو بچیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئی تو وہ قیامت کے دن میرے ساتھ اس طرح ہوگا، یہ کہہ کر آپ نے انگلیاں ملا کر اشارہ کیا۔ مسلم)، نیز یہ بھی فرمایا کہ: " **من عال ثلاث بنات او مثلھن من الاخوات فادبھن ورحمھن حتی یغنیھن اللہ اوجب اللہ لہ الجنۃ**" (جس نے تین بیٹیوں یا ان کے مثل بہنوں کی کفالت کی، ان کی تربیت کی اور شفقت کا برتاؤ کیا، یہاں تک کہ اللہ نے انھیں خود کفیل بنا دیا تو اللہ اس شخص کے لئے جنت واجب کردے گا۔ شرح السنۃ)۔ لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح دینے کے خیال کی تردید کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: "**من کانت لہ انثی فلم یئدھا ولم یؤثر ولدہ علیھا یعنی الذکور ادخلہ اللہ الجنۃ**" (جس شخص کے پاس بچی ہو اور وہ اس کو زندہ نہ مارے اور نہ اپنے لڑکوں یعنی اولاد نرینہ کو اس پر ترجیح دے تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ ابوداؤد)۔ آپ ﷺ نے خود اپنی بیٹیوں کی محبت بھری تربیت فرمائی۔ آپ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ تھیں۔ روایت میں آتا ہے کہ "**کانت اذا دخلت علیہ قام الیھا فاخذ بیدھا فقبلھا واجلسھا فی مجلسہ**" (جب وہ آپ ﷺ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ ﷺ اٹھ کر ان کا استقبال کرتے، ان کا ہاتھ پکڑتے، بوسہ لیتے اور اس جگہ بٹھاتے جہاں آپ ﷺ خود بیٹھا کرتے (ابوداؤد)۔ ایک صحابی حضرت اسامہؓ تھے جو آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کے بیٹے تھے، آپ ﷺ انھیں بے حد محبوب رکھتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے، ایک مرتبہ فرمایا کہ: ''اگر اسامہ لڑکی ہوتا تو میں اسے زیوروں سے آراستہ کر دیتا (حدیث نبوی) بیٹی کی عمدہ تربیت کے بعد اچھے جوڑ میں اس کی شادی کرنا بھی باپ کی شرعی ذمہ داری ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے کی جو ہر اعتبار سے ان کے لئے بہتر تھے۔

اگر سوء اتفاق سے بیٹی کبھی مطلقہ یا بیوہ ہو کر گھر واپس آتی ہے تو اس کی ذمہ داریوں کو خوش دلی سے قبول کرنا اور اس کے لئے اخراجات برداشت کرنا اللہ کے رسول ﷺ کی نظر میں اس قدر اہمیت کا حامل عمل ہے کہ آپ ﷺ نے اس کو افضل صدقہ قرار دیا، چنانچہ فرمایا: ''**ألا أدلكم على أفضل الصدقة ابنتك مردودة اليك ليس لها كاسب غيرك**'' (کیا میں تم کو افضل صدقہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ تمہاری وہ بیٹی جو اس حال میں لوٹ کر تمہارے پاس آتی ہے کہ تمہارے سوا اس کا کوئی کمانے والا نہیں ہے) (ابن ماجہ)۔

بہن کے لئے شفقت و محبت

اسلام نے بہن کے لئے عزت کا مقام و مرتبہ رکھا ہے اور حقوق متعین کئے ہیں۔ چنانچہ بھائی کے ترکہ میں بعض خاص حالتوں کے اندر بہن کے لئے بھی حصے مقرر کئے گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی اپنی سگی بہن تو نہ تھیں، لیکن بچپن میں جہاں آپ نے دودھ پیا تھا، وہاں آپ ﷺ کی ایک دودھ شریک بہن تھیں جن کا نام شیماء تھا، ایک غزوہ کے موقع پر جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور لوگ گرفتار ہو کر آئے تو ان میں حضرت شیماء بھی تھیں، وہ جب آپ کے پاس آئیں تو آپ ﷺ نے اپنے بدن مبارک کی چادر اتار کر زمین پر بچھا دی اور رضاعی بہن کو اس پر بٹھایا۔ بہن کی عزت اور ان کے جذبات کا احترام کرنے کی ایک دوسری مثال دیکھئے۔ حضرت حمزہؓ آپ کے چچا تھے، غزوہ احد میں دیگر مسلمانوں کے ساتھ حضرت حمزہؓ بھی شہید ہوئے۔ دشمنوں نے ان کی نعش کے ساتھ بڑی زیادتی کی تھی، جسم کے اعضاء کاٹ کاٹ دئے تھے، ان کی بہن حضرت صفیہؓ حضور ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ آپ نے حضرت حمزہؓ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے جسم پر چادر ڈلوائی اور تاکید فرمائی کہ حضرت صفیہؓ نعش کو دیکھنے نہ پائیں کہ بھائی کو اس حالت میں دیکھ کر بہن کو شدید رنج ہوگا۔

بھائی کے لئے شفقت ومحبت

بھائی کے لئے شفقت ومحبت تو فطری ہوتی ہے۔قرآن کریم نے تو اس رشتہ اخوت کو استحکام کی مثال بتاتے ہوئے بڑی وسعت دے دی ہے، کہا ہے کہ'': تمام مومن تمہارے بھائی ہیں'' انما المؤمنون اخوۃ (حجرات:۱۰)۔رسول اللہ ﷺ نے رشتہ اخوت کے حقوق کو کئی موقعوں پر نمایاں فرمایا۔خود انبیاء کرام کی مثال دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ'' سارے انبیاء آپس میں باپ شریک بھائی کی طرح ہیں''۔مدینہ منورہ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مکہ کے مہاجر مسلمانوں اور مدینہ کے انصاری مسلمانوں کے درمیان بھائی بھائی کے رشتہ کا نظام قائم فرمایا، جو تاریخ میں 'مواخات' (بھائی چارہ) کے نام سے مشہور ہے، اوران دینی بھائیوں نے اپنی اخوت اور بھائی چارہ کی عمدہ مثالیں قائم کردیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''انصر اخاک ظالما او مظلوما''(حدیث نبوی)۔ یعنی ہر مسلمان کا یہ حق بنتا ہے کہ ہر حال میں اس موقع کے مطابق اس کی مدد کی جائے۔رسول کریم ﷺ نے اپنے چھوٹے چچازاد بھائی حضرت علیؓ کو بچپن سے اپنے زیر تربیت رکھا اوران سے محبت اوران پر بھر پور اعتماد کا اظہار فرمایا۔حضرت علیؓ نے بھی شروع سے آپ ﷺ کا ساتھ دیا، اوراس راہ میں بڑی بڑی قربانیاں پیش فرمائیں۔

گھر کے اندر بڑے بھائی کی ذمہ داری چھوٹے بھائیوں کی پرورش اور تعلیم وتربیت کے تعلق سے اسی طرح ہے جو باپ کی ہوتی ہے۔بہت سے گھروں میں یہ صورت حال پیدا ہوجاتی ہے کہ یا تو والد نہیں رہے، چھوٹے بھائی بہنوں کے لئے صرف بڑے بھائی ذمہ دار ہیں، یا والد ضعیف ومعذور ہوگئے اور بڑے بھائی نے انتظامات سنبھال لئے ہیں، ایسے موقعوں پر چھوٹے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھائیوں کی تربیت وتعلیم اور دیگر ذمہ داریاں شرعی اعتبار سے بڑے بھائی پر عائد ہوتی ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرما:"**حق کبیر الاخوۃ علی صغیرھم حق الوالد علی ولدہ**" سب سے بڑے بھائی کا چھوٹے بھائی پر وہی حق ہے جو والد کا اپنی اولاد پر ہے)(بیہقی)۔

والدین کے ساتھ

والدین یعنی ماں وباپ کا جو مقام ومرتبہ اسلام نے مقرر کیا ہے وہ بہت ہی بلند و بالا اور عظیم ہے۔وہ ایسی عظمتوں، برکتوں اور تقدس کا حامل ہے کہ دوسرا کوئی رشتہ اس کے برابر نہیں ہے۔ماں وباپ میں بھی ماں کے مقام اور حق کو بہت زیادہ بڑھایا گیا ہے۔قرآن کریم نے متعدد جگہوں پر اللہ کی عبادت کے ساتھ دوسرا حکم والدین کے ساتھ حسن سلوک کا دیا ہے:"**واعبدوا اللہ ولاتشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا**" (اور اللہ کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو اور ماں وباپ کے ساتھ نیکی کرو۔نساء:۳۶)۔ والدین کی اس عظمت ومقام کو اس وقت بھی باقی رکھا گیا ہے جب وہ ایمان سے محروم ہوں:"**وان جاھداک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا**" (اور اگر تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس کو شریک بنائے جس کو تو جانتا بھی نہ ہو تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں ان کے ساتھ نیکی سے پیش آ۔لقمان:۱۵)۔حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ" میری والدہ مشرکہ تھیں، زمانہ قریش میں میرے پاس آئیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ وہ میرے پاس آئی ہیں، کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو"**قدمت علی امی فی عھد قریش فقلت یا رسول اللہ ﷺ ان امی قدمت علی وھی راغبۃ افاصلھا قالَ نعم صلیھا**(متفق علیہ)۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:" وہ شخص بڑا بدقسمت اور خسارہ میں ہے جس نے اپنے والدین یا ان میں کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور ان کی خدمت کر کے خود کو جنت کا مستحق نہ بنا سکا"۔(مسلم) والدین کے ساتھ بدسلوکی اور ان کی نافرمانی پر سخت ترین وعیدیں بیان کی گئی ہیں، اور اس کو عظیم گناہوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں شمار کیا گیا ہے، جن کی بھیانک سزا سے انسان دنیا میں بھی نہیں بچتا، اور آخرت کی سزا تو دردناک ہے ہی۔ قرآن کریم نے بہ تاکید کہا ہے کہ: ''والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں اگر بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے ساتھ انتہائی نرمی سے پیش آؤ، ان کی کسی بات پر اف بھی نہ کہو، کہ ناپسندیدگی کا اظہار بھی ممنوع ہے''۔ ''**اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھر ھما وقل لھما قولا کریما**'' (اور تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انھیں اف بھی نہ کہو، اور نہ انھیں جھڑکو اور ان سے ادب سے بات کرو) (بنی اسرائیل: ۲۳)۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ: ''والدین کو برا بھلا کہنا اور ان کو گالی دینا سخت ترین گناہ ہے''۔ ''**من الکبائر شتم الرجل والدیه**'' (متفق علیہ)۔ والدین کی نافرمانی اسلام کی نظر میں حرام ہے۔ ''**ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھا وواد البنات**'' (متفق علیہ)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''**کل الذنوب یغفر اللہ منھا ما شاء الا عقوق الوالدین فانه یعمل لصاحبه فی الحیاة قبل الممات**'' (تمام گناہ ایسے ہیں کہ اللہ ان میں سے جو چاہے معاف فرما دیتا ہے سوائے والدین کی نافرمانی کے، کہ اللہ اس کی سزا مرنے سے پہلے دنیا میں بھی دلاتا ہے) (بیہقی)۔

پھر والدین میں سے ماں اور باپ کے مقام کو علاحدہ علاحدہ بھی واشگاف کیا گیا۔ ماں کے بارے میں کہا گیا کہ ''اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے''۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ: ''میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں، انھوں نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں، انھوں نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں۔ انھوں نے چوتھی بار پوچھا: اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے اس بار فرمایا: تمہارے والد'' (متفق علیہ)۔ اور باپ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اگر والد ناراض ہیں تو اللہ ناراض ہو جاتے ہیں، اور اگر والد خوش ہیں تو اللہ خوش ہو جاتے ہیں۔ **رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد** (ترمذی)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم نے ماں کی عظمت ومرتبہ کونمایاں کرنے کے لئے کئی جگہوں پر تفصیل سے بتایا کہ اس ماں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ جو اپنے بچہ کی پیدائش کے موقع پر بے انتہا تکلیف واذیت برداشت کرتی ہے اور پیدائش سے پہلے اور اس کے بعد وہ تکلیف پر تکلیف اٹھاتی ہے۔ "**ووصينا الانسان بوالديه احسانا حملته امه كرها ووضعته كرها**" (اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی تاکید کی کہ اسے اس کی ماں نے تکلیف سے اٹھائے رکھا اور اسے تکلیف سے جنا (احقاف:۱۵)۔قرآن نے اللہ کے نبی حضرت عیسی علیہ السلام کی زبان سے کہلوایا کہ:" اللہ نے مجھے اپنی والدہ کا فرمانبردار بنایا" **وبرا بوالدتی** (اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرنے والا) (مریم:۳۲)۔ایک مرتبہ ایک شخص نے آکر پوچھا کہ:" میرے پاس مال ہے، اور میرے والد کو میرے مال کی ضرورت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تم اور تمہارا مال دونوں تمہارے والد کے لئے ہیں، تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی ہیں، تو اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھاؤ" **ان لی مالا وان والدی یحتاج الی مالی ، قال : انت و مالک لوالدک ، ان اولادکم من اطیب کسبکم، کلوا من کسب اولادکم** (ابوداؤد)۔

ماں وباپ کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کو اسلام نے یہاں تک وسعت دی ہے کہ والد کے گذر جانے کے بعد ان کے دوست احباب کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا، اور اس کو بہت بڑی نیکی قرار دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"**ان من ابر البر صلة الرجل اهل ود ابيه بعد ان يولى**" بہت بڑی نیکی یہ ہے کہ انسان اپنے والد کے گذر جانے کے بعد ان کے دوست احباب کے ساتھ صلہ رحمی کرے) (مسلم)۔

قرابت داروں کے ساتھ برتاؤ

خاندان کے وسیع ڈھانچہ میں بیوی، بچوں اور والدین و بھائی و بہنوں کے علاوہ ایک اہم حصہ قرابت داروں کا ہوتا ہے۔قرابت داروں میں دور ونزدیک کے تمام رشتہ دار آتے ہیں۔ اور جو رشتہ دار جس درجہ قریب ہوں گے، ان کے حقوق اسی درجہ میں انسان پر زیادہ عائد ہوتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔قرابت داروں میں کچھ رشتہ دار محرم ہوتے ہیں،جن کے درمیان باہم نکاح کا رشتہ قائم نہیں ہوسکتا۔ یہ بہت ہی قربت کے رشتہ دار ہوتے ہیں۔دوسرے قرابت دار وہ ہیں جو محرم نہیں ہیں۔ ان دونوں قسم کے رشتہ دار قرابت داروں میں آتے ہیں۔دوسری طرح یہ بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ نسبی رشتہ دار اور سسرالی رشتہ دار دونوں درجہ بدرجہ قرابت میں آتے ہیں۔ان سب کے حقوق ہیں،اوران کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور صلہ رحمی سے پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔

قرآن کریم نے کئی موقعوں پر رشتہ داروں اور قرابت داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے اوران کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے، ارشاد ہے:" **فآت ذا القربی حقه** "(پھر رشتہ دار کو اس کا حق دے)(روم:۳۸)۔ اور کہا گیا:" **واعبدوا الله ولاتشرکو ا به شیئا وبالوا لدین احسانا وبذی القربی** "(اوراللہ کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو اور ماں وباپ کے ساتھ نیکی کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ بھی)(نساء۳۶)۔قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہا گیا: صلہ رحمی کا مطلب بھی واضح کیا گیا کہ جب دوسرے رشتہ کو کاٹ رہے ہوں تب بھی تم ان کے ساتھ جوڑ پیدا کرو**لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل الذی اذا قطعت رحمة وصلها**(بخاری)۔حدیث میں کہا گیا کہ اگر رشتہ دار محتاج وضرورت مند ہوں تو اپنی زکاۃ کی رقم سے ان کی اعانت کرو۔اور رشتہ داروں کو زکاۃ دینے میں دوہرا ثواب رکھا گیا کہ اس سے زکاۃ بھی ادا ہوگی اور صلہ رحمی بھی انجام پائے گی۔خود رسول اللہ ﷺ کے بارے میں قرآن میں کہا گیا کہ وہ مسلمانوں سے اپنے قرابت داروں کے حق میں محبت طلب کرتے ہیں۔ **الا المودة فی القربی**۔بجز رشتہ داری کی محبت کے(شوری:۲۳)۔ان قرابت داروں میں بہنوں کو درجہ بدرجہ میراث میں حصہ دار بھی بنایا گیا ہے، چنانچہ اگر اولاد نہ ہو تو بھائی اور بہن کو میراث میں حصہ ملتا ہے۔وہ بھی نہ ہوں اور والدین بھی نہ ہوں تو دوسرے رشتہ دار مستحق بنتے ہیں۔

پڑوسی کے ساتھ

خاندان کے استحکام اور اس کی خوشگوار زندگی کی بقاء میں پڑوسیوں کا رول بھی کافی حد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک اہمیت کا حامل ہے۔ بسا اوقات احباب وقرابت داروں کے مقابلہ میں پڑوسیوں کا عمل دخل گھر کے اندرونی معاملات میں کافی بڑھا ہوا رہتا ہے۔ اور یوں بھی پڑوسی وہ پہلا کنبہ ہوتا ہے جس سے کسی خاندان کا بیرونی تعلق سب سے پہلے استوار ہوتا ہے۔ اچھے پڑوس کی وجہ سے گھر کا ماحول اچھا رہتا ہے اور بچوں کی عمدہ تربیت ہوتی ہے، غلط اور خراب پڑوس گھر کے ماحول کے ساتھ بچوں کے عادات واطوار اور تربیت پر بھی برا اثر ڈالتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انسان اپنا دوست بدل سکتا ہے، لیکن پڑوس نہیں۔

اسی اہمیت کی وجہ سے اسلام نے اپنی تعلیمات میں پڑوس کو بہت اہمیت دی ہے، اور قرابت داروں کے مثل پڑوسیوں کے حقوق بھی بیان فرمائے۔ تاکہ پڑوسیوں کے ساتھ اچھے اور خوشگوار تعلقات استوار ہوں، اور دونوں گھرانوں میں اعتماد ومحبت کا ماحول پروان چڑھے۔ قرآن کریم میں جہاں والدین اور قرابت داروں وغیرہ کے حقوق بیان کئے گئے ہیں، ان کے ساتھ کئی جگہوں پر پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کے دکھ درد میں شریک ہونے کی بھی تائید کی گئی ہے: "**واعبدوا الله و لا تشركوا به شيئا وبالوالدين احسانا وبذى القربى واليتامى والمساكين والجار ذى القربى والجار الجنب والصاحب بالجنب**"۔ (اور اللہ کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور پاس بیٹھنے والے کے ساتھ بھی نیکی کرو) (نساء ۳۶)۔ اس آیت کی رو سے پڑوسی کئی قسم کے ہیں، ایک تو وہ مستقل پڑوسی جو گھر سے متصل آباد ہیں، دوسرے وہ بھی پڑوسی ہیں جو کچھ وقت کے لئے ہمارے ساتھ رہتے ہیں، جیسے آفس میں ساتھ کام کرنے والے یا کاروبار اور ملازمت میں ساتھ رہنے والے ہیں۔ تیسرے وہ بھی پڑوسی ہیں جو سفر میں کچھ وقفہ کے لئے ساتھ ہوتے ہیں، وہ بھی اتنے وقت کے لئے پڑوسی ہوتے ہیں۔ قرآن کی مذکورہ آیت میں ایسے تمام پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے پڑوسی کو تکلیف پہنچانے سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاکید فرمائی کہ پڑوسی کے ساتھ رشتہ محبت استوار کرنے کے لئے ان کے گھر میں کھانے پینے کے سامان بھیجا کرو۔ آپ ﷺ نے خواتین کو تاکید فرمائی کہ اگر پڑوسی کے یہاں سے کوئی چھوٹا موٹا سامان آئے تو اسے بھی خوش دلی سے قبول کرو اور حقارت سے واپس نہ کرو، کہ اس سے دل شکنی ہوتی ہے اور تعلقات کشیدہ ہوتے ہیں۔ ایسے شخص کو سخت سزا کا مستوجب قرار دیا گیا جو اپنے پڑوسی کی بیوی پر بری نظر ڈالتا ہو۔ پڑوسی کے آرام وراحت اور اس کے ساتھ حسن تعلق کو اس قدر اہمیت دی گئی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خدا کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتا، خدا کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتا، خدا کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتا، (تین بار فرمایا) صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کون مومن نہیں ہوسکتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو''۔ پڑوسیوں کے حقوق کی اتنی تاکید ہوا کرتی تھی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے پڑوسی کے تعلق سے فرشتہ جبریل اس قدر تاکید کرتے تھے کہ مجھے اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں پڑوسی کو میراث میں حصہ دار نہ بنا دیا جائے۔ دیکھئے یہ ہے پڑوسی کی اہمیت کہ خود رسول خدا ﷺ کو ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ جس طرح قرابت دار اور قریبی رشتہ دار کسی شخص کی میراث میں حصہ پاتے ہیں، یہی حیثیت پڑوسی کو حاصل ہو جائے گی کہ وہ قریبی رشتہ دار کی طرح میراث میں حصہ پانے کا حقدار ہو جائے گا۔

یہ خاندان کا وہ پورا ڈھانچہ ہے جس کو اسلام نے بہت ہی حسین، مستحکم اور متوازن بنایا ہے، یہ ایسا شجر طوبی ہے جس کی جڑیں بھی پیوست ہیں، جس کے تنے بھی مضبوط ہیں، جس کی شاخیں بھی سرسبز وشاداب ہیں، اور جس کا سایہ ایسا حسین، خوشگوار اور گھنیرا ہے کہ اس کے تلے چلنے والی آرام وراحت، محبت والفت، امن وسکون اور ہمدردی وایثار کی باد بہاری ہر فرد خاندان کے مشام جان کو معطر کر دیتی ہے۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا مطلوب خاندانی نظام

پروفیسر محسن عثمانی ندوی ☆

اسلام جس مثالی معاشرے کو عام کرنا چاہتا ہے وہ اعلی درجہ کا صالح معاشرہ ہے، اور ہر معاشرہ کی سب سے اہم اکائی خاندانی نظام کی ہوتی ہے، اگر خاندانی نظام صالح اور مصلح اور صحت مند اقدار کا آئینہ دار ہے تو ایسے خاندانوں سے مل کر جو معاشرہ تیار ہوگا، وہ صلاح وفلاح کا ضامن ہوگا، صالح اقدار کی چمک سے روشن ہوگا، خاندانی نظام کے لئے اسلام کا معیاری مطلوب کیا ہے؟ اس کو جاننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم خاندانی نظام کے عناصر اربعہ کو سمجھ لیں اور ان میں سے ہر ایک عنصر کے بارے میں اسلام کی جو رہنمائی ہے وہ ذہن میں رکھیں، اس سے ہمیں یہ اندازہ ہوجائے گا کہ اسلام کا مطلوب خاندانی نظام کیا ہے؟، صالح خاندانی نظام کے عناصر اربعہ حسب ذیل ہیں:

۱- خاندانی نظام کی ایک اہم بنیاد شوہر ہے، وہ خاندانی زندگی کا سربراہ ہوتا ہے، جس طرح سے کسی قوم کا کوئی سربراہ ہوتا ہے اور اس سربراہ پر قوم کی ترقی واستحکام کی ذمہ داری ہوتی ہے، اسی طرح سے شوہر بھی خاندان کا سربراہ ہوتا ہے، اور خاندانی زندگی کے استحکام اور خوشگواری کی سب سے زیادہ ذمہ داری اسی پر عائد ہوتی ہے، شوہر کی اس حیثیت کو قرآن مجید میں ان الفاظ میں واضح کیا ہے: "الرجال قوامون علی النساء" (مرد عورتوں پر قوام ہیں)، قوام اس شخص کو کہتے ہیں جو ادارہ کے نظم کو ٹھیک ٹھیک چلائے، درست رکھے، اور ضروریات فراہم کرنے کا ذمہ دار

☆ سابق صدر شعبہ عربی، EFL یونیورسٹی، حیدرآباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے، چونکہ اللہ تعالی نے مرد کو اور شوہر کو سربراہ اور نگراں کی حیثیت دی ہے، اس لئے اس کو اس کام کے لئے موزوں صلاحیتوں اور توانائیوں سے بھی نوازا ہے، یورپ نے جب اس حقیقت کو نظر انداز کیا اور مرد کی قوامیت کو ختم کیا اور آزادی نسواں کی تحریک چلائی تو وہاں کا خاندانی نظام درہم برہم ہو گیا، آج یورپ اور امریکہ کے حالات سے جو لوگ واقف ہیں یا وہاں رہ چکے ہیں وہ اس بات کے شاہد ہیں کہ مشرق میں خاندانی نظام میں جو مسرت و آسودگی، اطمینان اور استحکام پایا جاتا ہے وہ وہاں نہیں پایا جاتا، وہاں خاندانی نظام کا شیرازہ بکھر چکا ہے، وہ نہ کوئی سرپرست ہے اور نہ ماتحت، بچے بھی آزاد، والدین بھی آزاد، سکون و آسودگی سے سب محروم، نہ وہاں شوہر کو اپنے گھر کو راحت کدہ اور سکون و مسرت و نشاط کی جگہ بنانے کی فکر ہے، اور نہ بیوی اپنے شوہر کی وفادار اور نہ اس کا خوش دلی سے استقبال کرنے والی، اس گھر کو آراستہ کرنے والی، اور بچوں کی تربیت کرنے والی۔

۲-اسلام کے مطلوب خاندانی نظام میں دوسرے اہم عنصر کی حیثیت بیوی کی ہے، وہ گھر کی ملکہ بھی ہے، بچوں کی ماں اور ان کی دینی و اخلاقی تربیت کی نگراں بھی ہے، اسی سے گھر کی زینت ہے، اسی سے خاندانی نظام کی رونق ہے، اسی سے خاندانی نظام کی بہار اور نکھار ہے، وہ اگر اللہ تعالی کے دیئے ہوئے احکام کو پورا کرتی ہے تو گھر جنت کا نمونہ ہوتا ہے، بیوی اور عورت کی ذمہ داری کے بارے میں قرآن میں ہے:"**فالصالحات قانتات حافظات للغیب بما حفظ اللہ**"(النساء/ ۳۴)(نیک بیویاں شوہروں کی اطاعت گذار اور مردوں کے پیچھے اللہ کی حفاظت و نگرانی میں ان کے حقوق و امانتوں کی حفاظت کرنے والی ہیں)۔

بخاری اور مسلم کی حدیث ہے:(عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگراں ہے اور اس سے ان افراد کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی جن پر وہ نگراں رہی ہے)۔

قرآن مجید میں آیا ہے:"**واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمۃ**"(الاحزاب:۳۴)(یاد رکھو اللہ کی ان آیات و حکمت کی ان باتوں کو جو تمہارے گھروں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سنائی جاتی ہیں)۔

حضور ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا:

''بہترین بیوی وہ ہے کہ جب تم اسے دیکھو تو تمہارا جی خوش ہو جائے، جب تم اسے کسی بات کا حکم دو تو وہ خوش دلی سے اطاعت کرے، اور جب تم گھر میں موجود نہ ہو تو وہ تمہارے پیچھے تمہارے مال واسباب اور اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرے''۔

قرآن کی ان آیات سے اور احادیث سے ایک عورت کی جو بیوی ہو ذمہ داریاں معلوم کی جاسکتی ہیں، ایک صالح اور وفا شعار اور اپنی ذمہ داریوں سے واقف بیوی ہی ایک اچھی ماں بن سکتی ہے اور وہ شفقت ومحبت کے ساتھ بچوں کی تربیت اور پرورش کا کام انجام دے سکتی ہے، ان اولاد کے لئے مثالی ماں بن سکتی ہے، اور گھر روکش فردوس اور دین کا سرچشمہ اور اخلاقی اقدار کا مرکز بن سکتا ہے، ایسے مرد اور ایسی بیوی کی موجودگی سے ایک گھر صرف عشرت کدہ اور راحت وآسائش کا گہوارہ ہی نہیں، بلکہ اسلامی تہذیب کا مرکز بھی ہوگا اور پھر ایسے شوہر و بیوی کی موجودگی اس بات کی ضمانت ہوگی کہ گھر میں جو نسل تربیت پائے گی وہ بھی دین سے واقف، دین پر عامل اور اصلاح وتہذیب کا نمونہ ہوگی۔

۳-اسلام کے مطلوب خاندانی نظام کا تیسرا عنصر اولاد ہے، اولاد انسان کی آرزوؤں کا ثمرہ اور انسانی نسل کی بقاء اور تسلسل کی علامت ہے، اگر والدین کی تربیت کے پنجے میں اولاد صالح اور فرماں بردار ہے تو پھر ان سے ماں وباپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کا سکون ہوگا، صالح اولاد صدقہ جاریہ کے حکم میں ہیں، ماں باپ کے بڑھاپے کے زمانے میں صالح اولاد ان کی خدمت و آرام کا ذریعہ ہے، ایک بار نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا ماں وباپ کے وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ نیک سلوک کی کوشش ہوسکتی ہے، آپ ﷺ نے جواب دیا کہ چار طریقوں سے مرنے کے بعد حسن سلوک کیا جاسکتا ہے (۱) والدین کے لئے دعا واستغفار (۲) ان کے معاہدوں اور وصیتوں کو پورا کرنا (۳) ماں باپ کے دوستوں کی خاطر داری (۴) ان لوگوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ صلہ رحمی کرنا جو ماں و باپ کے واسطے سے تمہارے رشتہ دار ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''والدین اپنی اولاد کو جو سب سے بہتر تحفہ دے سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ اسے دینی تعلیم اور تہذیب سکھائیں''۔

اللہ تعالی نے اولاد کے لئے جو تعلیم دی ہے اور جو ان کی ذمہ داری بتائی ہے وہ یہ ہے کہ (ترجمہ) آپ کے رب نے فیصلہ کرلیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اس کی، والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، اگر تمہارے پاس کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو، اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو، اور دعا کیا کرو کہ پروردگار ان پر رحم فرما، جس طرح انہوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا'' (بنی اسرائیل/ ۲۳-۲۴)۔

۴-اسلام کے مطلوب خاندانی نظام کا چوتھا عنصر والدین ہیں، والدین کے سلسلے میں کچھ اسلامی احکام کا تذکرہ تیسرے عنصر اولاد کے ذکر میں آ گیا ہے، والدین کا مقام اتنا اونچا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی رضا والدین کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے'' (ترمذی)۔

حضرت ابوامامہؓ کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: والدین ہی تمہاری جنت و دوزخ ہیں (ابن ماجہ)۔

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ آدمی ذلیل ہو، پھر ذلیل ہو، پھر ذلیل ہو، لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کون آدمی؟ فرمایا: وہ آدمی جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، یا دونوں میں سے کسی ایک کو پایا، اور پھر ان کی خدمت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر کے جنت میں داخل نہ ہوا'' (مسلم)۔

ان سب احادیث سے اور قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں و باپ کی حیثیت خاندانی نظام کے فلک میں شمس وقمر کی ہے، اور اولاد کی حیثیت ستاروں کی ہے، اگر اسلام کے معیار مطلوب کے مطابق شوہر اور بیوی اولاد دین پر عامل ہو اور ماں و باپ کی فرماں بردار ہے تو پھر خاندان میں خوار یوسف کی طلعت افروزی بھی ہوگی اور مہتاب چہارم کی جلوہ آرائی بھی ہوگی اور ستاروں کی بزم بھی آراستہ ہوگی، اور پھر نور سے پر امن معاشرہ منور اور عطر بیز ہو جائے گا۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ازدواجی زندگی میں خواتین کے مسائل کے حل کے لئے فقہی تدابیر

قاضی عبدالجلیل قاسمی☆

الحمد لله رب العلمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين .

قرآن پاک میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں بالخصوص شخصی وخاندانی زندگی سے متعلق احکام وقوانین اور اصول وضوابط بیان کئے گئے ہیں۔اس لئے کہ دین اسلام قرآن وسنت نبویؐ کے ذریعہ شخصی اور خاندانی معاملات مثلاً نکاح، طلاق، رضاعت، عدت، مہر، نان ونفقہ، خلع، وراثت، وصیت، تعدداز دواج، شوہر وبیوی کے حقوق، وغیرہ کے مسائل کے بارے میں تفصیل سے احکام وقوانین پیش کرتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ آزادی نسواں اور مساوات مرد وزن کے پرفریب نعروں کے ساتھ مغرب نے عریانیت اور فحاشی سے لبریز کلچر کو فروغ دیا۔ جو کلچر آج اس کے گلے کی ہڈی بن چکا ہے۔ یورپین کلچر اور عائلی قوانین نے امریکہ اور یورپ کے لئے ایسے سنگین مسائل کھڑے کئے ہیں جن کا حل تلاش کرنے سے امریکہ اور یورپ کے بڑے بڑے اہل فکر اور دانشور عاجز ہیں۔ وہاں کا فیملی سسٹم تباہ ہورہا ہے، خاندانی نظام کی پسلیاں ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر رہی ہیں۔

ان حالات میں دین حق کے حاملین کی اہم ترین ذمہ داری ہے کہ دنیا کے سامنے

☆ قاضی شریعت، مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ، پھلواری شریف پٹنہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا نظام رحمت پوری جرأت، دانشمندی اور حکمت کے ساتھ پیش کریں اور یہ حقیقت پوری طرح واضح کریں کہ یورپ کی غیر انسانی تہذیب اور خود ساختہ غیر فطری عائلی قوانین نے دنیا کو تباہی کے جس دہانے پر لا کھڑا کیا ہے اس سے نجات کا واحد راستہ اسلامی تعلیمات اور اسلامی قوانین پر عمل کرنا ہے۔

زیر بحث مقالہ کا عنوان ''ازدواجی زندگی میں خواتین کے مسائل اور فقہی تدابیر'' بڑی تفصیل کا متقاضی ہے۔ آج ازدواجی زندگی میں خواتین کو درپیش مسائل بہت سے ایسے ہیں جو زمانہ کی مصنوعی پیداوار اور دین بیزار لوگوں کی ایجاد ہیں، چنانچہ آج معاشرہ میں خاندانی نظام اور ٹوٹتے ہوئے گھروں کا غیر جانب دارانہ جائزہ لیا جائے تو یہ بات کہنے میں ذرا بھی باک نہیں ہوگا کہ کل تک جب خاتون زینت خانہ تھیں ان کو عزت و تقدس اور عظمت و پاکیزگی حاصل تھی۔ لیکن جب وہ رونق بازار اور شمع محفل بننے لگیں تو پھر تقدس کی جگہ ہولناکی اور عظمت کی جگہ ذلت نے اپنا گھر بسالیا۔ ماضی میں جب تک شوہر کی فرمانبردار اور معاشرہ کے لئے ایک باحجاب اور باکردار خاتون تھیں تو سب کے لئے نمونہ اور آئینہ عمل تھیں، مگر جب فرمانبرداری، ناگواری میں تبدیل ہونے لگی اور حجاب کی جگہ برہنگی نے اپنا قبضہ جمایا تو وہ شوہر کے لئے ناقابل برداشت اور سماج کیلئے متاع کوچہ و بازار بن کر رہ گئیں۔

خاندانی نظام کو انسانی زندگی میں جہاں ایک وقار اور اعتبار حاصل ہے وہیں یہ انسانی سماج کی تعمیر و تشکیل میں ایک اہم بنیادی حیثیت کا حامل بھی ہے۔ اگر اس نظام میں کہیں خلل وفساد آتا ہے تو اس کا مطلب براہ راست ہوتا ہے کہ انسانی سماج میں بگاڑ و فساد آگیا ہے، جس کا سب سے پہلا نشانہ اور شکار آج کے عہد میں زوجین بنتے ہیں۔

مذکورہ مسائل کا حل ہمیں قرآن وسنت اور فقہائے امت کے اقوال میں تلاش کرنا ہے۔ چنانچہ سب سے بڑی خرابی اور بگاڑ کی جو وجہ آج ہمیں نظر آتی ہے وہ ہے ''مصنوعی ضروریات اور اس کی تکمیل کے لئے غیر شرعی و غیر فطری راستے کا انتخاب'' آج نام نہاد ترقی کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام پر عورتوں کو ''معیار زندگی'' کا ایک سنہرا سا نعرہ دیدیا گیا ہے، جس کی تکمیل کے لئے جہاں وہ شوہر کی اجازت تو دور خود فطری حسن کی ضمانت حجاب و پردہ کو بھی وہ بالائے طاق رکھ دیتی ہیں۔ کام کاج کے لئے ایسے اداروں کا انتخاب ہوتا ہے جہاں کارکنان میں تمام مرد ہوتے ہیں اور حد تو یہ ہے کہ ڈیوٹی کا وقت کبھی دن تو کبھی رات کو رکھا جاتا ہے، جہاں سے زن وشو کے درمیان جھگڑے کی ابتدا ہوتی ہے۔

مصنوعی ضروریات:

جہاں ضروری لوازمات کے ساتھ صرف شوہر کی کمائی کے ذریعہ سادہ زندگی سے کام چل سکتا ہے وہاں غیر ضروری خرافات کی تکمیل کے لئے عورتوں کا ملازمت سے جڑنا اور پھر انتظام وانصرام کرنا مثلاً جو چیزیں عام بازاروں سے بھی مل سکتی ہیں۔ ان کو برانڈیڈ کمپنیوں سے ہی حاصل کرنا، ایک فریج کی جگہ ہر روم میں الگ فریج کا انتظام، ایک ریڈیو کی جگہ مہنگی مہنگی ڈیک اور ساؤنڈ باکس، ایک کمپیوٹر کی جگہ مزید کمپیوٹر و لیپ ٹاپ، چند ضروری لباسوں کی جگہ برانڈیڈ کمپنیوں وفیشن ایبل لباسوں کی بھرمار، گھر میں سادہ کھانا کی جگہ ہوٹل کی پر تکلف ڈشیں الغرض وہ تمام غیر ضروری سامان ولوازمات جو یقیناً اسراف میں داخل ہیں اور محض دوسروں کی دیکھا دیکھی کا نتیجہ ہوتی ہیں، وہ سب مصنوعی ضروریات میں داخل ہیں جن سے قرآن کریم میں سختی سے روکا گیا ہے اور ان کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں ہے:-

إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين وكان الشيطان لربه كفورا (السورۃ ۱۷/الآیۃ ۲۷)

(فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے)۔

علامہ آلوسیؒ رقم کرتے ہیں:

أى انهم أصدقاهم وأتباعهم فيما ذكر من التبذير والصرف فى المعاصى فإنهم كانوا ينحرون الإبل ويتياسرون عليها ويبذرون أموالهم فى

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السمعة وسائر مالاخير فيه من المناهي والملاهي (روح المعانی۹/۹۰)۔

(مذکورہ فضول خرچی میں یہ فضول خرچ افراد شیطان کے دوست اور اسی کے پیروکار ہیں اور اپنے اموال کو گناہ کے کاموں میں لگاتے ہیں۔ کیونکہ ان کا عمل بھی یہ ہے کہ اونٹوں کو ذبح کر کے اس کو جوکے طور پر استعمال کرتے ہیں اور ریاکاری میں اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں اور ایسی ایسی خرافات ومنہیات میں مال صرف کرتے ہیں جس میں بھلائی کا کوئی گذر نہیں)۔

علامہ قرطبیؒ رقم کرتے ہیں:

وقوله "إخوان "يعنى أنهم فى حكمهم إذ المبذر ساع فى إفساد كالشياطين أو أنهم يفعلون ماتسول لهم أنفسهم أو يقرنون بهم غداً فى النار ..... الثالثة من أنفق ماله فى الشهوات زائداً على قدر الحاجات وعرضه بذلک للنفاء فهو مبذر (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی:۹-۱۰/۱۶۲)۔

ظاہر سی بات ہے جب قرآن کریم نے ان جیسی منمانی ضروریات کو عمل شیطانی سے تعبیر کیا ہے تو اس کے ممنوع ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے لہذا سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان جیسی نامعقول ضروریات کی قباحت کو عیاں کیا جائے اور ان کی فقہی وقانونی حیثیت بھی لوگوں کے سامنے لائی جائے۔ چنانچہ علامہ طحطاویؒ رقم کرتے ہیں:

الإسراف :العمل فوق الحاجة الشرعية فى فتاوى الحجر يكره صب الماء فى الوضوء زيادة على العدد والقدر المعهود لماورد فى الخبرشرار أمتى الذين يسرفون فى صب الماء (حاشیۃ الطحطاوی:۸۰)۔

(فقہاء نے اسراف کا ایک وسیع دائرہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ چنانچہ جب وضو جو عبادت کا ذریعہ ہے اس میں قدر ضرورت اور قدر مسنون سے زائد اسراف ہے تو عام ضرورت کی چیزیں قدر حاجت سے زائد بدرجہ اولی اسراف میں داخل ہوں گی اور وہ ممنوع ٹھہریں گی)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے لئے اہم نمونہ:

گذران زندگی کے واسطے جب حضرت نبی اکرمؐ سے بی بی ہندہؓ نے یہ عرض کیا کہ کیا میں اپنے شوہر ابوسفیانؓ کی جیب سے ضروری اخراجات کے لئے خرچ کرنے کو دراہم لے سکتی ہوں؟ کیونکہ وہ بخیل ہیں کھل کر دیتے نہیں! تو آپؐ نے جو کہا تھا اس کو ہم سمجھیں اور نمونہ عمل بنائیں، آپؐ نے یہ نہیں کہا کہ تم بھی کوئی کام کاج کرلو؛ بلکہ آپؐ نے یہ فرمایا کہ اتنا لے سکتی ہو جو تمہارے اور بچوں کے لئے کافی ہوجائے۔ (بخاری شریف: ۸۸/۲)

مذکورہ باتیں اس پر دال ہیں کہ ''مصنوعی ضروریات'' یا ''اسراف'' جہاں یہ محض دوسروں کی دیکھا دیکھی کا نتیجہ اور شیطانی عمل ہے وہیں فقہاء کی نگاہ میں ناپسندیدہ بھی ہے۔ اس لئے اس سے گریز بہرصورت لازم اور ضروری ہے۔

تاہم معیار زندگی بلند کرنے کے واسطے عورتوں کا ملازمت سے جڑنا یہ بھی آج اسلامی معاشرہ میں اہم اور نازک مسئلہ بن گیا ہے اور عورتوں کا بے محابا بلا کسی روک ٹوک واجازت ہر طرح کی ملازمت میں ان کے وجود کو لازم سمجھا جارہا ہے۔ اگر ہم مصنوعی ضروریات کو نظر انداز کردیں تو عورت کو اپنے ضروری نفقہ کے لئے کمانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی پیدائش کے بعد اس کا نفقہ اس کے والد کے ذمہ رہتا ہے۔ بالغہ ہونے کے بعد بھی جب تک اس کی شادی نہ ہوجائے اس کا نفقہ اس کے والد پر واجب ہوگا۔ شادی کے بعد اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہوجاتا ہے۔ اگر شوہر کا انتقال ہوجائے یا وہ طلاق دیدے تو اس کا نفقہ اگر اس کے لڑکے ہوں تو ان پر ہوگا۔ ورنہ والد پر ہوگا، یا اس کے دوسرے رشتہ داروں پر ہوگا جن کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے اگر کوئی ایسا رشتہ دار نہ ہو جو نفقہ دے سکے تو بیت المال پر ہوگا۔

اگر بیت المال کا نظام نہ ہو جیسا کہ آج کل ان ممالک میں ہے جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں یا بیت المال کا نظام تو ہو لیکن وہ محتاج عورتوں کی ضروریات کے پورا کرنے سے قاصر ہو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ میں ہے۔تو اس وقت عورت اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے آمدنی کا کوئی ذریعہ اختیار کرسکتی ہے۔اسی میں ملازمت بھی داخل ہے۔

ولی کی اجازت اہم ہے:

قرآن کریم نے سورہ بقرہ آیت ۲۳۳ میں ''**وإن أردتم أن تسترضعوا أولادكم فلا جنا ح عليكم إذا سلمتم ما اٰتيتم بالمعروف**'' کہ کرعورتوں کودایہ کا پیشہ اختیار کرنے کا مجاز بنایا ہے،وہیں ''**وقرن فی بيوتكن ولاتبرجن تبرج الجاهلية الأولى**'' (سورۃ الاحزاب) کے اندر گھروں میں رہنے کا پابند بھی کیا ہے۔

چنانچہ علامہ قرطبیؒ نے الجامع لاحکام القرآن میں یہ رقم کیا ہے:-

''**قوله ''إن أردتم أن تستر ضعوا''قلت وعلى هذا يكون فى الآية دليل على جواز اتخاذ الظئر إذا اتفق الآباء والأمهات على ذلک**''(۳-۴/۱۱۴)۔

کہ یہ آیت دلیل ہے ان لوگوں کے لئے جوعورتوں کو بطور دایہ اجرت پر رکھنا چاہتے ہیں۔ظاہر سی بات ہے مفسرین کے ضابطہ ''**العبرة للعموم**''کے مطابق عورتیں دایہ سے بھی ہٹ کر دیگر صنعت وحرفت یا پیشہ وغیرہ باپردہ ہوکر اختیار کرسکتی ہیں۔اس میں کوئی قباحت نہیں۔

پردہ کی ضرورت:

تاہم جہاں اس کا پیشہ فتنہ گری، بے حیائی یا بدقماشی کا سبب بنے گا وہاں یہ ''**وقرن فی بيوتكن**'' کے تحت ان کو گھر میں ہی بیٹھے رہنا ہوگا کیونکہ اب عزت کو ہی صنعت وحرفت پر ترجیح ملیگی۔چنانچہ فقہاء نے جو ضابطے مقرر کئے ہیں۔ان کو اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ عزت وناموس کی حفاظت شریعت میں ہر چیز پر مقدم ہے۔چنانچہ نماز میں بھی عورتوں کے لئے پردہ اور تستر کو سامنے رکھتے ہوئے گھر میں نماز ادا کرنے کو افضل کہا گیا۔روایت میں ہے:

عن عبد الله ابن مسعودؓ عن النبی ﷺ قال: صلوة المرأة فی بيتها

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أفضل من صلاتها فی حجرتها، وصلاتها فی مخدعها أفضل من صلاتها فی بیتها (أبوداؤد:۱/ ۸۴)۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کی نماز ان کے اندرونی کمروں میں زیادہ افضل ہے بمقابلہ گھر صحن کے اور اندرونی گھروں کے مقابلہ بالکل اندر کسی کونے میں زیادہ افضل وبہتر ہے۔

علامہ خلیل احمد سہارنپوریؒ اپنی مایہ ناز شرح بذل المجہود میں اس کی حکمت کو تحریر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

لأن مبنی أمرها علی التستر (**بذل المجهود**: ۱/ ۳۶۴) کہ اس طرح کی کیفیت کا حکم دینے کی بنیاد پورے طور سے پردہ میں عورتوں کے رہنے کا پابند بنانا ہے۔

تاہم مذکورہ اجازت کے ساتھ ایک اہم شرط ولی یا شوہر کی اجازت بھی ہے جسے آج کل نظر انداز کئے جانے پر بھی طرح طرح کے مسائل جنم لیتے ہیں حالانکہ شریعت میں عورتوں کو کمائی کے عمل سے فارغ کر کے کمائی کے وقت ان کو اذن ولی، یا اذن زوج کا پابند کیا ہے؛ چنانچہ اگر کوئی عورت کہیں کام کاج کرنے لگے اور شوہر کی اجازت نہ لے تو فقہاء یہ حکم بتاتے ہیں کہ وہ جب تک کام پر رہے گی نفقہ کی مستحق نہ ہوگی؛ اس لئے کہ جتنی دیر بلا اجازت کام میں لگے گی ظاہر ہے کہ وہ اپنے آپ کو سپرد کرنے سے باز رہے گی جس کو فقہاء ''حق احتباس'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ البحر الرائق میں علامہ ابن نجیم مصریؒ رقم کرتے ہیں:

لکن ذکر فی المجتبی:وإذا سلمت نفسها بالنهار دون اللیل أو علی عکسها لا تستحق النفقةلأن التسلیم ناقص،قلت:وبهذا عرف جواب فی واقعة زماننا بأنه إذا تزوج من المحترفات التی تکون عامة النهار فی الکارخانه واللیل مع الزوج لانفقة لها (البحر الرائق: ۴/ ۳۰۵)۔

یعنی جب پیشہ ور خواتین سے شادی کر لی اور وہ دن کا پورا حصہ کارخانہ میں ہی لگاتی ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف رات شوہر کے ساتھ رہتی ہے تو یہ سپردگی ناقص ہے جس کی بنیاد پر اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔

مذکورہ بالا باتوں کے علاوہ آج معاشرہ میں زوجین کے مابین تنازع کا ایک اہم سبب عورتوں کے حقوق کی رعایت نہ کرنا بھی ہے؛ چنانچہ عام طور پر شوہر حضرات اپنی بیویوں کو اپنی مملوکہ سمجھ کر قدرت کے باوجود نہ تو ان کے لئے اچھے رہائش کا نظم کرتے ہیں اور نہ ہی اچھے لباس و پوشاک کا انتظام جس کی بنیاد پر عورتیں اپنے حقوق کے تئیں حساس بن کر مسائل کھڑا کر دیتی ہیں؛ جبکہ قرآن میں دوٹوک انداز میں کہا گیا ہے تمہارے اوپر بھی تمہاری بیویوں کے حقوق اسی طرح ہیں جس طرح کے تمہارے حقوق ان پر ہیں۔ سورہ بقرہ میں ہے: "**ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف**" (بقرہ:۲۲۸)۔

چنانچہ "**وعاشروهن بالمعروف**" (النساء:۱۹) کی تفسیر میں علامہ قرطبیؒ رقم کرتے ہیں:

"**واستدل علمائنا بقوله تعالى "وعاشروهن"على أن المرأة إذاكانت لايكفيها خادم واحد أن عليه أن يخدمها قدر كفايتها ۔وقال الشافعى وابو حنيفة: لايلزمه الاخادم واحد۔**" (القرطبی:۵-۶/۶۵) یعنی کہ بیوی کے لئے شوہر خادم کا نظم کرے اگر ایک کافی نہ ہو تو دوسرا بھی رکھے۔ تاہم ابوحنیفہؒ و امام شافعیؒ حضرات ایک ہی کو کافی قرار دیتے ہیں۔

اسی طرح سے جب ایک سے زائد بیوی ہو تو ہر ایک کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرے، کسی ایک کے سامنے دوسری سے اپنی محبت کا اس طرح اظہار نہ کرے کہ اس کی دل شکنی ہو چنانچہ "**ولن تستطيعوا أن تعدلوا بين النساء ولو حرصتم فلا تميلوا كل الميل**" کی تفسیر میں علامہ ابوبکر جصاص رازیؒ احکام القرآن میں نقل کرتے ہیں:

فجعل من حقها عليه ترک اظهار الميل إلى غيرها (أحكام القرآن للجصاص:۱/۴۵۳)۔

آگے رقم کرتے ہیں کہ ایک سے زائد کی صورت میں سب کے ساتھ مساویانہ سلوک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برتتے حتی کہ شب گزاری میں بھی۔تا کہ کسی کے دل میں نفرت وحسد کی چنگاری نہ سلگنے پائے اور گھر برباد نہ ہو۔

"وقد دل ذلک علی أن من حقها القسم بینها وبین سائر نسائه (احکام القرآن للجصاص:۱/ ۴۵۳)۔

آخر میں ایک اہم بات آج کے بھاگتے دوڑتے تیز رفتار زندگی کے حوالے سے یہ تحریر کرنا ہے کہ جہاں کمائی کی خاطر انسان ایک مشین بن کر رہ گیا ہے وہیں وہ اعصابی طور پر اتنا کمزور وکھوکھلا ہو چکا ہے کہ اپنی بہت سی ضروریات سے منہ موڑنے پر آمادہ وتیار نظر آتا ہے؛ چنانچہ جو لوگ صبح سے شام اور پھر رات تک اپنے کاموں میں لگے ہوتے ہیں ان کی بیویوں کے حقوق شبانہ متاثر ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں عورتیں چڑچڑاپن کا شکار ہوجاتی ہیں۔اور کبھی کبھی یہ چڑچڑاپن بہت ہی باغیانہ وعیاشانہ راہ اختیار کرلیتی ہے۔اس لئے اس امر پہ بھی قرآن نے پورے طور سے واضح انداز میں حکم دیا ہے کہ ان کی فطری خواہشوں کی تکمیل بھی شوہر حضرات کریں۔علامہ ابوبکر جصاص رازیؒ تحریر کرتے ہیں:

"ویدل علیه أن علیه وطأها لقوله تعالی (فتذروها کالمعلقة) (النساء: ۱۲۹) (أحکام القرآن:۱/ ۴۵۳) یعنی بیویوں کے حقوق شبانہ لازماً ادا کرے۔

بیوی کے حقوق کی رعایت اس قدر کی گئی ہے کہ کوئی شخص رات دن عبادت میں مصروف رہے دن کو روزے رکھے رات بھر نفل نماز ہی ادا کرتا رہے، جس کی وجہ سے بیوی کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی ہوجائے تو اس کو شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ قرار نہیں دیا گیا ہے چنانچہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک عورت آئی اور اس نے اپنے شوہر کے عدم اداء حقوق زوجیت کے متعلق ان الفاظ میں استغاثہ کیا: یا امیر المؤمنین ! إن زوجی یصوم النهار ویقوم اللیل وانا اکره ان اشکوه (اے امیر المؤمنین! میرا شوہر دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات بھر خدا کی عبادت کرتا ہے اور میں اپنے شوہر کی شکایت کرنے کو برا سمجھتی ہوں)۔حضرت عمرؓ نے سن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرفرمایا: **نعم الرجل ذلک** (تمہاراشوہر بڑااچھا آدمی ہے)۔عورت نے یہ سن کر پھر اپنی بات دہرائی،حضرت عمرؓ نے پھروہی جواب دیااور کچھ مزید بات نہیں فرمائی۔حضرت کعب بن سورؓ نے جوحضرت عمرؓ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہا: **یا امیر المؤمنین! انها تشکو زوجها فی هجره فراشها** (یہ عورت اپنے شوہر کے عدم اداءحقوق زوجیت کی شکایت کررہی ہے) تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: **کما فهمت اشارتها فاحکم بینهما** (جس طرح تم نے اس کے اشارہ کی بات کو سمجھا ہے تم ہی دونوں کے درمیان فیصلہ کرو)۔حضرت کعبؓ نے اس کے شوہر کو بلوایا،جب وہ آیا تو عورت سے کہا کہ تم کیا کہتی ہے؟ تو اس عورت نے یہ شعر پڑھا۔جس کا ترجمہ ہے: اے عقلمند قاضی! میرے رفیق جناب (شوہر) کو میرے بستر سے ان کی مسجد نے غافل کر رکھا ہے ۔آپ ان کو ہدایت کیجئے۔ ان کی عبادت نے ان کو میرے ساتھ سونے سے بیزار کردیا ہے۔اوروہ ان کو رات دن کسی وقت سونے نہیں دیتی ہے۔عورتوں کے حق میں ان کو لائق ستائش نہیں سمجھتی ہوں۔حضرت کعبؓ نے اس کے شوہر سے کہا: تم اس کے جواب میں کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے اپنا جواب شعر ہی میں دیا: مجھ کو عبادت نے اپنی بیوی کے بستر اور اس کی مچھر دانی کے اندر جانے سے روک دیا ہے؛ اوراب میں ایسا آدمی ہوں جس کو ان آیتوں نے جو سورہ نمل اور سبع طوال میں نازل ہوئی ہیں مدہوش کردیا ہے۔

اس جواب کو سننے کے بعد حضرت کعبؓ نے بھی اپنا فیصلہ دیا، اور اس کو حکم دیا کہ مجامعت عورت کا حق ہے تم اس سے چار شب میں ایک شب ضرور ملا کرو، اور اپنے حیلوں سے باز آؤ۔اس فیصلہ کو سن کر حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ یہ فیصلہ تم نے کس بنیاد پر کیا تو حضرت کعبؓ نے جواب دیا: یہ اس لئے کہ اللہ تعالی نے آزاد مرد کے لئے چار بیویوں کو مباح قرار دیا ہے۔لہذا ہر ایک بیوی کے حق میں ایک دن اور ایک رات ہے اور ہر رات چوتھی رات ہوگی۔حضرت کعبؓ کے اس جواب کو سن کر حضرت عمرؓ بہت مسرور ہوئے اور ان کو بصرہ کا قاضی بنادیا۔واللہ اعلم

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشترکہ خاندانی نظام-فوائداورنقصانات

سیداحمدومیض ندوی☆

خاندان،آغازاورتاریخی پس منظر

انسان کو دیگر جانداروں سے ممتاز کرنے والی منجملہ خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت اجتماعیت ہے۔ انسان مدنی الطبع واقع ہوا ہے۔ وہ دیگر حیوانات کی طرح اپنے خاندان،معاشرہ اورسماج سے کٹ کرتنہا زندگی نہیں گزارسکتا۔خلاقِ کائنات نے حضرتِ انسان کی تخلیق ہی کچھ اس انداز سے فرمائی ہے کہ وہ قدم قدم پر اپنے جیسے دوسرے انسانوں کا محتاج ہے۔غذا،لباس،مکان اور دیگرضروریات کی تکمیل دوسرے افرادِ انسانی کے بغیرنہیں کرسکتا۔ آپسی تعاون انسانی زندگی کی ایک ایسی ناگزیرضرورت ہے کہ اس کے بغیر ایک قدم بھی آگے بڑھایانہیں جاسکتا۔پھرخونی رشتہ کے اعتبار سے جس سے جتنا گہرا تعلق ہوتا ہے انسان اس کا اتنا ہی زیادہ محتاج ہوتا ہے۔دنیامیں قدم رکھنے والے کمزورو ناتواں نومولودکوسب سے زیادہ ماں کی احتیاج ہوتی ہے۔قدم قدم پر ماں اس کے لیے سایۂ رحمت ثابت ہوتی ہے۔شیرخوار کے لیے ماں کے بغیر چند گھنٹے بھی گراں گزرتے ہیں،ماں کے بعدتعلق اورضروریات کی تکمیل کے اعتبار سے باپ کانمبرآتا ہے،باپ اپنی بے پناہ شفقتِ پدری کے سبب بچہ کی ہرضرورت کی تکمیل کرتا ہے۔پیداہونے والا بےشعور بچہ روزِاول سے ماں باپ سے مانوس رہتا ہے،اس کے بعد جوں جوں عمر بڑھتی رہتی ہے بھائی بہن اوردیگرخونی رشتہ داروں سے اسےانسیت ہونے لگتی ہے۔اس

☆ استاذ حدیث دارالعلوم حیدرآباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح بتدریج ایک خاندان تشکیل پاتا ہے۔ افراد سے خاندان وجود میں آتا ہے اور مختلف خاندانوں سے معاشرہ کی صورت گری ہوتی ہے۔ خاندانی نظام کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود انسانی تاریخ قدیم ہے۔ روئے زمین پر جب اولین مرد اور اولین خاتون کی حیثیت سے حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام اتارے گئے تو یہیں سے خاندان کی تشکیل کا آغاز ہوا، بلکہ عالمِ بالا میں حضرت آدم کی تخلیق کے بعد جب ان سے حضرت حوا کو پیدا کیا گیا تو گویا وہیں خاندان کی پہلی خشت رکھی گئی۔ پہلے انسانی جوڑے کے زمین پر اتارے جانے کے بعد جب توالد وتناسل کا سلسلہ چل پڑا تو نسلِ انسانی کا ارتقاء ہونے لگا اور اس طرح شدہ شدہ خاندانی نظام مستحکم ہونے لگا۔ انسان بچپن جوانی بوڑھاپہ، عمر کے ان تینوں مرحلوں میں خاندانی رابطہ کا محتاج ہوتا ہے۔ بچپن میں تو وہ بالکلیہ اہلِ خاندان کی نگہداشت میں ہوتا ہے۔ ماں باپ اور دوسرے قریبی خونی رشتہ دار اس کی پرورش اور ساخت و پرداخت میں بھرپور رول ادا کرتے ہیں۔ عہدِ شباب میں بھی اسے خاندانی رابطہ کی ضرورت ہوتی ہے لیکن عمر کے اس مرحلہ میں وہ خاندان سے تعاون لینے کے ساتھ خاندان کو تعاون دینے کے موقف میں ہوتا ہے۔ پھر جب وہ بڑھاپہ کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے تو پورے طور پر خاندانی تعاون کا محتاج ہو جاتا ہے۔

خاندان کی اہمیت

خاندان اور خاندان سے وابستگی انسان کی ایک فطری ضرورت ہے اور اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اسلام عائلی زندگی کے تعلق سے بھرپور رہنمائی کرتا ہے، اسلام خاندانی استحکام پر زور دیتا ہے، خاندانی رشتوں کا لحاظ اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک پر قرآن وحدیث میں کافی زور دیا گیا ہے۔ صلہ رحمی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں ایک سے زائد مقامات پر توحید کے ساتھ قرابت داری کا لحاظ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: **واعبدوا اللہ ولاتشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتامی والمساکین** (نساء:۳۶)۔ اور خدا ہی کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریک نہ بناؤ اور ماں و باپ، قرابت والوں، یتیموں، محتاجوں، رشتہ داروں، ہمسایوں، اجنبی ہمسایوں، رفقاء پہلو، مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضہ میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو۔ بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے جن اہم باتوں کا عہد لیا تھا ان میں قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک بھی شامل ہے۔ احادیث میں رشتہ داری کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ ''رشتہ' رحمٰن سے جڑا ہوا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے تم کو جوڑا اس سے جوڑوں گا اور جس نے تم کو کاٹا اس سے کاٹوں گا (بخاری)۔ صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کو رزق میں کشادگی اور عمر میں برکت کا ذریعہ قرار دیا گیا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کو اس کی خوشی ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی اور موت کو مؤخر کیا جائے تو اسے چاہیے کہ وہ رشتوں کو جوڑے (بخاری و مسلم)۔

خاندان کی مختلف قسمیں

قدیم زمانہ سے خاندان کی مختلف شکلیں رائج ہیں، خاندان چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی خاندان کی تین بڑی شکلیں عام ہیں۔

(۱) مختصر خاندان: جسے اصطلاح میں نیوکلیئر خاندان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ خاندان بیوی بچوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ بسا اوقات ماں و باپ اور بہت قریبی رشتہ دار بھی اس میں ضم کر لیے جاتے ہیں۔ بعض اہلِ علم خاندان کی اس شکل کو سب سے قدیم شکل تصور کرتے ہیں۔

(۲) توسیعی خاندان: یہ خاندان کی دوسری شکل ہے، جس میں آدمی اپنی ایک یا ایک سے زائد بیویوں اور بچوں کے ساتھ الگ مکان میں رہائش پذیر ہوتا ہے۔ جہاں تک اس کے شادی شدہ بچوں کا تعلق ہے تو بعض اپنا الگ خاندان تشکیل دیتے ہیں اور بعض اس کے ساتھ رہائش اختیار کرتے ہیں۔ یہ سب اگرچہ ایک ہی مکان میں قیام کرتے ہیں لیکن ان میں سے ہر کمانے والا فرد اپنے بیوی بچوں کے مصارف کا خود متحمل ہوتا ہے۔ کھانے پینے کا نظم مشترک ہو تو اپنی آمدنی یا خرچ کے لحاظ سے مجموعی مصارف میں حصہ لیتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) مشترکہ خاندان: یہ خاندان کی قدیم شکل ہے، جس کے لیے جوائنٹ فیملی کی اصطلاح رائج ہے۔ زیرِ نظر تحریر کا اصل موضوع خاندان کی یہی شکل ہے۔ مشترکہ خاندان اسے کہا جاتا ہے جس میں ایک باپ کی بالخصوص نرینہ اولاد اور ان کے بچے سب مل کر رہتے ہیں اور مشترکہ طور پر خاندان کی معاشی ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں۔ سب کے کھانے پینے اور قیام کا نظم ایک مکان میں ہوتا ہے۔ مشترکہ خاندان کے تعلق سے یہ بات مشہور ہے کہ خاندان کا یہ نظام تاریخ کے زرعی دور میں وجود میں آیا۔ چونکہ زراعت میں جتنے زیادہ افراد شریک ہوں اس کے بہتر نتائج برآمد ہو سکتے ہیں اس لیے اس دور میں اسے فروغ حاصل ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ انسانی معاشروں کے ابتدائی دور میں خاندان کی یہی شکل رائج تھی۔ مشترکہ خاندان جہاں اپنے اندر بعض خوبیاں رکھتا ہے وہیں اس کی خامیوں کا دائرہ کافی پھیلا ہوا ہے۔ مشترکہ خاندان کے جہاں فوائد ہیں وہیں نقصانات بھی ہیں۔ اور شاید اس کے نقصانات فوائد سے کہیں زائد ہیں۔ اور اگر گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ مشترکہ خاندان کے مقابلہ میں مختصر اور علیحدہ خاندانی نظام مزاجِ شریعت سے زیادہ قریب اور احکامِ شرعیہ سے زیادہ ہم آہنگ ہے۔ آئندہ سطور میں پیش کی جانے والی تفصیلات سے اس پہلو پر خوب روشنی پڑے گی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مشترکہ خاندان کے فوائد ذکر کئے جائیں پھر اس کے نقصانات کا جائزہ لیتے ہوئے یہ واضح کیا جائے کہ کس قسم کا خاندانی نظام اقرب الی الکتاب والسنۃ ہے اور کون سا نظام اصول شریعت سے زیادہ ہم آہنگ ہے۔

مشترکہ خاندان کے فوائد

دیہات سے شہروں کی طرف نقل مکانی کے بڑھتے رجحان کے پیشِ نظر اگرچہ جداگانہ خاندانی نظام کے امکانات میں اضافہ ہو رہا ہے لیکن اس کے باوجود چونکہ ہندوستان کی ۸۰ فیصد آبادی دیہاتوں میں آباد ہے اور بیشتر دیہاتوں میں اب بھی مشترک خاندانی نظام نہ صرف رائج ہے بلکہ اسے ایک طرح کا تقدس بھی حاصل ہے، اس لیے مشترکہ خاندانی نظام کی افادیت کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلو سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ پُرانے خاندانی بزرگ اپنی اولاد کو تادمِ آخر اس بات کی تاکید کرتے تھے کہ وہ آپس میں مجتمع رہیں اور ان کا شیرازہ بکھرنے نہ پائے۔ اس پس منظر میں مشترک خاندانی نظام کے افادیت کے پہلوؤں کو اجاگر کرنا نفع سے خالی نہیں، سرسری نظر میں مشترک خاندانی نظام کے درج ذیل فوائد سمجھ میں آتے ہیں۔

خاندان میں اتحاد واجتماعیت

اسلام اجتماعیت اور اتحاد کا پُرزور داعی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اتحاد واجتماعیت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ارکانِ اسلام جن پر اسلام کی عمارت قائم ہے اتحاد کا مظہر ہیں، نماز باجماعت سارے اہلیان محلّہ کو مجتمع رکھتی ہے، زکوٰۃ معاشرہ کے امراء اور فقراء میں ایک دوسرے سے ہمدردی کا جذبہ پیدا کرتی ہے، رمضان المبارک کے روزوں سے مسلمانوں کی اجتماعیت جھلکتی ہے، حج ملتِ اسلامیہ کی عالمی وحدت کا مظہر ہے، علاوہ ازیں قرآن وسنت میں بار بار مسلمانوں کو آپس میں متحد رہنے اور آپسی تفرقہ سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد ہے: **واعتصموا بحبل الله جميعا و لاتفرقوا** (آل عمران: ۱۰۳)۔ اسلام جس طرح بحیثیت ایک ملت کے تمام مسلمانوں کے اتحاد پر زور دیتا ہے، اسی طرح ایک خاندان کے افراد کو بھی شیر وشکر بن کر رہنے کی تاکید کرتا ہے۔ اسلام میں خاندانی استحکام کی بڑی اہمیت ہے۔ خاندانی استحکام کے بغیر مستحکم معاشرہ کی تشکیل ممکن نہیں۔ خاندان میں استحکام یا اس کے مختلف افراد کے درمیان اتحاد کے لیے مشترکہ خاندانی نظام جس قدر موزوں ہوسکتا ہے اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں، ایک گھر اور ایک چھت تلے جب سب بود وباش اختیار کریں گے تو لامحالہ اس سے آپس میں جوڑ اور تعلقات میں استحکام پیدا ہوگا۔ خاندانی افراد کا آپسی اتحاد مخالفین کے لیے رعب ودبدبہ کا باعث بنے گا۔ دوسروں کی جانب سے جارحیت کے مظاہرہ کی صورت میں متحدہ مقابلہ آسان ہوگا۔ اگر خاندان تقسیم ہوجائے تو اس کے ساتھ اس کی قوت بکھر جائے گی اور رعب اور دبدبہ کی جگہ محکومی اور مرعوبیت لے گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالی استحکام:

سارے لڑکوں کے ایک ساتھ رہنے سے کاروبار اور آمدنی کے ذرائع نہ صرف برقرار رہیں گے بلکہ اجتماعی کاروبار کی وجہ سے اس میں مزید اضافہ ہوگا، باپ کا بنا بنایا کاروبار خاندان کی تقسیم کے سبب بکھر جاتا ہے اور تجربہ کار افراد سے محرومی بسا اوقات کاروبار کو مکمل ٹھپ کر کے رکھ دیتی ہے۔ مشترکہ خاندانی نظام خاندان کے مالی موقف کو مضبوط کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ کتنے کاروباری گھرانے خاندان کی تقسیم کے سبب کنگال ہو گئے۔ زراعت پیشہ خاندان کے پس منظر میں مشترکہ خاندان کی اہمیت کو زیادہ بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ زراعت کے لیے جہاں افرادی قوت کی ضرورت ہوتی ہے وہیں زمین و جائیداد کا ارتکاز بھی ضروری ہوتا ہے۔ صنعتی انقلاب کے سبب اگرچہ زندگی کی خوشحالی کا مرکز ثقل بڑی حد تک زراعت سے صنعت کی طرف منتقل ہو چکا ہے، لیکن اس کے باوجود برِصغیر کے بیشتر ممالک میں دیہاتی آبادی کا ذریعہ معاش زراعت ہی ہے، کاشت کی زمین جتنی زیادہ ہوگی پیداوار میں اضافہ ہوگا، خاندان در خاندان تقسیم کے سبب جائیداد گھٹتی جائے گی اور تقسیم کے بعد بہت سے لڑکے جائیداد فروخت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، اس طرح مجموعی حیثیت سے خاندان کا مالی موقف کمزور سے کمزور تر ہو جائے گا۔

بوڑھے والدین اور خاندان کے کمزور افراد کی نگہداشت

اسلام میں ماں و باپ کی خدمت اور خاندان کے کمزور افراد کے تعاون کی کس قدر اہمیت ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ پھر جب والدین بڑھاپے کی عمر کو پہونچ جائیں تو ان کی خبر گیری اور نگہداشت اولاد کا اولین فریضہ ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں بارہ مقامات پر ماں و باپ کے ساتھ حسن سلوک کی تائید کی گئی ہے۔ اور اکثر مقامات پر خدا کی عبادت کے ساتھ والدین کی حق شناسی کا ذکر کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: **وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحسانا، إما يبلغن عندك الكبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما أفّ ولاتنهرهما وقل لهما**

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قولا کریما (بنی اسرائیل/ ۲۳)۔تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اگر دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہونچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑک کر جواب دو اور ان سے بات کرو تو ان کا اکرام ملحوظ رکھ کر بات کرو۔

احادیث میں ماں و باپ کے حق کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ وہ اولاد کے لیے جنت ہیں یا جہنم ہیں (ابن ماجہ ابواب الادب، باب بر الوالدین)۔یعنی آدمی ان کی خدمت کر کے جنت کا بھی مستحق ہوسکتا ہے اور اس میں کوتاہی کر کے جہنم کا بھی سزاوار ہوسکتا ہے۔ایک حدیث میں اس شخص کو انتہائی محروم بتایا گیا جو اپنے والدین کے بڑھاپے کو پائے اور ان کی خدمت کر کے اپنے کو جنت کا مستحق نہ بنالے (مسلم شریف جلد ۲ کتاب البر والصلۃ)۔ایک روایت میں ماں و باپ کی خوشی کو رب کی خوشی اور ان کی ناراضگی کو رب کی ناراضگی قرار دیا گیا (ترمذی جلد ۲ باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین)۔کتاب وسنت کے ان نصوص کی وجہ سے فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے کہ کسی کے والدین اگر محتاج ہوں اور وہ مالدار ہو تو اسے اس کے والدین کے نفقہ کے لیے مجبور کیا جائیگا (المبسوط للسرخسی ۵/ ۲۲۲)۔حتی کہ اگر والدین کافر و مشرک ہوں تب بھی اولاد سے ان کے نفقہ کی ذمہ داری ساقط نہیں ہوگی (ہدایہ ۲/ ۴۲۷)۔ ماں و باپ کی نگہداشت اور ان کی مکمل دیکھ ریکھ مشترکہ خاندان ہی سے ممکن ہے۔جداگانہ خاندانی نظام میں ہر شخص اپنی بیوی و بچوں کے مسائل میں ہمہ تن مصروف رہتا ہے۔موجودہ شہری زندگی میں آدمی کے لیے وقت نکال کر بار بار ماں و باپ سے ملاقات کرنا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ایک چھت کے نیچے ساری اولاد ہو اور ماں و باپ ساتھ رہتے ہوں تو ان کی نگہداشت اور بروقت خدمت آسان ہوتی ہے۔

اسی طرح خاندان کے یتیم اور مالی اعتبار سے کمزور افراد کا تعاون بھی مشترکہ خاندان کی صورت ہی میں بہتر طریقہ پر ممکن ہے۔جداگانہ خاندان میں کسی کو اتنی فرصت نہیں ملتی کہ وہ دوسروں کی دیکھ ریکھ کرے اور احوال و کوائف سے واقفیت حاصل کرے۔خاندان کے کمزور افراد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے یارومددگار چھوڑ دیئے جائیں تو اس سے خاندان کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

کمسن اولاد کی کفالت

ماں و باپ بڑھاپے اور کمزوری کے سبب روزگار کے قابل نہ رہیں اور ان کی کمسن اولاد ہو تو ایسے میں اگر شادی شدہ اولاد اپنا الگ خاندان بسالے تو ماں و باپ کی کمسن اولاد کی کفالت کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔ اس کے برخلاف مشترکہ خاندان کی صورت میں بڑی اولاد اپنے کمسن بھائیوں کی کفالت کا بوجھ اپنے سر لے لیتی ہے۔ باپ کی عدم موجودگی میں بھائی اپنی چھوٹی بہنوں اور بھائیوں کی باپ کی طرح پرورش کرتا ہے، ان کی تعلیم اور شادی بیاہ کی ساری ذمہ داریاں اپنے کندھوں پر لیتا ہے، خاندان کی تقسیم کی صورت میں ہر شخص اپنی بیوی اور بچوں کی ذمہ داریوں میں مصروف ہو جائے گا۔

قناعت و کفایت شعاری

مشترکہ خاندان کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ سارے افراد جب ایک گھرانے سے منسلک ہوں گے تو گھر کی تمام سہولتوں کے مشترک ہونے کے باعث کفایت شعاری اور معاشی بچت ہوگی۔ استعمالی اشیاء مشترک ہوں اور کھانا پینا بھی اجتماعی ہو تو اس سے اخراجات میں کافی کمی آئے گی۔ اس کے برخلاف جداگانہ خاندان میں ہر شخص کو علیحدہ علیحدہ ساری ضروریات کا انتظام کرنا ہوگا۔

مشترکہ خاندان کے نقصانات

یہ اور اس قسم کے دیگر بعض فوائد مشترکہ خاندان کے ضمن میں ذکر کئے جاتے ہیں، لیکن یہ تصویر کا صرف ایک رخ ہے، تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ مشترکہ خاندانی نظام اپنے اندر بہت سی ناہمواریاں اور متعدد پہلوؤں سے معاشرتی زندگی کے لیے نقصان کا باعث ہے۔ شرعی نقطۂ نظر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بھی اس نظام میں بڑی بے اعتدالیاں پائی جاتی ہیں۔نفسیاتی اعتبار سے بھی اس کے ان گنت مفاسد ہیں،اور جنسی ومعاشرتی نقطہ نظر سے بھی وہ اپنے اندر بے پناہ نقصانات رکھتا ہے،اس کے ساتھ یہ پہلو بھی توجہ طلب ہے کہ مشترکہ خاندانی نظام کے ہوتے ہوئے بہت سے دینی احکام پر عمل آوری مشکل ہوتی ہے۔

نفسیاتی نقصان

مشترکہ خاندانی نظام میں عموماً بڑے لڑکے کی حکمرانی ہوتی ہے، بڑا لڑکا گویا سرپرستِ خاندان کا درجہ حاصل کر لیتا ہے، باپ کی جانب سے بڑے لڑکے کو اہمیت دینے والا سلوک دیگر بچوں پر نفسیاتی لحاظ سے منفی اثر ڈالتا ہے۔ چنانچہ دیگر بھائی جہاں باپ سے متنفر ہونے لگتے ہیں وہیں ان میں بڑے بھائی کے تعلق سے معاندانہ جذبات پرورش پانے لگتے ہیں۔ یہ صورت حال نفسیاتی تربیت کے لحاظ سے انتہائی نقصان دہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں باپ کو اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ وہ اپنے مختلف بیٹوں کے درمیان مساوات اور برابری کا سلوک کرے، اولاد کے درمیان برابری کے برتاؤ کو اولاد کے حقوق میں شامل کیا گیا ہے۔غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ بڑے لڑکے کی بالادستی کا تصور ہندوانہ طرزِ معاشرت کا چربہ ہے۔ ہندو مذہب کی قدیم کتاب منوسمرتی میں روایتی مشترکہ خاندانی نظام کو استحکام بخشنے کے لیے باپ کے بعد بڑے بیٹے کو پوری جائیداد کا تنہا وارث قرار دیا گیا ہے اور چھوٹے بھائیوں کو ہر طرح سے بڑے بھائی پر منحصر رکھا گیا ہے (دیکھئے منوسمرتی: ادھیائے ۹:۱۰۵ تا ۱۰۸ ترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب)۔اسلام سے قبل کے دور جاہلیت میں بھی یہی تصور غالب تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد بڑا بیٹا بیوی اور چھوٹے لڑکوں کو ترکہ سے محروم کر کے خود تنہاء وارث ہوتا تھا۔حتی کہ وہ مرحوم کی بیوہ کا وارث تک ہو جاتا تھا (جامع البیان ۴/ ۱۴۲)۔

علاوہ ازیں اس نظامِ خاندان کے نفسیاتی نقصان کا ایک پہلو یہ ہے کہ ایک مکان میں مختلف شادی شدہ لڑکوں کے رہائش پذیر ہونے سے انسان کو نجی زندگی کا تحفظ اور پرائیویسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل نہ ہونے سے وہ بے اطمینانی کی کیفیت سے دوچار ہو جاتا ہے۔ ہر انسان کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ اس کے لیے الگ مکان تمام تر سہولیات کے ساتھ حاصل ہو جہاں وہ آزادی کے ساتھ اپنی بیوی و بچوں کے ساتھ رہ سکے۔ نیز مشترکہ خاندانی نظام عدمِ تسکین کے اعتبار سے بھی نفسیاتی نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ مشترکہ پھیلے ہوئے گھر میں جہاں سارے لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہے جنسی تسکین کے مواقع حاصل نہیں رہتے۔ جب کہ شادی کے بعد ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے جنسی تسکین کے بھرپور مواقع حاصل ہوں۔ شادی کے بعد اپنے اہل خانہ کے ساتھ حدود میں رہتے ہوئے بے تکلف معاشرت شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ نہیں ہے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے ساتھ جنابت کا غسل ایک برتن کے پانی سے فرماتے تھے (بخاری: جلد ا، باب غسل الرجل مع امرأتہ)۔ اس قسم کی روایات سے جہاں معاشرتی خوشگواری ظاہر ہوتی ہے وہیں جنسی تسکین کا نفسیاتی پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے۔ بصورتِ دیگر آدمی کی پاکیزگی قلب و نظر متاثر ہوتی ہے۔

معاشرتی نقصان

معاشرتی پہلو سے مشترکہ خاندان اپنے اندر بڑی ناہمواریاں رکھتا ہے۔ آدمی کو مشترکہ خاندان سے منسلک رہ کر قدم قدم پر دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مشترکہ رہائش کے سبب سارے گھر والوں کے لیے ایک ہی قسم کے کھانے کا نظام رائج ہوگا۔ ایک ساتھ کھانے میں آدمی کو اپنی پسند اور اپنی ترجیحات سے دستبردار ہونا پڑتا ہے جو کسی بھی با اختیار انسان کے لیے مصیبت سے کم نہیں۔ پھر یہ کہ گھر سے ملحق دیگر سہولتوں کے مشترکہ ہونے سے ہر جگہ بھیڑ بھاڑ سے دوچار ہونا پڑتا ہے جس سے آدمی کو مستقل بے اطمینانی لاحق رہتی ہے۔ نیز خانگی ذمہ داریوں میں بیوی کے ساتھ شوہر کی شرکت تقریباً ناممکن ہوتی ہے۔ اسلامی عائلی نظام میں اس کی بڑی اہمیت ہے کہ شوہر بیوی کا تعاون کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے کاموں میں اپنی ازواج کا تعاون فرماتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے اندر کے معمولات کے بارے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دریافت کرنے پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا: آپ گھر میں ہوتے تو اس کے کام کاج میں لگے ہوتے، جب نماز کا وقت ہوتا تو مسجد کا رخ کرتے (بخاری جلد ۲ باب خدمۃ الرجل فی اہلہ)۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ کپڑے سیتے، جوتے گانٹھتے اور وہ تمام کام کرتے جو دوسرے مرد اپنے گھروں میں کرتے ہیں (مسند احمد ۶/۱۲۱)۔ ظاہر ہے کہ اہلِ خاندان کے ساتھ تعاون کی یہ شکل مشترکہ خاندان میں ممکن نہیں۔

مشترکہ خاندانی نظام کے معاشرتی نقصان کا ایک پہلو یہ ہے کہ افرادِ خاندان کے ساتھ تعلقات میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان کی فطرت ہے کہ وہ جن لوگوں کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے ان سے اس کی طبیعت میں ایک طرح کی بیزاری پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان کی اسی نفسیاتی کمزوری کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دوست واحباب سے وقفہ وقفہ کو ملنے کی تاکید فرمائی، چنانچہ ارشاد ہے: **زر غبا تزدد حبا**۔

پھر یہ کہ مشترکہ خاندانی نظام کی مخصوص نوعیت افرادِ خاندان کے درمیان بہت سے رذائل کو جنم دیتی ہے، جھوٹ، چوری اور فریب کے لیے مشترکہ خاندانی نظام کی فضا بڑی سازگار ہوتی ہے۔ کھانے پینے سے لے کر پہننے اوڑھنے، شادی بیاہ اور دیگر ضروریات کی تکمیل میں چوری جھوٹ اور فریب کا سہارا لیا جانے لگتا ہے۔ چونکہ مشترکہ خاندانی نظام میں آدمی دوسرے افرادِ خاندان کو شریک کئے بغیر کوئی چیز نہ تنہا خود کھا سکتا ہے اور نہ اپنے بچوں کو کھلا سکتا ہے، یا تو اس میں اتنی گنجائش ہو کہ جس چیز کے کھانے کو اس کا جی چاہے اس میں وہ سب کو شریک کرے یا پھر گھر کے مختلف افراد اپنے بچوں کے لیے چوری چھپے من پسند چیزوں کا انتظام کریں۔ اس طرح ایک خاندان کے افراد کے درمیان عجیب طرح کی خودغرضی کی فضا قائم ہونے لگتی ہے۔ مشترکہ خاندان کی معاشرتی خرابیوں میں سے ایک خرابی یہ ہے کہ گھر کا سرپرست کمانے والے افراد کے درمیان ان کی کمائی کے اعتبار سے فرقِ مراتب کرتا ہے، کم آمدنی والا سرپرست کی نگاہ میں کمتر اور زیادہ کمانے والا برتر ہوتا ہے، اس طرح ایک خاندان کے افراد میں ناگزیر نابرابری پیدا ہوتی ہے جس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے غلط اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

معاشی نقصان

مشترک خاندان کی افادیت کے ضمن میں عموماً یہ بات کہی جاتی ہے کہ اس سے گھر کے بہت سے کمزور افراد کی پرورش ہو جاتی ہے۔ اور قناعت و کفایت شعاری کا وصف پیدا ہوتا ہے جو کہ خاندان کے معاشی موقف کو مستحکم کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اس کا دوسرا رخ یہ ہے کہ اس نظام کے سبب گھر کے بہت سے لوگ ناکارہ اور نااہل بن جاتے ہیں۔ ناگزیر مجبوری کی صورت میں کمزوروں کا اور مجبوروں کا تعاون ایک انسانی جذبہ ہے، لیکن مشترکہ خاندان کے سبب چند کمانے والوں پر انحصار کر کے دوسروں کو بلاوجہ معاشی تگ ودو سے دور رکھا جاتا ہے۔ ہر شخص دنیا میں اپنا رزق لے کر آتا ہے، ایک صحت مند انسان اگر محنت ومشقت کرے تو وہ دوسروں پر بوجھ بننے کے بجائے اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکتا ہے۔ خاندان کے جتنے زیادہ افراد روزگار پر لگیں گے اسی قدر مالی وسائل میں اضافہ ہوگا۔ اور یہ چیز خاندان کے معاشی استحکام کا باعث ہوگی۔ اس کے برخلاف مشترکہ خاندان بہت سے افراد کی فرضی کفالت کا ذمہ لے کر انہیں معاشی جدوجہد کے میدان میں اترنے ہی سے باز رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ مشترک خاندان میں کسی شخص کی الگ مالی حیثیت کا تعین نہیں ہوتا، گھر کے تمام وسائل اور تمام سامان ہر ایک کے یکساں دسترس میں ہوتے ہیں جس کے نتیجہ میں ہر شخص انہیں غیر کا مال تصور کرتا اور بے دردی سے استعمال کرتا ہے۔ اگر گھر کے افراد کو خوفِ خدا سے متصف مانا بھی جائے تب بھی انسان کی نفسیاتی کمزوری ہے کہ وہ اپنے مال کو جس احتیاط سے استعمال کرتا ہے غیر کے مال میں ویسی احتیاط نہیں برتتا۔ اس طرح کھانے پینے کی چیزوں سے لے کر سواری اور گھر کی تمام چیزوں میں بے دردی کا استعمال معمول بن جاتا ہے۔ جداگانہ گھر کی صورت میں جس سواری سے بیس پچیس سال تک کام چلایا جا سکتا ہے مشترکہ خاندان کی بھیڑ بھاڑ میں چند ہی سال میں اس کے پُرزے پُرزے ہو جاتے ہیں۔ پھیلے ہوئے گھر میں اشیاء کے مشترک استعمال سے جو بچت ہوتی ہے اس کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منفی اثر اشیاء کے جلد نا کارہ ہونے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

مشترکہ خاندانی نظام کے معاشی نقصان کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس نظام میں گھر کے سارے کمانے والوں کا ایک ہی ذمہ دار ہوتا ہے۔ اور ساری پونجی اسی کے قبضہ میں ہوتی ہے، جس کی وجہ سے کمانے والے افراد کی معاشی جدوجہد میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔ چونکہ انسانی فطرت یہ ہے کہ وہ کمانے میں اسی وقت دلچسپی لیتا ہے جب کہ وہ اپنی کمائی کا خود مالک ہو اور اس کی کمائی ذاتی فائدے کے لیے استعمال ہوتی ہوئی نظر آئے۔ اس طرح جب ہر فرد معاشی جدوجہد میں سرد مہری کا شکار ہوگا تو اس کے منفی اثرات مرتب ہوں گے اور خاندان کے تمام افراد کا معاشی موقف کمزور ہوجائے گا۔

دینی نقصان

مشترکہ خاندان کی مخصوص نوعیت دین پر عمل کی راہ میں قدم قدم پر رکاوٹیں کھڑی کرتی ہے اور اس نظامِ خاندان سے مربوط فرد کے لیے دینی تقاضوں کی تکمیل مشکل ہوجاتی ہے۔ مثلاً مشترکہ خاندان کی بھیڑ بھاڑ میں فرض نمازوں کی قضا ہونے اور جماعت چھوٹنے کا خدشہ مستقل لگا رہتا ہے۔ پھیلے ہوئے گھر میں ایک شادی شدہ فرد کے لیے فجر کی نماز باجماعت ادا کرنا دشوار ہوتا ہے؛ چونکہ غسل اور دیگر تمام سہولیات مشترک ہوتی ہیں، خواتین کی نماز تو مزید خطرہ میں ہوتی ہے، دیورانی جٹھانی، ساس اور نندوں کی بھیڑ میں اس کے لیے وقت پر نہانا اور نماز کی تیاری کرنا مشکل ہوتا ہے۔ جداگانہ خاندان میں عورت وقت پر نماز ادا کرسکتی ہے اور مرد کے لیے غسل وغیرہ کا فوری انتظام ممکن ہوتا ہے۔

مشترکہ خاندان کے دینی نقصان کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ اس نظامِ رہائش کے ساتھ پردہ کے احکام پر عمل آوری ممکن نہیں؛ اس لیے کہ شوہر کے رشتہ دار اور ایسے افراد جن سے پردہ ضروری ہے ایک ساتھ رہنے سے ان سے پردہ مشکل ہوجاتا ہے، یا تو بہوؤں کو اپنے کمروں میں مقفل ہونا پڑے گا یا پھر بے پردگی کے ساتھ آمد و رفت کرنی پڑے گی۔ پردہ اسلامی تعلیمات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اہم حصہ ہے۔قرآن وحدیث میں اس کی بار بار تاکید آئی ہے۔ پردہ کا اہتمام گھر کی علیحدہ یونٹ میں ہی ممکن ہے۔شوہر کا بھائی بھتیجا، چچا اور چچیرا بھائی وغیرہ بیوی کے لیے غیر محرم ہیں جن سے پردہ کرنا ضروری ہے۔مشترک گھر چونکہ سب کی مشترک ملکیت ہوتی ہے اس لیے کسی کو آمد ورفت سے منع بھی نہیں کیا جاسکتا،ایسی صورت میں لامحالہ بے پردگی ہوگی۔

مشترکہ خاندان کے دینی نقصانات کا ایک پہلو مالِ غیر کے استعمال کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔چونکہ مشترک خاندان سے وابستہ مختلف افراد کی کمائی کا معیار الگ الگ ہوتا ہے،کسی کی آمدنی کم ہوتی ہے اور کسی کی زیادہ،لیکن سب کی آمدنی سرپرستِ خاندان کے زیر تصرف ہوتی ہے۔ایسے میں لامحالہ ایک کی کمائی دوسرے کے زیر استعمال آئے گی۔اس سے ہٹ کر دیر سویر جب یہ خاندان بکھر جائے گا تو اس وقت کوئی بہت اچھے مالی موقف میں ہوگا اور کوئی نقصان اور خسارہ میں۔بہت ممکن ہے کہ زیادہ آمدنی والے افراد کو کم سے کم وسائل پر اکتفاء کرنا پڑے اور کم آمدنی والے فرد کو زیادہ مال مل جائے۔کتاب وسنت میں ناحق غیر کے مال کے استعمال سے سخت منع کیا گیا ہے۔ارشادِ ربانی ہے:**ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل** (البقرۃ:۱۸۸)۔ آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق نہ کھاؤ۔حدیث میں وارد ہے:**ألا لايحل مال امرء إلا بطيب نفس منه**، سن لو کسی آدمی کا مال دوسرے کے لیے حلال نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اسے خوشدلی سے نہ دے۔

جداگانہ خاندان اور شرعی دلائل

قرآن وسنت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی سیرت سے جداگانہ خاندانی نظام کی تائید ہوتی ہے۔قرآنی آیات سے واضح ہوتا ہے کہ معاشرہ کے ہر شادی شدہ اور ذمہ دار فرد کو اس کے بیوی وبچوں کے لیے علیحدہ مکان ہونا چاہئے۔ پردہ کے تعلق سے وضاحت کرتے ہوئے اشارہ دیا گیا کہ مسلم معاشرہ میں ہر ذمہ دار شخص کو الگ مکان کی سہولت ہونی چاہئے۔ارشادِ ربانی ہے:**يا يها الذين امنوا لاتدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتى تستأنسوا وتسلموا على**

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أهلها (نور:۲۷)۔اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ اجازت نہ طلب کرلو اوران کے مکینوں تک سلام نہ پہونچاؤ۔قرآن وسنت سے اس کی بھی تائید ہوتی ہے کہ اگر کسی کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان سب کا مکان الگ الگ ہونا چاہئے۔ چنانچہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواجِ مطہرات کو الگ مکانوں کی سہولت حاصل تھی۔ قرآن میں ازواجِ مطہرات کو پردہ کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا گیا: وقرن فی بیوتکن (الاحزاب: ۳۳)۔اپنے گھروں میں ٹک کر رہو۔آگے اسی سلسلۂ بیان میں علیحدہ مکانوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا: واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمۃ (الاحزاب:۳۳)۔

سورۂ احزاب ہی میں دوسرے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف گھروں کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے: یا أیھا الذین آمنوا لاتدخلوا بیوت النبی إلا أن یؤذن لکم (احزاب: ۵۳)۔اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو سوائے اس کے کہ تم کو اجازت مل جائے، اتنا ہی نہیں بلکہ قرآن مجید میں حجرات کے نام سے ایک مستقل سورۃ نازل کی گئی جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج کے الگ الگ مکان ہونے کی صراحت ہے۔ تہذیب وشائستگی سے نابلد بدو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر کمرہ کے پیچھے بلند آواز سے پکارا کرتے تھے۔انہیں اس کا علم نہیں ہوتا تھا کہ آپ ازواجِ مطہرات میں سے کس کے کمرہ میں ہیں۔ایسے بدوں کو خطاب کرکے فرمایا گیا: إن الذین ینادونک من وراء الحجرات أکثرھم لایعقلون (الحجرات:۴)۔جو لوگ تم کو پکارتے ہیں کمروں کے پیچھے سے ان میں سے اکثر سمجھتے نہیں۔صحیح بخاری میں امام بخاری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے مختلف مکانوں کے حوالہ سے مستقل ترجمۃ الباب قائم کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: باب ماجاء فی بیوت أزواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما نسب من البیوت إلیھن۔شارح بخاری حافظ ابن حجرؒ نے ازواجِ مطہرات کے الگ الگ مکانوں کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے متروکہ اثاثہ کے صدقہ قرار پاجانے سے ازواجِ مطہرات کے نان ونفقہ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری سہولتوں کے ساتھ ان کی زندگی بھر کے لیے ان مکانوں کا بھی استثناء تھا، لیکن یہ مکانات ازواجِ مطہرات کی ایسی ملکیت نہ تھے جو ان کے بعد ان کے وارثین تک منتقل ہوسکیں۔ چنانچہ ازواجِ مطہرات کے بعد یہ سارے مکانات بھی مسلمانوں کے عمومی فائدے کے مقصد سے مسجدِ نبوی میں ضم کر لئے گئے (فتح الباری ۶/۲۱۱)۔ ازواجِ مطہرات کے علیحدہ مکانوں کی تفصیل کا ثبوت کتبِ سیرت سے بھی ملتا ہے۔ عمر بن انسؒ کہتے ہیں کہ چار مکان اینٹوں کے تھے جن میں کھجور کے تنوں سے تیار کئے گئے کمرے بھی تھے اور پانچ مکان کھجور کے تنوں سے تیار کئے گئے تھے جن پر مٹی کی لپائی کی گئی تھی (طبقات ابن سعد ۱/۵۰۰)۔ آپ کے معمولات سے بھی ازواجِ مطہرات کے الگ مکانوں کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ آپ کا معمول تھا کہ ہر شب اپنی تمام بیویوں کو ان بیوی کے مکان میں اکٹھا فرماتے تھے جن کے ہاں رات گزارنے کی آپ کی باری ہوتی تھی۔ بسا اوقات آپ کا کھانا بھی ان سب کے ساتھ اکٹھا ہوتا تھا، پھر یہ سب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتی تھیں (تفسیر ابن کثیر ۱/۴۶۶)۔ علیحدہ مکانوں کے ساتھ مالی معاملات بھی سب کے الگ الگ تھے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہر بیوی کے نان ونفقہ کا علیحدہ انتظام فرماتے تھے۔ فتح خیبر کے بعد آپ نے ہر ایک کے لیے ۸۰ وسق کھجور اور ۲۰ وسق جو سالانہ مقرر کر دئے تھے (بخاری: ابواب الحرث والزراعۃ، باب المزارعۃ بالشطر ونحوہ)۔ لیکن ازواج اپنی دینداری کے پیشِ نظر ضرورت بھر رکھ کر باقی سب بیواؤں اور یتیموں پر صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔

علیحدہ خاندانی نظام کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شادی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے مکان کو الگ کر دیا۔ حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تعلق تھا اس سے ہر شخص واقف ہے لیکن اس کے باوجود آپ نے ان کا مکان الگ کر دیا۔ حالانکہ حضرت علیؓ آپ ہی کے زیرِ کفالت تھے، ان سے گھر کا رشتہ تھا۔ رخصتی کے بعد آپ ان کے ہاں گئے اور حضرت علیؓ سے فرمایا: دونک اھلک یہ لو تمہاری بیوی تمہارے پاس ہے، یہ کہہ کر آپ وہاں سے واپس ہوئے اور دونوں اپنے کمروں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں چھپ گئے (حیاۃ الصحابہ ۲/ ۶۶۸)۔

بیوی کے لیے حقِ سکنی کے تعلق سے فقہاء نے جو وضاحتیں کی ہیں ان سے بھی جداگانہ خاندان کی تائید ہوتی ہے۔ شادی کے بعد بیوی کے تعلق سے جو ذمہ داریاں شوہر پر عائد ہوتی ہیں ان کی وضاحت فقہِ حنفی کی مشہور کتاب کنز الدقائق میں ان الفاظ سے کی گئی ہے: **والسکنی فی بیت خال عن اهله و اهلها** (کنز الدقائق: ۱۵۳)۔ اور شوہر پر بیوی کا ایک حق سکنی یعنی مکان ہے جس میں شوہر اور بیوی دونوں کے متعلقین میں سے کوئی نہ ہو۔ ہدایہ میں اس کی مزید وضاحت یوں کی گئی ہے: **وعلی الزوج ان یسکنها فی دار مفردة لیس فیها احد من اهله الا ان تختار ذلک لان السکنی من کفایتها فیجب لها کالنفقة** (ہدایہ ۲/ ۴۲۱)۔ اور شوہر پر واجب ہے کہ وہ بیوی کے لیے رہائش فراہم کرے۔ بالکل الگ گھر میں جس میں اس کے متعلقین میں سے کوئی دوسرا نہ ہو۔ الا یہ کہ عورت خود ایسا پسند کرے، اس لیے کہ رہائش اس کا بنیادی حق ہے، تو وہ اس کے لیے واجب ہوگا جیسا کہ نفقہ واجب ہے۔ ان وضاحتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علیحدہ مکان بیوی کا حق ہے، الا یہ کہ شوہر کی مجبوریوں کے پیش نظر بیوی خود مشترک رہائش کے لیے راضی ہو جائے۔

جداگانہ خاندان کی صورت میں جہاں تک بوڑھے والدین کی نگہداشت اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا تعلق ہے تو علیحدہ خاندان اور ماں و باپ کے ساتھ حسن سلوک ان دونوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔ اس لیے کہ جس خدا اور رسول نے والدین کے حقوق کی تاکید کی ہے اسی خدا و رسول نے بیوی کے لیے الگ مکان کا حق فراہم کیا ہے۔ اگر آدمی میں دینداری اور خوفِ خدا ہو تو وہ علیحدہ مکان میں رہتے ہوئے بھی اپنے ماں و باپ کی مکمل نگہداشت کر سکتا ہے اور خوفِ خدا سے محروم شخص ساتھ رہ کر حق تلفی کر سکتا ہے۔ پھر یہ ضروری نہیں ہے کہ شادی کے وقت سب کے ماں و باپ ستر اسی سال ہی کے ہوں کہ وہ اولاد کی مدد کے بغیر بالکل حرکت نہ کر سکتے ہوں، مناسب عمر میں اگر شادی ہو جائے تو والدین کو زیادہ احتیاج بھی نہ ہوگی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جداگانہ خاندان کی صورت میں باپ کی کمسن اولاد کی کفالت کی جہاں تک بات ہے تو اس کا حل اسلام کے نظامِ نفقات میں ہے۔ اس کے لیے مشترکہ خاندان ناگزیر نہیں ہے۔ اس لیے کہ اسلام کے نظامِ نفقات کی رو سے بعض استثنائی صورتوں کو چھوڑ کر کسی بھی شخص کی موت کی صورت میں جو لوگ اس کے وارث ہوں گے وہی اس کی کمسن اولاد کی کفالت کے ذمہ دار ہوں گے اور یہ ذمہ داری مرد ورثاء ہی پر نہیں بلکہ مالداری کی شرط کے ساتھ عورتوں پر بھی عائد ہوگی (المبسوط للسرخسی ۵/ ۲۲۴)۔ باپ کے انتقال کی صورت میں اگر ماں مالدار ہو تو دوسرے رشتہ داروں کے مقابلہ میں کمسن اولاد کے نفقہ کی ذمہ داری ماں پر ہوگی۔ ماں کی حیثیت نہ ہو تو پھر دادا پر اس کی ذمہ داری ہوگی (حوالہ سابق ۵/ ۹۲۶)۔ ماں اور دادا نادار ہوں تو بھائی ان کے نفقہ کا ذمہ دار ہوگا (ردالمحتار ۲/ ۹۳۵)۔ پھر یہ ذمہ داری تنہا بھائی ہی پر نہیں ہوگی بلکہ اگر بہنیں صاحبِ حیثیت ہوں تو بھائی کے ساتھ ان پر بھی ذمہ داری عائد ہوگی۔ ماں دادا بھائی بہنیں سب محتاج ہوں تو تب نظامِ نفقات کی بعض استثنائی شکلوں کے ساتھ نانا، چچا، ماموں، پھوپھی اور خالہ وغیرہ پر کفالت کی ذمہ داری عائد ہوگی (المبسوط للسرخسی ۵/ ۲۲۷)۔

خلاصہ کلام

مختصر یہ کہ کتاب وسنت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی سیرت کے ٹھوس دلائل کے علاوہ معاشی، نفسیاتی، تربیتی ومعاشرتی پہلوؤں سے خاندان کا جداگانہ نظام ہی سب سے بہتر اور زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔ مشترکہ خاندانی نظام کی جہاں دلائل شرعیہ سے تائید نہیں ہوتی وہیں اس نظام میں بے شمار ناہمواریاں ہیں۔ اس سے تعلقات میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے، محبتیں متأثر ہوتی ہیں، بہت سے دینی امور پر عمل آوری میں دشواری پیش آتی ہے، قریبی رشتہ داروں کے درمیان حق تلفی کی شکلیں پیدا ہوتی ہیں۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منفرد خاندان -فوائد اور مشکلات

ڈاکٹر عبدالمعز نظامی☆

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جب مرد اول حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو وہ سب کچھ ہونے کے باوجود خود کو تنہا محسوس کرنے لگے، ان کی اس تنہائی کو دور کرنے کے لیے ایک مونس کو خاتون اول حضرت حوا علیہ السلام کی شکل میں پیدا کیا، جیسا کہ فرمایا گیا: **هو الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها لیسکن إلیها** (الاعراف:۱۸۹)۔یعنی وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا فرمایا اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا تا کہ وہ اس سے سکون حاصل کر سکے۔مزید برآں اس جوڑے میں مکمل انسیت اور تسکین کی خاطر اس میں آپسی محبت، ہمدردی اور دلداری جیسی صفات ڈال دیں، **وجعل بینکم مودة ورحمة** (الروم:۲۱)۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے تخلیق عورت کو سکون قلب اور راحت جسم قرار دیا۔اس راحت وسکون کو قائم ودائم رکھنے کے لیے جن امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ان کو شریعت نے بیان فرمایا اور جن باتوں سے اجتناب ضروری ہے ان کو واضح کیا۔چونکہ ایک صالح اور اچھا خاندان ہی ایک اچھے سماج کی اکائی ہوتی ہے، اس لیے ایک اچھے معاشرہ کی تشکیل کے لیے خاندان کا اچھا ہونا ضروری ہے۔ خاندان کی اسی اہمیت کے پیش نظر شریعت نے تفصیلی احکامات دیے ہیں۔

خاندان کو عربی زبان میں (اُسْرَةٌ) کہا جاتا ہے جو اَسْر سے ماخوذ ہے جس کے معنی مضبوط باندھنے اور جوڑنے کے ہیں، نیز محفوظ قلعے کو بھی عربی میں **الاسرة** کہتے ہیں۔چنانچہ خاندان کو اسی لیے **اسرة** کہا جاتا ہے کہ اس میں آپسی تعلقات خاندان کے افراد کو باہم متحد اور

☆ صدر شعبہ عربی مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوڑے رکھتے ہیں، انتشار اور افتراق سے بچاتے ہیں، اور جس کی وجہ سے افراد خاندان کو تحفظ اور قوت حاصل ہوتی ہے (دیکھئے: لسان العرب، مادہ: اس ر)۔ خاندان کی اس شدید ضرورت اور اس کے منافع کے پیش نظر اسلام نے بنیادی اور اصولی باتیں بڑی صراحت کے ساتھ بتادیں جس میں میں کسی تاویل کی گنجائش ہے اور نہ تشریح کی ضرورت ہے، زوجین کی باہمی ذمہ داریوں اور ایک دوسرے کے حقوق متعین کردیے گئے ہیں جن میں شفقت و ہمدردی کرنے اور قانونی حق سے زیادہ دینے پر ابھارا گیا ہے، **ولا تنسوا الفضل بینکم** (البقرۃ: ۲۳۷)۔ دوسری طرف کچھ امور کو معروف پر چھوڑ دیا گیا ہے، یعنی وہ بات جو معاشرہ میں سب کے نزدیک بہتر اور عمدہ سمجھی جاتی ہو اور اسلامی اصول واحکام سے متصادم نہ ہو۔ ان ہی میں خاندانی نظام کا مسئلہ بھی ہے۔ خاندان کی نوعیت کیا ہو؟ کیا سب ایک ہی مشترک خاندان (Extended/Joint Family) میں رہیں یا علاحدہ چھوٹے چھوٹے خاندان (Nuclear Family) کی شکل میں رہیں۔ شریعت میں دونوں طرح کی مثالیں ملتی ہیں۔ اس سلسلے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس چیز کو حالات اور معمول پر موقوف کردیا گیا ہے کہ کن حالات اور کس ماحول میں کون سا طریقہ بہتر متصور ہوتا ہو کہ جس میں خاندان سے مقصود فوائد زیادہ سے زیادہ حاصل ہوں اس طرز خاندان کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

جامع ترمذی میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نکاح کیا اور بعد کو رسول اللہ ﷺ سے بتایا، آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تم نے کنواری لڑکی سے نکاح کیا ہے یا ثیبہ (بیوہ یا مطلقہ) سے؟'' میں نے کہا ثیبہ سے، آپ نے فرمایا: ''تم نے کسی دوشیزہ سے نکاح کیوں نہ کیا کہ تم اس کے ساتھ خوش طبعی کرتے اور وہ تمہارے ساتھ خوش طبعی کرتی؟'' میں نے کہا یارسول اللہ میرے والد کا انتقال ہوگیا ہے اور وہ سات یا نو لڑکیاں چھوڑ گئے ہیں لہٰذا میں نے ایسی خاتون سے نکاح کیا ہے جو میری ان بہنوں کی دیکھ بھال کرسکے۔ آپ نے یہ سن کر مجھے دعا دی (جامع الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی تزویج الابکار)۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ نے حضرت جابرؓ کے اس عمل پر نکیر نہیں فرمائی بلکہ اسے پسند فرمایا۔ قرآن مجید میں سورہ نور آیت:۶۱ میں کہا گیا ہے: **لیس علیکم جناح أن تأکلوا جمیعاً أو أشتاتا**، یعنی تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔ اسی طرح سورہ بنی اسرائیل میں جہاں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا اس کے ضمن میں یہ بھی کہا گیا: **إما یبلغن عندک الکبر أحدھما أو کلاھما فلا تقل لھما أف ولاتنھرھما**، یعنی والدین میں سے ایک یا دونوں تیرے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے سامنے اف تک نہ کرنا اور نہ ہی انہیں جھڑکنا۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ماں و باپ بڑھاپے کی عمر میں اپنی اولاد کے ساتھ مشترکہ خاندان کی شکل میں رہ سکتے ہیں۔ ہندوستان میں مشترکہ خاندان کا نظام اکثر مقامات پر رائج ہے۔

اس کے برخلاف علاحدہ یا منفرد خاندان کی شکل میں رہنے کی مثالیں بھی موجود ہیں، عربوں کے یہاں یہی طرز زیادہ معروف تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کرنے کے بعد علاحدہ سکونت اختیار فرمائی۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے نکاح کرنے کے بعد علاحدہ مکان میں قیام فرمایا۔ چنانچہ عرب ممالک میں اب بھی اس قسم کے خاندان کا رواج ہے۔

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ اسلام میں منفرد خاندان کا وہ تصور نہیں ہے جو آج مغرب میں (Nuclear Family) کے نام سے مروج ہے۔ جہاں آدمی کی توجہ کا مرکز پوری طرح اس کی بیوی، بچے اور خود اس کی ذات ہوتی ہے۔ یہ اسلامی تصور نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام نے آدمی پر جہاں ایک طرف اس کے بیوی و بچوں کا حق رکھا ہے تو دوسری طرف ضرورت مند والدین، دیگر رشتہ داروں نیز یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق رکھا ہے۔ سورہ نساء کی آیت ۳۶ میں اس حقیقت کو یوں بیان کیا گیا ہے: ''**واعبدوا اللہ ولاتشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتامی والمساکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت أیمانکم**'' یعنی اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، ماں و باپ کے ساتھ حسن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلوک کرو، رشتہ داروں کے ساتھ یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ، قرابت دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی، ساتھ رہنے والے، مسافر اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ صلہ رحمی اور حسن سلوک مال کے ذریعہ اور حسن گفتار کے ذریعہ بھی ہوسکتا ہے، اور جسمانی محنت ومشقت کے ذریعہ اپنے عزیز تر وقت صرف کرکے اور اپنے جذبات اور احساسات کو قربان کرکے اور دوسروں کی ضرورتوں کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھ کر ہوسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہمیں اس آیت کی عملی تشریح ملتی ہے۔

چنانچہ منفرد خاندان میں رہتے ہوئے انسان ان تمام اہل حق کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتا رہے جس کی اسلام میں بڑی تاکید آئی ہے۔ ساتھ ہی اہل خانہ اور بچوں کو اس کی تعلیم دے اور اس نہج پر ان کی تربیت کرے۔ سول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات اور آل اطہار کی اس طرح تربیت فرمائی تھی کہ دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھتیں، گھر میں جو کچھ ہوتا حاجت مندوں کو حاجت روائی کے لیے اسے دے دیتیں۔

اب کوئی شخص عمومی مصلحت کے پیش نظر منفرد خاندان کو اختیار کرتا ہو تو اس کے لیے اس کے فوائد اور نقصانات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

منفرد خاندان کے فوائد:

☆ منفرد خاندان میں رہنے کی وجہ سے خاتون خانہ کو روز مرہ کے معمولات میں آزادی حاصل ہوگی۔ ساس سسر، نند وغیرہ کی بے جا مداخلت سے راحت نصیب ہوگی۔

☆ امور خانہ داری میں سسرالی رشتہ داروں کی جانب سے روک ٹوک اور محاسبہ نہ ہوگا۔

☆ بیوی کی خدمت کا محور اس کا شوہر اور بچے ہوں گے، جہاں وہ پوری طرح ان پر توجہ دے سکے گی۔

☆ شوہر کو اپنی ماں اور بہنوں کے ذریعہ بیوی کی روزانہ کی جانے والی شکایات سے نجات حاصل ہوگی، اسی طرح بیوی کے ذریعہ ماں اور بہنوں کی شکایت سے راحت ملے گی، کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شوہر دن بھر کام کر کے جب گھر پہنچے تو اسے ایک گونہ سکون حاصل ہوگا۔

☆ خاتون خانہ کو اپنے میکے والوں سے زیادہ سے زیادہ ربط پیدا کرنے نیز ملاقاتیں کرنے کا زیادہ موقع فراہم ہوگا۔

☆ منفرد خاندان میں رہنے کی وجہ سے آپس میں روز روز کی تو تو میں میں نہ ہوگی جس سے بہو کو یہ موقع حاصل ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی ساس، سسر، نند وغیرہ سے تعلقات کو استوار رکھے، ان کو اور مضبوط کرے، جس کا طریقہ تحفے تحائف لے جانا، خوشگوار ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھنا اور ساس سسر کی خدمت کرنا ہے۔ شوہر کے لیے بھی ممکن ہوجاتا ہے کہ وہ والدین کے ساتھ حسن سلوک، بہن بھائیوں کا مناسب خیال رکھ سکے اور ان کے تعلق سے اس کا ذہن غیر مکدر رہے۔

اس طرز خاندان میں زیادہ اوقات (Privacy) بے تکلفی حاصل ہوگی۔

منفرد خاندان کے مشکلات:

☆ بیوی اور بچے اچھی خاندانی روایات اور طور طریقوں سے محروم ہوجاتے ہیں۔ چونکہ بہت سی باتیں ماحول سے سیکھی جاتی ہیں جس کا منفرد خاندان میں موقع نہیں ملتا۔

☆ بچوں کی مناسب دیکھ بھال نہیں ہوسکتی۔

☆ ایک آدمی پر ساری ذمہ داریاں عائد ہوجاتی ہیں، گھر کی ہر ضرورت کا خیال رکھنا، بچوں کو اسکول لانے لے جانے کا انتظام کرنا، ان کے دکھ درد کا خیال رکھنا، کوئی ہنگامی صورت حال پیدا ہوجائے اس سے تنہا نمٹنا یا خاتون خانہ کو تکلیف دینا، اس لیے کہ مشترکہ خاندان میں یہ ذمہ داری بہ آسانی تقسیم ہوجاتی ہے۔

☆ مشترکہ خاندان میں فی کس خرچ کم ہوتا ہے جب کہ منفرد خاندان میں خرچ بڑھ جاتا ہے۔ اور آدمی کو زیادہ زیر بار ہونا پڑتا ہے۔

☆ خاتون اگر شدید ضرورت کے پیش نظر ملازمت کرتی ہو اور اس کے چھوٹے بچے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں تو ان کی دیکھ بھال میں دقت پیش آتی ہے۔

☆منفرد خاندان میں رہنے اور بچوں کو مناسب تربیت نہ ملنے کی وجہ سے یہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ کہیں وہ (self-centred) نہ ہو جائیں جہاں ان کی ذات پوری توجہ کا مرکز نہ ہو جائے۔اور وہ دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کا ثبوت دیں۔

☆مشترکہ خاندان میں رہنے سے ایک طرح کا جو خاندانی تحفظ حاصل ہوتا اس سے محرومی ہو سکتی ہے۔

☆آدمی کو اگر کاروبار یا ملازمت کے سلسلہ میں بیرون شہر یا بیرون ملک جانا ہو تب گھر میں محافظ کی کمی محسوس ہوتی ہے۔

☆مشترکہ خاندان میں بچوں کی صحت کے مسائل تجربہ کار خواتین کی موجودگی کی وجہ سے بہ آسانی حل ہو جاتے ہیں جو ممکن ہے منفرد خاندان میں ناتجربہ کاری کی وجہ سے پیچیدہ ہو جائیں۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاندانی نظام پر تمدنی تبدیلیوں کا اثر

ڈاکٹر محمد شہاب الدین سبیلی ☆

خاندانی نظام پر تمدنی تبدیلیوں کے اثرات کا جائزہ لینے سے پہلے تمدن کے مفہوم کو سمجھ لینا بہتر ہوگا، تمدن ایک ایسا جامع لفظ ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ کا احاطہ کرتا ہے، چاہے سیاست ہو یا تعلیم، معیشت ہو یا معاشرت، مذہب ہو یا اخلاق، سائنس ہو یا جدید ٹکنالوجی، سب اس کے دائرہ میں شامل ہیں، تمدن اسی وقت وجود میں آتا ہے جب کوئی سماج ترقی کے مراحل طے کر کے اپنا منفرد مذہبی، سیاسی، قانونی، معاشی اور تعلیمی تشخص قائم کر لے۔

اس لفظ کے وسیع مفہوم کو ذہن میں رکھتے ہوئے جب ہم موجودہ دور پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں موجودہ تمدن اور سابقہ تمدن میں زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے اور جب دونوں تمدن میں اتنا فرق ہے تو ظاہر ہے کہ ان کے خاندانی ڈھانچہ میں بھی کافی فرق ہوگا، اس مختصر سی تحریر میں تمام تمدنی تبدیلیوں اور اس کے اثرات کا جائزہ لینا مشکل ہے، اس لئے یہاں صرف چند اہم تمدنی تبدیلیوں کے ذکر پر اکتفا کیا جائے گا۔

ذرائع معیشت میں تبدیلی

تمدنی تبدیلیوں میں سب سے اہم تبدیلی ذرائع معیشت کی تبدیلی ہے، کیونکہ جدید معاشی نظام نے سماجی ڈھانچہ کو یکسر تبدیل کر دیا ہے، اور وہ اس طرح کہ قدیم دور میں معیشت کا زیادہ تر انحصار زراعت پر ہوتا تھا، لوگ اپنی زمینوں کی پیداوار پر انحصار کرتے تھے، ہر خاندان کی

☆ اسسٹنٹ پروفیسر ای، ایف، ایل، یونیورسٹی، حیدرآباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختص زمینیں ہوتی تھیں، جو اس خاندان کا اصل اثاثہ ہوتا تھا اور خاندان کے افراد متحدہ طور پر کوشش کرتے کہ اپنی زمینوں سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرسکیں، اس مشترکہ معاشی مفاد نے ارکان خاندان کو آپس میں مربوط اور متحد رکھا تھا، صنعتی دور کے آغاز نے معیشت کے نئے ذرائع پیدا کردیئے، لوگ دور دور کا سفر کرنے لگے، تاکہ جدید معاشی مواقع سے فائدہ اٹھاسکیں، اس رجحان نے خاندانی نظام پر کافی گہرا اثر ڈالا، کیونکہ افراد خاندان نقل مکانی کرکے اتنے فاصلے پر جابسے کہ جہاں سے ان کے لئے بار بار آنا مشکل ہوگیا، پھر اس جغرافیائی فاصلہ نے لوگوں کے دلوں میں بھی فاصلے پیدا کردیے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپسی تعلقات میں جو گرم جوشی ہوتی تھی، اس میں کمی آنے لگی۔

جدید معاشی انقلاب سے پہلے صرف مرد حضرات ہی معاشی سرگرمیوں میں حصہ لیتے تھے، مگر جدید معیشت نے عورتوں کے لئے بھی ملازمت کے حصول کے دروازے کھول دیئے، اس کشش نے عورتوں کو گھر کی چہار دیواری سے باہر نکلنے پر آمادہ کیا، اب مرد اور عورت دونوں معاش کے حصول میں اس طرح لگ گئے کہ گھر کا نظام درہم برہم ہوگیا، بچے ماں کی محبت اور باپ کی توجہ سے محروم ہونے لگے، بین الاقوامی کمپنیوں اور کال سنٹرس کے رواج نے عورت کو رات کے وقت بھی گھر سے باہر نکلنے پر مجبور کردیا، اب تک بچے دن میں نہ سہی، رات میں ماں و باپ کو ایک ساتھ دیکھتے تھے، مگر اس نئی تبدیلی نے بچوں سے یہ نعمت بھی چھین لی، اور پھر ماں و باپ کو اس مجرمانہ سلوک کا یہ خمیازہ بھگتنا پڑا کہ ان کی اولاد ان کے ہاتھ سے نکل گئی، ان کے دلوں میں نہ ماں کا تقدس رہا اور نہ باپ کا احترام، اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے مرد و عورت میں ایک نیا رجحان یہ پیدا ہوا کہ یا تو سرے سے اولاد ہی نہ رکھی جائے یا اگر رکھی بھی جائے تو ایک یا دو، اس سے زیادہ نہیں، اس نئے رجحان نے خاندانی نظام کو برباد کردیا، یوں تو اس کی بربادی کے اثرات سے ساری دنیا متاثر ہوئی، لیکن امریکہ اس میں سب سے زیادہ متاثر ہوا، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۸۲۰ء سے لے کر ۱۹۲۰ء تک ۴۰ ملین سے زیادہ لوگ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے ملکوں سے آ کر امریکہ میں آباد ہوئے، اور امریکیوں نے ان کو اپنے سماج میں ضم کرلیا، کیوں کہ ان تارکین وطن کے بغیر امریکہ کی نفری طاقت بہت کمزور ہو جاتی۔

ترقی یافتہ ملکوں میں ایک تباہ کن یہ رجحان وجود میں آیا کہ بچوں کی تربیت وتعلیم کی ذمہ داریوں کو اٹھانے سے والدین گھبرانے لگے اور نتیجتاً ترک اولاد کا رجحان غالب ہوگیا، اب حکومتوں کی یہ ذمہ داری ہوگئی کہ بچوں کی تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دیں، اس غیر انسانی سلوک نے نئی نسل کو اس بات پر اکسایا کہ وہ یا تو تشدد کا راستہ اختیار کرلیں یا پھر گہری مایوسی میں ڈوب کر اپنے وجود کو فنا کرلیں۔

نظام تعلیم میں تبدیلی

اسی طرح نظام تعلیم کی تبدیلی کا بھی خاندانی نظام پر گہرا اثر پڑا، مخلوط تعلیم کے تصور نے نوعمر لڑکے اور لڑکیوں کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ اپنے سرپرستوں کی نظروں سے اوجھل رہ کر مخربِ اخلاق سرگرمیوں میں حصہ لیں اور طرح طرح کی بے راہ رویوں میں مبتلا ہو جائیں، بلاشبہ جدید نظام تعلیم کے کئی مثبت پہلو بھی ہیں، جن کا انکار کرنا عقل کے تقاضہ کے خلاف ہے، مگر اس تلخ حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے کہ جدید نظام تعلیم نے ہماری نسلوں کے اخلاق پر بُرے اثرات ڈالے ہیں، خاص طور پر ہماری لڑکیاں اس نظام تعلیم کے اثر سے حیاء، شرم، اعلیٰ کردار اور شریفانہ اخلاق سے محروم ہوگئیں، جو ان کا امتیاز تھا۔

جدید نظام تعلیم کے برے نتائج مغربی ملکوں میں بڑے پیمانہ پر دیکھنے میں آئے، آج مغربی دنیا کے دانشوروں کے سامنے یہ سوال ایک چیلنج بن کر ابھرا ہے کہ کس طرح نئی نسل کے اخلاق وکردار کی حفاظت کی جائے، اگر چہ کہ ہندوستان اور دوسرے ایشیائی ملکوں کی اخلاقی وروحانی صورت حال مغربی ملکوں سے مختلف ہے، مگر یہ کہنا کہ یہ ممالک جدید تعلیم کے زہریلے اثرات سے محفوظ ہیں، یہ سراسر غلط ہے، کیونکہ ہندوستان میں بھی روشن خیالی کے وہم میں پڑ کر کئی لڑکے اور لڑکیاں خاندانی نظام کو فرسودہ نظام سمجھ کر سماج کی بندشوں سے آزاد ہوگئے ہیں، ان کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظروں میں شادی کا مقدس تصور صرف ایک جنسی رشتہ تک محدود ہو کر رہ گیا ہے، وہ خاندانی نظام کے فائدوں کو سمجھنے کے بجائے اس عظیم تہذیبی ورثہ اور روایت کی مخالفت کرتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ طلاق کی شرح بہت بڑھ گئی ہے، گھر کا گھر اور خاندان کا خاندان تباہ ہو رہا ہے۔

جدید ذرائع ابلاغ

یہ حقیقت کسی بھی صاحبِ فہم انسان کی نظر سے اوجھل نہیں ہے کہ جدید ذرائع ابلاغ یا مواصلاتی نظام نے انسانی تمدن کی تعمیر میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے، لیکن اس بات کا انکار کرنا بھی مشکل ہے کہ جدید ذرائع ابلاغ کی سہولتوں نے جہاں انسانی سماج کی ترقی میں اہم رول ادا کیا ہے وہیں اس سے خاندانی نظام پر برا اثر بھی پڑا ہے، ٹی وی پر چوبیس گھنٹے رقص وسرور، ناچ وگانا اور حیا سوز مناظر پیش کئے جاتے ہیں، جن کے اثر سے نئی نسل کا اخلاق وکردار بگڑ رہا ہے اور ٹی وی پر ایسے سیریلس اور پروگرامس نشر ہونے لگے ہیں کہ خواتین کا پورا وقت ان پروگراموں کی نذر ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے ان کے گھر کا نظام خراب ہو جاتا ہے، ان پروگراموں کے وجود میں آنے سے پہلے افراد خاندان فارغ اوقات میں اپنے رشتہ داروں، پڑوسیوں اور دوستوں کے پاس جاتے تھے اور ان کا حال واحوال معلوم کرتے تھے، مگر رنگ برنگ کے چینلس نے لوگوں کو اتنا مشغول کر دیا کہ ان کے پاس اتنا وقت نہیں رہا کہ وہ ایک دوسرے سے ملیں جلیں اور آپسی تعلقات کو مستحکم کریں۔

بلاشبہ انٹرنیٹ کی ایجاد نے خاندانی نظام پر مثبت اثرات ڈالے ہیں، خاص طور پر ایسی ویب سائٹس کا وجود میں آنا جن کا مقصد ہی سماجی تعلقات کو فروغ دینا ہے مثلاً فیس بک، ٹوئیٹر وغیرہ، جن کی مدد سے سماجی تعلقات نے ایک نئی بلندی حاصل کی ہے، مگر اس حقیقت کو بھی ماننا پڑیگا کہ انٹرنیٹ کے ان فوائد کے باوجود اس کے ظہور نے خاندانی نظام کو بہت کمزور کر دیا ہے، کیوں کہ اسی کے ذریعہ عشق ومحبت کی ہزاروں داستانیں وجود میں آتی ہیں اور اخلاق سوز لٹریچر تیزی سے دنیا کے کونے کونے میں پہنچ گیا ہے، ہر وہ شخص جس کی انٹرنیٹ تک رسائی ہے، اس کے لئے ممکن ہو گیا کہ اپنے کمپیوٹر اور لیپ ٹاپ کے اسکرین پر دنیا کی ساری برائیوں کا گھر بیٹھے نظارہ کر سکے، اس لئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سمجھتا ہوں کہ انٹرنیٹ کا غلط استعمال ایک ایسا چیلنج ہے جس کا تدارک بظاہر بہت مشکل ہے۔

جدید سیاسی نظام

جمہوریت کے فائدے سے کسی کو انکار نہیں ہے، کیوں کہ جمہوریت کے بغیر کوئی ملک ترقی نہیں کرسکتا ہے، اسی طرح سیکولرزم بھی ایک حد تک موجودہ دنیا کی اہم ضرورت ہے، کیوں کہ ہر ملک میں مذہبی لسانی اور جغرافیائی اقلیتیں آباد ہیں، اگر سیکولرزم کے اصولوں کو ان ملکوں میں بالائے طاق رکھ دیا جائے تو اقلیتوں کا جینا مشکل ہوجائے گا، لیکن یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ سیکولرزم کے پسِ پردہ لادینیت اور مذہب بیزاری کی جو لہر اٹھی ہے، اس نے انسانی سماج کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔

بہرحال آج عالمی سطح پر یہ بات کہی جارہی ہے کہ مذہب معاشرہ کو مضبوط اور مستحکم بناتا ہے، اور مذہب وتمدن میں کافی گہرا رشتہ ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک سروے رپورٹ جو حال میں چھپی ہے، اس کا ایک حصہ نقل کیا جائے، جس سے مذہب اور خاندان کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے، اس رپورٹ میں یہ عبارت درج ہے:

The end of the twentieth Century appears to be a time when strength for the family as cornerstone of civilization must come from the top down, must be sought on spiritual levels first and then manifested in earthly life. In a recent study, Lauer and Lauer studied, 300 happily married couples who had been married for 15 years or more. One of the most significant variables contributing to a successful marriage is the belief in family and marriage as a long-term commitment to something sacred (lauer & Laur, 1989). In another study, 40 years of research has shown a strong

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

relationship between religion and family happiness. There are indications that this religious quality went deeper than going to church or participating in religious activities together. It could most appropirately be called a commitment to a spiritual life style. Words are inadequate to communicate this, but what many of these families said was that they had an awareness of God or a higher power that gave them a sense of purpose and gave their family a sense of support and strenght" (Stinnett, 1989).

ان تہذیبی تبدیلیوں نے انسانی سماج کو کئی مشکلات سے دوچار کیا ہے اور صورتِ حال اتنی سنگین ہوگئی ہے کہ مغربی ملکوں میں خاندانی نظام کو بحال کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ جدید تہذیبی تبدیلیوں کو آنکھ بند کرکے قبول کرنے کے بجائے اس کی معقولیت پر غور کرنا چاہئے اور یہ سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ یہ تبدیلی خاندان پر اچھا اثر ڈالے گی یا برا، ساتھ ہی ساتھ ہم کوشش کریں کہ کسی بھی معاشی، سیاسی، تعلیمی انقلاب سے منفی اثر لینے کے بجائے مثبت اثر لیں، تاکہ خاندانی نظام مستحکم ہوسکے، اگر خاندان مضبوط ہوگا تو سماج بھی مستحکم ہوگا، اور اگر خاندان کمزور ہوجائے گا تو سماج بھی کمزوری کا شکار ہوجائے گا، روم، یونان اور دنیا کے دوسرے تمدن وتہذیب کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ تہذیبوں کو اسی وقت زوال آتا ہے جب خاندانی نظام کھوکھلا اور بے اثر ہوجاتا ہے، لہٰذا ہم خاندانی نظام کی اہمیت کو سمجھیں اور کسی بھی قیمت پر اس قیمتی دولت کو ضائع نہ ہونے دیں۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق

محمد رحیم الدین انصاری ☆

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الكريم وعلى آله وأصحابه أجمعين۔

سامعین کرام! میں مختصر سا وقت آپ کا لوں گا کیونکہ معزز مہمان دور دراز سے بھی تشریف لائے ہیں، ''خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق'' کے سلسلہ میں مختصر سی تحریر آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

دنیا پر اسلام کے بے شمار احسانات ہیں، اس کا ایک عظیم احسان یہ ہے کہ اس نے خاندان کا ایک مفصل نظام پیش کیا، مرد وزن کا رشتہ عدل وانصاف کی بنیاد پر استوار کیا، افراد خاندان کے حقوق وواجبات کا ٹھیک ٹھیک تعین کیا، اور ان کے درمیان ہمدردی، محبت اور حسن سلوک کا ماحول پیدا کیا، اس نے خاندان کی تعمیر میں قانون اور اخلاق دونوں سے مدد لی، اور اسے روح وقالب کے اعتبار سے ایک جامع اور مکمل نظام کی شکل عطا کی۔

انسان جب اس دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اس کی ماں سے اس کا اولین رشتہ استوار ہوتا ہے، پھر بہت جلد باپ اس میں شریک ہو جاتا ہے، اس کے بعد بھائی بہن اور دور ونزدیک کے ان تمام افراد سے اس کے تعلقات قائم ہوتے چلے جاتے ہیں، جو اس سے خون کا رشتہ رکھتے ہیں، انہی سے اس کا خاندان تشکیل پاتا ہے، اور انہی کے درمیان اس کی اجتماعی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، خاندان سے باہر کے افراد سے اسکا تعلق اس ابتدائی مرحلہ میں شاذ ونادر ہی ہوتا ہے ان سے

☆ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ربط وضبط کا سلسلہ بالعموم بعد میں شروع ہوتا ہے۔

انسان اپنے سفر حیات میں مختلف مراحل سے گزرتا ہے، ایک مرحلہ پیدائش اور بچپن کا ہے، جس میں وہ اپنی بقاء اور ضروریات کی تکمیل میں سراسر دوسروں کا محتاج ہوتا ہے، اس مرحلہ میں اس کا خاندان اس کی نگہداشت اور پرورش کرتا ہے، اس کی ضروریات پوری کرتا ہے اور اسے اس قابل بناتا ہے کہ وہ میدان عمل میں اپنا حصہ ادا کر سکے، استطاعت کے ہوتے ہوئے خاندان اس میں کوتاہی کا ارتکاب نہیں کرتا، کبھی اس میں غفلت ضرور ہو جاتی، لیکن قصد وارادہ بالعموم شامل نہیں ہوتا، انسان کی زندگی کا دوسرا مرحلہ عہد شباب کا ہے، اس مرحلے میں وہ خاندان کا ایک ایسا فرد ہوتا ہے جو اس کی مدد کا ضرورتمند بھی ہوتا ہے، اور وہ اس کی مدد بھی کر سکتا ہے، اس مرحلہ میں وہ ان سے جتنا تعاون حاصل کرتا ہے اس سے زیادہ اس کی معاونت کے موقف میں ہوتا ہے، تیسرا مرحلہ پیری اور بڑھاپے کا ہے جو جوانی کے بعد شروع ہوتا ہے، اس میں آدمی ضعف وناتوانی کا شکار ہو جاتا ہے، اس کی قوتیں اور توانائیاں آہستہ آہستہ کمزور پڑنے لگتی ہیں، کبھی یہ مرحلہ اتنا طویل ہوتا ہے کہ آدمی بچپن ہی کی طرح لمبی مدت کے لئے خاندان کی توجہ اور خیر گیری کا دوبارہ محتاج ہو جاتا ہے۔

افراد خاندان کے درمیان چونکہ ہمدردی اور تعاون وتناصر کے جذبات کارفرما ہوتے ہیں، وہ ایک دوسرے کی ضروریات کی تکمیل اور ان کے تقاضوں کو پورا کرنے کی سعی کرتے ہیں اس لئے یہ سب کچھ فطری طور پر بغیر کسی دباؤ کے انجام پاتا ہے، اس طرح خاندان کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ آدمی کے چاروں طرف اس کے بہی خواہ اور ہمدرد افراد کا ایک حلقہ موجود ہوتا ہے جن کے درمیان وہ خود کو محفوظ ومامون پاتا ہے، اور جو مشکلات میں اس کے کام آتا ہے۔

اسی طرح افراد خاندان کے درمیان ایک دوسرے کی حفاظت وصیانت کا شدید جذبہ بھی پایا جاتا ہے، کسی کی جان، مال اور عزت وناموس پر حملہ ہو تو پورا خاندان اسے اپنے اوپر حملہ تصور کرتا ہے، اور ظالم سے انتقام لینے کو اپنا فرض سمجھتا ہے، خاندان سے انسان کا جذباتی تعلق بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے وہ اس سے دلی قربت اور یگانگت محسوس کرتا ہے اور رنج وراحت میں اسے شریک دیکھنا چاہتا ہے، افراد خاندان اس کی خوشیوں کو دوبالا کرتے ہیں، ان کی محبت و ہمدردی اس کے درد والم کو کم کرتی ہے، اور اسے سکون فراہم کرتی ہے۔

الغرض خاندان کی ضرورت جس طرح عہد ماضی میں مسلم تھی اسی طرح اس کی ضرورت زمانۂ حال میں بھی ہے، اور مستقبل کا انسان بھی اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، جب کبھی خاندان کی تعمیر صحیح خطوط پر ہوئی، اس کے مقاصد پورے ہوئے اور مرکز سکون وراحت بنا رہا، اس کے برخلاف جب وہ تخریب کا شکار ہوا تو اس کی افادیت مجروح ہوئی، اور اس کے برکات وثمرات سے دنیا محروم ہوتی چلی گئی، موجودہ دور جن سنگین مسائل سے دوچار ہے ان میں ایک خاندان کی تباہی بھی ہے، آج نظام خاندان کو غلط رسوم ورواج، نامعقول قاعدوں اور مادیت کے غلبہ نے کمزور سے کمزور تر کردیا ہے، جس کے نتیجے میں خاندان ایک بوسیدہ ڈھانچہ بن کر رہ گیا ہے، خاندان میں الفت ومحبت کی جو خوشگوار فضا تھی وہ ختم ہوتی جارہی ہے، اور اس کی جگہ خودغرضی اور مفاد پرستی نے لے لی ہے، خاندانی رشتے اور تعلقات اس طرح متاثر ہورہے ہیں کہ فرد خاندان کے لئے اجنبی بن کر رہ گیا ہے۔

اس تناظر میں آج کل خاندان کے پورے نظام پر اعتراضات کئے جاتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ اس میں عورت کے حقوق محفوظ نہیں ہیں، ایک خیال یہ ہے کہ خاندان بعض معاشی عوامل کے نتیجے میں وجود میں آیا، اب وہ عوامل ہی نہیں رہے، بعض حضرات خاندان کو ماضی کا ایک ایسا ادارہ تصور کرتے ہیں جس کی موجودہ ترقی یافتہ دور میں چنداں ضرورت نہیں رہ گئی ہے، جو لوگ ریاست کے کلیت پسند تصور کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ خاندان کے فوائد ریاست کے ذریعہ حاصل کئے جاسکتے ہیں، آج مغرب میں خاندان بری طرح شکست وریخت سے دوچار ہے، مرد اور عورت آزاد شہوت رانی کے قائل ہیں، وہ نکاح کی بندش اور خاندان کی تعمیر کا بوجھ اٹھانا نہیں چاہتے۔

ان مسموم حالات میں علماء زعماء اور قائدین ملت کی ذمہ داری دوچند ہوجاتی ہے کہ وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاندان کی اہمیت کو اجاگر کریں، اس کے ذریعہ حاصل ہونے والے فوائد کو امت کے سامنے کھول کھول کر بیان کریں تاکہ اس تعلق سے پائی جانے والی بے راہ روی کا سد باب ہو، اور اس کی ضرورت واہمیت کا احساس کر کے افراد دوبارہ مستحکم خاندانی نظام سے مربوط ہو کر زندگی گزاریں، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد کے اشتراک سے ''**خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق**'' کے عنوان پر سمینار منعقد کرنا بڑی خوش آئند بات ہے، خدا کرے اس کی آواز دور دور تک پہونچے، اور امت کو صحیح رہنمائی ملے، میں اس سلگتے ہوئے موضع پر سمینار منعقد کرنے والے تمام احباب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں، اور اپنی نیک خواہشات کا اظہار کرتا ہوں، اور یہ امید رکھتا ہوں کہ کوئی جامع تجویز اور پیغام متفقہ طور پر امت مسلمہ کو پہونچے، آمین ثم آمین۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاخیر سے ہونے والی شادیاں اور نظام خاندان پر اس کے اثرات

ڈاکٹر مسعود علی خاں☆

حیدرآباد شہر مسلم تہذیب کا گہوارا ہے، یہاں 36.76% مسلمان رہتے ہیں، اس شہر کی خواندگی 57% ہے، یہ ایک زمانے میں مسلمانوں کے اقتدار کا شہر تھا، آج کے جمہوری دور میں ملک کا ایک حصہ بن گیا ہے۔

حیدرآباد کے مسلم معاشرہ میں سب سے زیادہ دشوار کن مسئلہ والدین کے لئے اپنی لڑکیوں کے لئے موزوں بر کی تلاش کا ہوگیا ہے۔ ان کو اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے شہر کے متعدد ایجنٹوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ مثلاً اخبار میں ''ضرورت رشتہ کا اشتہار'' انٹرنیٹ، مشاطائیں اور ''دوبدو پروگرام''، حیدرآباد کے متوسط طبقے کے خاندان اپنی لڑکیوں اور لڑکوں کے رشتے کے لئے ان ایجنسیوں سے رجوع ہورہے ہیں، مثال کے طور پر ادارہ پیامات وشادی۔ اس وقت شہر میں مختلف مقامات پر یہ ادارے پیامات شادی مختلف ناموں سے کام کررہے ہیں، ان اداروں میں لڑکیوں کی رجسٹریشن فیس 500 روپئے اور لڑکے کے لئے 1000 روپئے ہیں، ہر ادارہ میں تقریبا تین سے چار ہزار لڑکیوں کے رجسٹریشن ہیں اور دو سے تین ہزار لڑکوں کے رجسٹریشن ہیں۔ لڑکیوں کے فوٹو اور بائیوڈاٹا کے ساتھ ایک فائل محفوظ کرلی جاتی ہے اور ان لڑکیوں اور لڑکوں کے فوٹوز کو مع بائیوڈاٹا انٹرنیٹ پر ڈالا جاتا ہے، اور کوئی پیام آجائے تو آپ کو اطلاع دی جاتی ہے، آپ اپنے

☆ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رجسٹریشن نمبر کے ذریعہ مزید اس پیام کی تحقیق کر کے لڑکے والوں کو اپنے گھر آنے کی اجازت دیتے ہیں۔ یہ ادارہ عام طور پر دو پارٹیاں، یعنی لڑکے اور لڑکی والوں کو ملانے کا کام انجام دیتے ہیں۔ ان میں اکثر ایسے لڑکے اور لڑکیوں کی تصویریں اور بائیوڈاٹا ہوتا ہے جن کو بہت سے خاندانوں نے ریجیکٹ، یعنی رد کر دیا ہوتا ہے، اس میں تفریق ہے، نئے شہر والے، پرانے شہر والے ان اداروں میں کوئی ربط نہیں ہوتا، بہت سے پرانے شہر کے لڑکی کے خاندان لڑکیوں کے لئے اچھے پیامات کی خاطر بنجارہ ہلز، ٹولی چوکی، مہدی پٹنم شفٹ ہو جاتے ہیں، اور کرایہ پر مکان لیتے ہیں، رشتے طے اور شادی ہونے کے بعد پھر پرانے شہر میں اپنے مکانات میں واپس آتے ہیں، کیونکہ نئے شہر والوں میں سب ہی خاندان خوبصورت، تہذیب یافتہ اور متمول گھرانے کی لڑکی چاہتے ہیں، ان اداروں کا کارنامہ یہ ہے کہ مہینہ میں ایک یا دو پیامات بڑی مشکل سے طے کرتے ہیں، اس کے لئے لڑکے سے ۱۰ ہزار روپئے بطور کمیشن اور لڑکی سے بھی ۱۰ ہزار روپئے بطور کمیشن لیتے ہیں۔ رجسٹریشن کے وقت ہی اس معاہدہ پر دستخط لے لیتے ہیں، اگر پیام طے ہونے کے آثار نظر آتے ہیں تو درمیان میں ہی نصف کمیشن کا مطالبہ ہوتا ہے، شادی ہونے سے قبل اس کمیشن کو ادا کرنا پڑتا ہے، ملازمت سے جو افراد نے وظیفہ لے لیا ہے وہ افراد اکثر اس ادارہ پیامات شادی کے کاروبار میں جڑے ہوئے ہیں، بڑی لچھے دار گفتگو کرتے ہیں، اللہ کریم ہے، اللہ رحیم ہے، انشاء اللہ آپ کے لئے یہ پیام بالکل طے ہو جائے گا، لڑکی والے ماں و باپ کو دلاسہ دیتے ہیں اور ان کو آس میں لگائے رہتے ہیں۔

بعض لڑکی کے والدین اخبار کے اشتہار یعنی ''ضرورت رشتہ'' کے کالم میں اشتہار دیتے ہیں، اس کی فیس بھی 400 سے 500 روپئے ہے، یہ ادارہ جات لڑکے اور لڑکیوں کی فائل، ان کی تعلیمی قابلیت اور علاقہ واری محلے کے لحاظ سے رکھتے ہیں، اس کام کے لئے ایک دو تین نوجوان لڑکیوں کو ملازم رکھ لیتے ہیں، وہ سارا دفتری کام کرتے ہیں، اور ادارہ میں جو ٹیلی فون آتے ہیں ان کے جوابات دیتے ہیں، جس دن چھٹی رہتی ہے یہ کاروبار بڑے عروج پر رہتا ہے، خصوصاً جمعہ اور اتوار کو اگر کوئی لڑکی پسند کرنے جانا ہو تو ایک کار کرایہ پر لے جاتی ہے، لڑکی کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکان پر ایک ہی وقت میں ہلہ بول دیتے ہیں اور ان لڑکیوں کو دیکھنے کے لئے خاص طور پر ہونے والے دولہا کی بہنیں دیکھنے آتی ہیں، ایک لڑکی پسند نہ آئے تو دوسری لڑکی، دوسری پسند نہ آئے تو تیسری۔ تیسری پسند نہ آئے تو چوتھی لڑکی، ہر جگہ ایٹ ہوم نوش کر کے رخصتی حاصل کر لیتے ہیں، لڑکیاں پسند کرنا مقصد نہیں رہتا جیسے قربانی کا جانور پسند کرنے نکلتے ہیں۔

جب لڑکے والے کسی بھی لڑکی والے کے گھر پہنچتے ہیں تو ایک ہی بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمیں لڑکی بتایئے کیونکہ اور بھی جگہ لڑکی دیکھنے کے لئے جانا ہے، یعنی لڑکی کا انتخاب بالکل کاروباری انداز میں ہوتا ہے، اور یہ دولہے کی بہن جو لڑکی سے انٹرویو لیتی ہیں، آپ کہاں تک پڑھی ہیں، کون سے اسکول کالج سے پڑھی ہیں، آپ کی ہابی کیا ہے، آپ کو کیا کیا پکوان آتا ہے، موٹر ڈرائیونگ آتی ہے یا نہیں، جو عمر رسیدہ عورتیں ہوتی ہیں وہ لڑکی کا قد ناپتی ہیں اور لڑکی کی چوٹی اٹھا کر دیکھتی ہیں، اس سے لڑکی کی عمر کا پتہ چلتا ہے، یعنی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اپنے گھر کے لئے بہو نہیں؛ بلکہ کوئی ماڈل کا انتخاب کر رہی ہیں، لڑکی کی مجبوری میں ماں و باپ لڑکی والوں کے اس آس میں غمزدہ رہتے ہیں، لڑکی کا رشتہ طے ہو جائے گا، لڑکی پسند آ جائے گی، لڑکے والے اٹھ کر جاتے ہیں، کہتے ہیں، ہم گھر جا کر ٹیلی فون کریں گے اور ٹیلی فون کی گھنٹی لڑکی کی سوتی قسمت کی طرح کبھی بجتی ہی نہیں، لڑکی کے والدین پھر فکرمند ہو جاتے ہیں، ہر جمعہ اور اتوار کو آیت کریمہ کا درس، قرآن شریف کی مجلس، یا رب کی تسبیح کرواتے ہیں، یہ تسبیح پڑھنے والے بھی 500 سے 1000 روپئے ہدیہ لیتے ہیں، اگر آپ دوپہر کھانا کھلائے تو مناسب ہے کم از کم ایٹ ہوم تو کھلانا ضروری ہے۔

لڑکی کے ماں و باپ بے چین کسی عالم یا مرشد کے پاس رجوع ہوتے ہیں، آخر ہماری لڑکی کے رشتے میں رکاوٹ کیوں آ رہی ہے؟ یہ عالم یا مرشد اول تو تین چار سو روپئے توڑ لیتے ہیں، لڑکی کی تصویر کو دم کر کے دیتے ہیں، لڑکی بہت ہی جھمیلے میں پھنسی ہے، پڑھنے کی بہت ضرورت ہے، اس کی علاحدہ فیس ہوتی ہے، کنگھی پر دم کر کے دیتے ہیں۔

اب دوسرا طریقہ بعض لڑکی کے ماں و باپ اخبار کا اشتہار کا سہارا لے کر ضرورت رشتہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے کالم میں اشتہار شائع کرتے ہیں، خوبصورت، رنگ بہت ہی گورا، عمر ۲۴ سال، بی ای الکٹرانک، صوم وصلوۃ کی پابند، امور خانہ داری سے مکمل طور پر واقف، لڑکی کے لئے ایک لڑکا ۲۸ سالہ، انجینئر، ڈاکٹر یا غیر ممالک میں ملازمت کرنے والے مہذب خاندان سے تعلق رکھنے والے لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے، گھر کا ٹیلی فون نمبر دیا جاتا ہے۔

اتوار کے دن ۸ بجے سے لڑکی والوں کے گھر ٹیلی فون کی گھنٹیاں بجنا شروع ہوجاتی ہے، آج کے اخبار میں جو لڑکی کے تعلق سے آپ نے اشتہار دیا، آپ لوگ کون سے محلے میں رہتے ہیں، اگر آپ نے کہا کہ یاقوت پورہ، شاہ علی بنڈہ ''ارے اللہ پرانے شہر کے لوگوں ہیں'' کہہ کر فون رکھ دیتے ہیں۔

دوسری مرتبہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے، پہلے انکوائری یہ رہتی ہے کہ لڑکی کا رنگ کیسا ہے، بہت ہی گوری، خوبصورت اور کم عمر لڑکی چاہئے کیونکہ ہمارا لڑکا بہت ہی اسمارٹ ''سلمان خان'' اور ''شاہ رخ'' جیسا ہے۔

جیسے ہی آپ کہتے ہیں کہ لڑکی کا رنگ سانولہ ہے تو جھٹ فون رکھ دیتے ہیں، دو تین سال قبل شہر کے ایک اردو اخبار میں ایک اشتہار ضرورت رشتہ کے کالم میں شائع ہوا تھا، جس کی عبارت کچھ اس طرح تھی:

''کالی وسانولی لڑکی کے ماں وباپ ٹیلی فون کرنے کی زحمت نہ کریں''۔

یعنی یہ کس قدر ذلت آمیز اشتہار ہے۔

قرآن کے ۲۹ ویں پارے میں بالکل صاف صراحت آئی ہے کہ ''اے بندو تم اپنے رنگ ونسل پر مت اتراؤ ہم نے اس دنیا میں کسی کو کالا، کسی کو گورا پیدا کیا، لیکن ہمارے پاس اس بندے کی زیادہ قدر وعزت ہے جس کا تقوی اونچا ہے''۔ یعنی اب قرآنی تعلیمات سے بھی انحراف ہے، حیدرآباد کا معاشرہ اتنا مادہ پرست اور اتنا خودغرض ہوگیا ہے، ان کے پاس نہ اللہ کا خوف نہ دین کا کوئی پاس ولحاظ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھی گھنٹی بجی انکوائری، کچھ اس طرح شروع ہوتی ہے، آپ لوگ شیخ ہیں، یا سید ہیں، فاتحہ وغیرہ دیتے ہیں یا نہیں، پیرومرشد کو مانتے ہیں یا نہیں، درگاہوں پر جاتے ہیں یا نہیں، ہم وہابی اور تبلیغی جماعت کے لوگوں میں رشتہ نہیں کرتے، ہم کو فاتحہ دینے اور عروسوں میں جانے والا خاندان چاہئے، یہ بدعتی لوگوں سے ہم ذرا دور رہتے ہیں۔

لڑکیوں کے ان پیامات کے مسائل کو حل کرنے کے شہر کے مدبر اور کچھ اصلاح کاروں نے اخبار سیاست کے ذریعہ ایک ''دوبدو پروگرام'' شروع کیا جس کے ذریعہ اتوار کے دن شہر کا کوئی شادی خانہ لے کر وہاں لڑکی والوں اور لڑکے والوں دونوں کو دوبدو کر کے ان سے بات کا موقع فراہم کیا جاتا ہے کہ لڑکی اور لڑکے والے ایک دوسرے کو پسند کر کے رشتہ کرلیں۔ بات آگے بڑھ جائے، یہ پروگرام بہت کامیاب رہا، لیکن کچھ عرصے کے بعد یہ پروگرام بھی مدھم پڑ گیا، یعنی ہر ایک لڑکے کو گوری لڑکی چاہئے وہ کالی سانولی لڑکی سے شادی کر کے اپنے خاندان و نسل کو برباد نہیں کرنا چاہتا، اس لئے خوبصورت سے خوبصورت لڑکیوں کی تلاش میں رہتے ہیں، ان لوگوں کو سمجھنا چاہئے، خوبصورت لڑکیوں کا رشتہ تو انہیں کے خاندان کے لڑکوں سے ہوجاتا ہے، وہ آپ کے انتظار میں کیوں بیٹھیں گی، اور اس لڑکی کا اشتہار اخبار میں کیوں آئے گا، دنیا میں کئی قسم کی نسلیں ہیں، ہم کیونکہ خط استوا کے قریب رہتے ہیں اور ہمارا تعلق دراوڑی نسل سے ہے گو کہ ہم اسلام کے ماننے والے ہیں، اس لئے ہماری نسل کا رنگ وروپ کالا، سانولا رہ گیا ہے، لیکن ہم اس رنگ وروپ سے اتفاق نہیں کرنا چاہتے، ہم اپنی ذاتی پسند تھوپنا چاہتے ہیں۔

لڑکیوں میں رشتے کے تاخیر کی وجہ سے والدین شکر اور بلڈ پریشر کے امراض میں مبتلا ہوجاتے ہیں، لڑکیوں کے رشتے کی فکر میں رات رات بھر نیند نہیں آتی، نیند کی گولیاں کھا کر سونا پڑتا ہے، لڑکیوں کے سر سے چاندی جھانکنے لگتی ہے، اور لڑکیوں کی عمر دیکھ کر نظر آنے لگتی ہے، لڑکیاں زیادہ تعلیم یافتہ ہونے لگی ہیں اور اب مسلم معاشرہ میں تعلیم یافتہ لڑکے ملنا محال ہوگیا ہے۔

ہر جمعے کے خطبے میں امام حضرات مسجدوں میں ان خرافات کی طرف توجہ دلا کر مذمت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں،لیکن ان کے وعظ کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے،اتوار کے دن مختلف محلّہ جات میں اصلاح معاشرہ کے جلسے ہوتے ہیں،علماؤں کی لمبی چوڑی تقریریں ہوتی ہیں اور یہی علماء اور مولانا شام کو کسی ولیمہ،شادی کی دعوت میں مدعو رہتے ہیں،نہ کوئی خرافات کے خلاف احتجاج کرتے ہیں، کھانا تناول کر کے خاموشی سے میزبان کا شکریہ ادا کر کے نکل جاتے ہیں،یعنی انہوں نے اپنے وعظ میں ان خرافات کا ذکر کیا، معاشرہ پر کوئی اثر نہیں ہوگا، معاشرہ کے اس دوہرے معیارDouble Standard کے مزاج کا علاج کیا ہے؟ لڑکیوں کے رشتہ میں اتنی باریکیاں ہیں اور لین دین کے مطالبات یقیناً اس کے مضر اثرات معاشرے پر مرتب ہورہے ہیں،بعض اخبارات میں آج کل خبریں آنے لگی ہیں کہ اکثر نچلے طبقے کی مسلم لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں سے شادیاں کررہی ہیں،پس اس کا علاج نہ معاشرہ کے پاس ہے نہ والدین کے پاس،بڑھتی ہوئی تعلیم، بڑھتی ہوئی ترقی،بڑھتی ہوئی مادہ پرستی،بڑھتی ہوئی انا پرستی اس صورت حال کی ذمہ دار ہے،ہر لڑکے کو خوبصورت لڑکی چاہئے،خود وہ اپنا چہرہ آئینہ میں نہیں دیکھتے، کیونکہ لڑکے خلیجی ممالک میں ملازمت کرتے ہیں،وہاں کی گوری چمڑی سے متاثر ہوکر یہاں بھی خوبصورت دلہن کا مطالبہ کرتے ہیں،خوبصورتی نسل پر منحصر ہوتی ہے،خاندان کی وضع قطع کا بڑا دخل ہوتا ہے،اس پر قدرتی ماحول اور غذاؤں کا بھی بڑا دخل ہوتا ہے،اس لئے ہدایت آتی ہے کہ تم اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کے رشتے اپنے ''کفو'' میں کرنے کی کوشش کرو،اپنی برادری میں اپنے رشتہ کرلو تاکہ مسائل پیدا نہ ہوں۔

کیونکہ معاشرہ کافی وسیع ہو چکا ہے،لڑکے والے لڑکی کی سیرت وتعلیم اور خاندان پر جائیں تو یہ مسائل نہیں ہوں گے۔

اکثر یہ بات مشاہدے میں آتی ہے کہ لڑکے والے اپنے لڑکے کی شادی کے لئے درجنوں لڑکیاں دیکھتے ہیں اور ان کو رد کردیتے ہیں، یہ ایک عام بات ہوگئی ہے،لڑکی کے رشتہ دار عورتیں کار یا آٹو رکشا میں بھر کر لڑکی کے گھر جا کر کیک،پسٹری،میوہ جات ومشروبات کے اخراجات سے لڑکی والوں کو زیر بار کرتے ہیں،پھر کوئی نہ کوئی نقص نکال کر ناپسند کرتے ہیں،اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمل سے بے چاری لڑکی پر نفسیاتی طور پر بہت برا اثر پڑتا ہے، اس خرابی کو دور کرنے کے لئے ایک تجویز یہ ہے کہ آئے دن ہمارے کسی دوست یا رشتہ دار کے یہاں کوئی نہ کوئی تقریب ہوتی رہتی ہے، مثلاً چھلہ، چھٹی، بسم اللہ، روزہ رکھائی وغیرہ، لڑکی والوں کو چاہئے کہ اپنے دوست اور رشتہ داروں سے خواہش کر کے گھر کے لڑکے خاتون رشتہ داروں کو اس تقریب میں مدعو کرلیں، وہاں دل بھر کر عورتیں لڑکی کا دیدار کریں اور لڑکی بے چاری کو خبر بھی نہ ہوگی۔

اگر کوئی خاندان سیرت اور لڑکی کی تعلیم کو شادی کا معیار بنا رہے ہیں، صرف گوری چمڑی سے ہی شادی کرنا چاہ رہے ہیں اگر شادی کے بعد نا اتفاقی ہو جائے تو پھر پچھتاتے ہیں، اپنے فیصلہ پر افسوس کرتے ہیں، اور تقدیر کو دوش دیتے ہیں، اس لئے معاشرہ کو ایک حقیقی انداز اپنانے کی ضرورت ہے، تاکہ معاشرہ کا یہ سنگین مسئلہ کوئی خطرناک قسم کا بگاڑ معاشرہ میں پیدا نہ کردے۔

پہلے ہی ہمارے معاشرے میں سماجی بیماریاں پیدا ہوگئی ہیں، اگر ایسا ہوگا تو ہم دین کے رہیں گے نہ دنیا کے، اس لئے اس معاشرہ کو حقیقت کی عینک پہننے کی ضرورت ہے، اب مشاہدے میں یہ بات آرہی ہے کہ اخبارات میں ضرورت رشتہ کے ساتھ ساتھ نکاح ثانی کے بھی اشتہارات کی کثرت ہوگئی ہے، یہ ترقی پسند زمانے کی دین ہے، کیونکہ آج کے معاشرہ میں فرد کی شخصی اہمیت بڑھ گئی ہے اور شخصی انا پرستی شخصیتوں پر چھا گئی ہیں، اور خاندان کے جو اقدار تھے، اس کی تو بھرپور پامالی ہورہی ہے، پہلے زمانے میں تو صرف گھر کے بزرگ اگر کوئی رشتہ طے کردیتے تو اس کو قبول کرلیا جاتا تھا، اس کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھاتا تھا، لیکن آج کے دور میں وہ ساری باتیں قصہ پارینہ ہوگئی ہیں، ہر شخص کو اپنی زندگی کے ساتھی کا انتخاب کی آزادی ہوگئی ہے، اس لئے زمانے کی نئی روشنی نے معاشرہ کی روایاتی روشوں کو جھنجھوڑ کر رکھدیا ہے، اس لئے آپ کے دلائل آج کی بڑھتی ہوئی مادی ترقی میں بالکل کمزور نظر آتے ہیں۔

عمر بھر ہم ایک ہی غلطی کرتے رہے
چہرے پر دھول تھی ہم آئینہ صاف کرتے رہے

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاندانی نظام کی تشکیل میں ساس اور بہو کا کردار

مولانا محمد مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی ☆

مکان کی زینت مکین سے ہوتی ہے، مکان کتنا ہی خوبصورت ہو، اندر اور باہر عصری زیب وزینت سے کتنا ہی آراستہ ہو، اور ہر طرح کی سہولیات فراہم ہوں، لیکن مکین سے خالی ہو، یعنی اس میں کوئی فرد بشر نہ ہو، رہنے والا کوئی انسان نہ ہو، تو اس مکان کی تمام تر خوبصورتی ورعنائی بیکار اور پھیکی ہے اور اگر گھر کا مکین یعنی انسان سے ہرا بھرا ہو تو گھر بڑا اچھا دکھتا ہے، گو ظاہری خوبصورتی سے عاری ہو، اسی طرح گھر میں رہنے والے افراد باہم شیر وشکر ہوں، اور آپس میں محبت کی فضا قائم ہو، تو ایسے گھر کا کیا پوچھنا، وہ تو جنت کا نمونہ ہے، اور اللہ کی شان ایسا ہو کہ آنے والی بہو بھی کسی جنت نما گھر کی پری ہو تو اس گھر کے رونق میں اور بھی اضافہ ہوگا، لیکن خدانخواستہ آنے والی بہو اچھے گھرانے کی نہ ہو، اخلاق وکردار سے عاری ہو، اسلامی آداب زندگی سے ناآشنا ہو، تو جنت نما گھر میں دراڑ پیدا ہوگا، آہستہ آہستہ محبت والفت کی فضا نفرت وانارکی میں بدل جائے گی، اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ گھر جہنم کا نمونہ بن جائے گا جس طرح تالاب میں اگر ایک مچھلی مرکر سڑ جاتی ہے تو اس سے پورے تالاب کی مچھلیاں متاثر ہوتی ہیں، اسی طرح جنت نما پرسکون گھر میں ایک بداخلاق بہو کے قدم رنجاں ہونے کی وجہ سے اس گھر کا ماحول متاثر ہوتا ہے، اس گھر کا چین وسکون جاتا رہتا ہے، اور اس گھر سے خیر وبرکت رخت سفر باندھنے لگتی ہے، اسی لئے ماں وباپ کی ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد کی شادی اچھے خاندان میں کریں، جس طرح اچھے داماد کی تلاش ہوتی ہے، اسی طرح اچھی بہو بھی لانے کی کوشش کریں، اس لئے کہ رسول اللہ

☆ استاذ المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے ہر ایک نگراں ہے، اور ہر ایک سے سوال ہوگا، پس امام نگراں ہے، اس سے (اس کی رعیت کے بارے میں) سوال ہوگا، مرد اپنی بیوی وبچوں کا نگراں ہے، اور اس سے سوال ہوگا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے، اور اس سے سوال ہوگا، غلام اپنے آقا کے مال کا نگراں ہے، اور اس سے سوال ہوگا، پس تم میں سے ہر ایک نگراں ہے، اور ہر ایک سے سوال ہوگا (اس کے ماتحت کے بارے میں) (بخاری، کتاب النکاح، باب قولہ قوا أنفسکم الخ ۲/۷۷۹)۔

پس اگر گھر میں بداخلاق بہو آئی، تو اس کے بارے میں کل قیامت کے دن سب سے پہلے والدین ماخوذ ہوں گے، کیونکہ انہوں نے اپنی ذمہ داری نبھانے میں کوتاہی کی، اس لئے والدین کو چاہئے کہ اپنی استطاعت بھر اچھی بہو کی تلاش میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں، اور چونکہ اسباب کے تحت اگلی نسل کی حفاظت بھی اس میں مضمر ہے، ایک مرفوع حدیث میں ارشاد ہے:

تزوجوا فی الحجر الصالح، فإن العرق دساس (الکامل للضعفاء لابن عدی)۔

صالح گود میں شادی کرو، کیونکہ رگ دخال ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

الناس معادن فی الخیر والشر

لوگ خیر وشر کے کان ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تخیروا لنطفکم وأنکحوا الأکفاء (ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب الأکفاء: ۱/۱۴۱)۔

اپنے نطفہ کے لئے بہترین عورت کا انتخاب کرو، اور ہمسر لوگوں میں شادی کرو۔

ساس کا کردار:

ساس کو چاہئے کہ نئی بہو کو آہستہ آہستہ گھر کے ماحول سے مانوس کرے، گھر کے افراد کے مزاجوں اور ان کی پسند وناپسند سے اسے آگاہ کرتی جائیں، ساس کو چاہئے کہ بہو کو اپنی بیٹی کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درجہ دے، جس طرح ایک ماں اپنی بیٹی کے لئے کس قدر خیر خواہ ہوتی ہے، جہاں اس کی غلطیوں پر ٹوکتی ہیں، وہیں اس کی لغزشوں سے صرف نظر بھی کرتی ہیں، ایسا نہیں ہوتا ہے کہ اس سے الجھ کر برابر لڑتی رہتی ہوں، اور دل میں کینہ رکھ کر موقع سے اس کی خبر لیتی ہوں، باپ بھائی سے پٹواتی ہوں، بلکہ اکثر باپ بھائی کے سامنے بیٹی کی طرف سے وکالت اور دفاع کرتی ہیں، اسی طرح بہو کے ساتھ بھی معاملہ ہونا چاہئے کہ اس کی لغزشوں سے صرف نظر کیا جائے، اگر ایسی لغزش ہو کہ ساس واقعی میں اس پر تنبیہ اور اصلاح ضروری تصور کرتی ہیں تو اس میں دو باتیں ضرور ملحوظ رکھے:

اول: خیر خواہی اور اصلاح ہی کا جذبہ ہو، نہ کہ عداوت، انتقام، اور دل کی بھڑاس نکالنا مقصود ہو۔

دوم: لب ولہجہ میں نرمی ہو، درشتی وسختی نہ ہو، اور ناک بھوں چڑھا کر بات نہ کریں۔

ساس کو چاہئے کہ بہو کی معمولی غلطی پر گرفت نہ کرے، اور بیٹے کے سامنے رائی کے دانہ کو پہاڑ بنا کر پیش نہ کرے، کیونکہ اس سے دلوں میں بدظنی پیدا ہوتی ہے، اور بے اعتمادی جنم لیتی ہے، جس کا نتیجہ آگے چل کر اچھا ظاہر نہیں ہوتا ہے، اسی وجہ سے جب بہو گھر کا ملکہ بنتی ہے، گھر کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں آتی ہے اور وہ سپید وسیاہ کی مالک بن جاتی ہے تو دیرینہ جلے ہوئے دل کی بھٹی شعلہ بن کر سامنے آتی ہے، اور موقع بہ موقع سارا کسر نکالنا شروع کرتی ہے، اور ستانے لگتی ہے، حالانکہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ ساس ماں کے درجہ میں ہے، اس لئے ساس کو سوچنا چاہئے کہ حالات برابر یکساں نہیں رہتے ہیں، گردش زمانہ حالات کو بدلتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وتلک الأیام نداولها بین الناس** (آل عمران/ ۱۴۰) یعنی: اور ہم ان ایام کی الٹ پھیر تو لوگوں کے درمیان کرتے ہی رہتے ہیں، اگر آج ساس کا راج ہے، تو کل بہو کا راج آئے گا، لہٰذا اگر ساس آج بہو کو ستائے گی اور برے اخلاق کے ساتھ پیش آئے گی تو کل جا کر بہو بھی اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کر سکتی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں بھی نقل کیا **کما تدین تدان** (بخاری، کتاب التفسیر ۲/ ۶۴۲) یعنی جیسا کرو گے ویسا بھرو گے پس کم سے کم اس نظریہ کے تحت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ساس کو چاہئے کہ ناحق بہو کو ستانے سے گریز کرے، اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے حقیقی ماں جیسا سلوک کرے، اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آئے تاکہ کل جا کر بہو بھی اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرے اور میرے خیال میں ایسی ساس کے ساتھ بہو بداخلاقی کا مظاہرہ نہیں کرے گی، اور احسان شناسی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ایسی ساس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، ان کے آرام وراحت کا خیال رکھا جائے، اور ان کی خدمت اپنے لئے سعادت بختی تصور کرے۔

ساس کو چاہئے کہ بہو کو گھر کی نوکرانی سمجھ کر حکم نہ کرے، حاکمانہ انداز اکثر سودمند نہیں ہوتا ہے، اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ والدین اپنی بڑی اولاد کو کسی کام کرنے کا حکم نہ کرے، کیونکہ اگر اولاد نے والدین کا کہا نہیں مانا تو گنہگار ہوگی، اس لئے اولاد کے ساتھ خیر خواہی اور پدرانہ شفقت و مادرانہ محبت کے تقاضے کے خلاف ہے کہ اس طرح کا انداز گفتگو اختیار کیا جائے، بلکہ انداز تکلم ایسا ہو کہ اگر اولاد بات نہ مانے تو گنہگار نہ ہو سکے، جیسے والدین بڑی اولاد (خواہ لڑکی ہو یا لڑکا) کو کام کرنے کے لئے یوں کہیں: بابو، بیٹا، بیٹی، اگر تم سے یہ کام ہوسکتا ہے، تو کردو، اگر تمہارے پاس وقت ہو تو ایسا کرلو، اچھے بچے ایسا کام نہیں کرتے ہیں، اسی طرح ساس کو بھی چاہئے کہ انداز گفتگو ایسا ہی اختیار کرے، جیسے یوں کہے: بیٹی، بیٹا، یہ کام کر لینا چاہئے، یہ کام اتنے بجے تک ہو جائے تو اچھا ہوگا، ناشتہ اتنے بجے تک تیار ہو جائے تو بہتر ہوگا، شریف بیٹی، شریف خاندان کی بیٹی کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ صبح سویرے اٹھتی ہیں، اگر بہو سے چوک ہو جائے یا کوئی سامان ضائع ہو جائے، مثلاً چائے کی پیالی ہاتھ سے چھوٹ کر گری اور ٹوٹ گئی، تو اس وقت ساس اس پر برس نہ پڑے، بلکہ نرمی کے ساتھ کہے، اچھا کوئی بات نہیں، البتہ ایسا کرتی یا اس طرح لے جاتی تو نہیں ٹوٹتی، آئندہ سے اس کا خیال رکھنا۔

ساس کو چاہئے کہ جہاں خود بہو کو نوکرانی سمجھ کر کوئی حکم نہ کرے، وہیں اس بات کا بھی خیال رکھے کہ گھر کا ہر فرد اسے نوکرانی سمجھ کر حکم نہ چلائے، ورنہ جلد ہی گھر کا امن وسکون جا سکتا ہے۔

ساس کو چاہئے کہ پورے گھر کا کام اسی پر نہ ڈالے، دیور، نند، خسر اور خود اپنے کپڑے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دھونے کا مکلّف نہ بنائے کیونکہ وہ اس گھر میں بہو بن کر آئی ہے، نہ کہ اس گھر کی نوکرانی، اگر وہ اپنی طبیعت سے سب کے کپڑے دھودے تو اچھی بات ہے، ورنہ اس کو جبر نہ کیا جائے، کیونکہ شرعی نقطۂ نظر سے اس پر پورے گھر والوں کا کام (خواہ وہ کپڑے دھونے کا ہو یا کوئی اور کام) اور ان کی خدمت واجب نہیں، ہاں ساس کی خدمت اس پر دیانۃً واجب ہے جبکہ وہ خدمت لینے کی محتاج ہو، اصلاً اس پر شوہر کی خدمت واجب ہے، لیکن بعض مرتبہ ہوتا ایسا ہے جس کی خدمت اس پر واجب ہے، اسی کی خدمت نہیں ہو پاتی ہے، بقیہ اور لوگوں کی خدمت ہوتی رہتی ہے۔

ساس کو چاہئے کہ خود بھی اور گھر کے دوسرے افراد (خاص طور پر بیٹا، دیور اور نند) کو بھی منع کرے کہ بات بات پر بہو کو جہیز میں کمی کا طعنہ نہ دیں، اور اضافہ کا مطالبہ نہ کریں، ورنہ اس میں زیادہ شدت آنے سے بالآخر طلاق یا خودکشی کی نوبت آئے گی، اولاً جہیز، لین دین اور گھوڑے جوڑے کی رقم کا مطالبہ شرعاً حرام ہے، پھر مزید اس میں کمی وبیشی ہو جائے تو اس کی وجہ سے بہو کو دق کرنا، پریشان کرنا، طعنہ دینا اور ستانا ستم بالائے ستم ہے، حالانکہ ایک عام مسلمان بھائی کو ناحق ایذا پہونچانا گناہ کبیرہ اور حرام ہے، اور صحیح بخاری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ "**المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده** (بخاری، کتاب الایمان) یعنی مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان بھائی محفوظ رہیں، غور کرنے کا مقام ہے، یہاں بہو غیر نہیں ہے، بلکہ گھر کی ایک اہم حصہ ہے، جس سے اگلی نسل کی بقاء وابستہ ہے، جس سے خاندان کا وجود ہوگا، جب ایک عام مسلمان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ہدایت ہے تو اہل خاندان، ان میں بھی قریب سے قریب تر رشتہ دار کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکور بالا ارشاد میں اور شدت پیدا ہو جائے گی، بلکہ صحیح بخاری ہی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی اور قطع رحمی یعنی رشتوں کو جوڑنے اور توڑنے کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحم یعنی رشتہ کو مخاطب ہو کر فرمایا: میں اس سے تعلق جوڑوں گا جو تم سے تعلق جوڑے، اور میں اس سے تعلق توڑوں گا جو تم سے تعلق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توڑے (بخاری، کتاب الادب، باب من وصلک وصله الله ۲/ ۸۸۵)۔

یعنی رشتہ کو توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا، اس کے برخلاف رشتہ کو جوڑنے والے کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رزق میں کشادگی، درازیٔ عمر اور جنت کی خوشخبری سنائی ہے (بخاری، باب فضل صلة الرحم، باب من بسط له فی الرزق لصلة الرحم)۔

ساس کو چاہئے کہ اگر بہو اور نند یا دیور کے درمیان لڑائی ہو جائے، تو اس لڑائی کو دو بہنوں اور بھائی بہن کے درمیان سمجھے، نہ کہ خود بھی بیٹی کی طرفداری کرے اور فریق بن جائے، جیسا کہ عام طور پر معاشرہ میں ہوتا ہے، جس کے نتیجہ میں گھر میں کشیدگی بڑھتی ہے، بہو اپنے شوہر سے کہتی ہے، اور شوہر اپنی بیوی کی زبوں حالی پر ترس کھا کر آگے قدم بڑھاتا ہے، اس کے بعد ماں و بیٹے میں تکرار ہوتی ہے، اس طرح باتوں بات میں جھگڑا طول کھینچتا ہے، اور بالآخر علیحدگی پر جھگڑا ختم ہوتا ہے، اگر ساس ابتداء ہی میں فریق بننے کے بجائے حکم بنتی، اور گھر کی ملکیت اور ایک ذمہ دار ہونے کے اعتبار سے انصاف سے فیصلہ کرتی، وہ اپنے گھر کی عزت سمجھتی، اور سب کو بٹھا کر معافی تلافی کرا دیتی، تو گھر میں پھوٹ پیدا ہونے اور علیحدگی کی نوبت نہیں آتی، اور معاملہ اتنا آگے نہیں بڑھتا، اس معاملہ میں ساس کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے، گھر کے ماحول کو خوشگوار رکھنے میں ساس کا بڑا رول ہوتا ہے، اس اعتبار سے ساس کو اپنی ذمہ داری کا زیادہ احساس ہونا چاہئے، گھریلو جھگڑے یعنی بہو، نند اور دیور کے آپسی جھگڑے بلکہ مجھے کہنے کی اجازت دیجئے اور ماؤں سے معافی مانگتے ہوئے بولنے کی جرأت کرتا ہوں کہ حقیقی بھائی بھائی اور بہنوں کے درمیان جھگڑے کو دور کرنے میں ایک اہم رول ادا کر سکتی ہیں، اور انہیں آگے بڑھکر جھگڑے کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے، نہ کہ غیر کی طرح تماشائی بن کر دیکھتے رہنا چاہئے، اے کاش کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہماری مائیں پہلے ہی سے ذہن میں یہ بات بٹھا لیتیں کہ ہمیں جھگڑے کو دور کرنا ہے، نہ کہ جھگڑے کو بڑھانا ہے، اس مقصد کی خاطر نرم گرم رویہ اختیار کرتیں، اور سب کو بیٹھا کر سمجھاتیں، کہ دیکھو جھگڑا اچھی چیز نہیں ہے، اور نہ کبھی اچھی رہی ہے، جھگڑا سے نقصان ہی پہنچتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، فائدہ نہیں ہوتا ہے، ہاں شیطان ضرور خوش ہوتا ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کو دور کرنے کے لئے فرمایا: **أعوذ بالله من الشيطان الرجيم** پڑھے (بخاری، کتاب الادب باب الحذر من الغضب، حدیث نمبر ۶۱۱۵)۔

مشہور بات ہے بلکہ حدیث میں آیا ہے کہ شب قدر کی تعیین جھگڑے کی وجہ سے چھین لی گئی، اس کے برخلاف صلح اور آپس میں سمجھوتہ کر لینا چاہئے، اس میں اللہ نے خیر رکھا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، "**والصلح خير**" صلح کرنا خیر ہے۔

بہو کا کردار

یہاں تک ساس کے بارے میں بات رہی کہ اسلامی نقطۂ نظر سے ایک ساس کا کردار کیا ہونا چاہئے، اب آگے ہماری گفتگو کا محور بہو ہے، کہ ایک بہو جب نئے گھر میں قدم رکھے، نئے ماحول کا سامنا کرے، اس کے سامنے سب نئے چہرے ہوں گے، تو وہ اس گھر میں کس طرح کا کردار پیش کرے گی کہ شوہر سے لے کر گھر کا ہر فرد اس سے خوش رہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **خير متاع الدنيا المرأة الصالحة** (رواہ النسائی عن عبد اللہ بن عمرو بن عاص، کتاب النکاح ۲/ ۶۰)۔ یعنی دنیا کی سب سے بہتر متاع نیک عورت ہے، پس ایک بہو کو چاہئے کہ جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ویسا اپنے آپ کو کردار سے ثابت کرے، ایک بزرگ عالم نے سچ کہا: کوئی لڑکی کتنی ہی بڑی ڈگریاں حاصل کر لے اور کتنی ہی زیادہ تعلیم یافتہ ہو، اگر وہ فرمانبردار بیٹی نہ بن سکی، تو اس کی ساری تعلیم اور ڈگریاں بیکار، اگر وہ ماں جیسی ممتا کی حامل اچھی بیوی نہ بن سکی تو اس کی ساری تعلیم اور ڈگریاں بیکار، اگر وہ اچھی بہو نہ بن سکی، تو اس کی ساری تعلیم اور ڈگریاں بیکار، اور اگر وہ صحیح ماں نہ بن سکی، تو اس کی ساری تعلیم اور ڈگریاں بیکار، کیونکہ عورت کی تخلیق ہی دراصل ان ہی کاموں کے لئے ہوئی ہے، اس کی زندگی کا ماحصل یہی چار ہیں، اس کی کامیابی کا راز ان ہی میں پوشیدہ ہے، دنیا اور آخرت کے اعتبار سے بھی اس کی کامیابی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناکامی کی کسوٹی یہی ہیں۔

پس ایک بہو کو چاہئے کہ اپنے آپ کو سرد وگرم ماحول کا سامنا کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار کرلے، کیونکہ وہ اب ایک نیا گھر بسانے جارہی ہے اور انسان کے حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ خود اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **تلک الأیام نداولها بین الناس** (سورہ آل عمران: ۱۴۰)۔ یعنی ہم ان ایام کی الٹ پھیر تو لوگوں کے درمیان کرتے ہی رہتے ہیں؛ اس لئے ضروری ہے کہ طبیعت سے چڑ چڑا پن، الھڑ بازی اور بچکانی حرکتوں کو نکال دے، اور جب بیاہ کر سسرال پہنچ جائے، تو فوری تمام کام کرنا شروع نہ کردے، بلکہ آہستہ آہستہ کام کرنا شروع کرے، گھر کے ماحول سے شناسائی اختیار کرے، ساس، خسر، نند اور گھر میں رہنے والے جتنے لوگ ہیں سب کے مزاج ومذاق کو پہچاننے کی کوشش کرے، ہر ایک کی پسند اور ناپسند معلوم کرنے کی سعی کرے، تاکہ اسی اعتبار سے اپنے آپ کو نئے ماحول میں ڈھال سکے، ساس اور خسر کا احترام ماں وباپ کی طرح کرے، نند کے ساتھ حقیقی بہن جیسا معاملہ کرے، میکہ سے کوئی سامان آئے تو اس کو ساس کے پاس بھیجدے، ساس اس میں سے جتنا دے خوشی سے قبول کرلے، اسی طرح گھر میں کہیں سے کچھ بھی آئے تو خود سے نہ لے، بلکہ ساس جتنا بھی دے خوشی سے قبول کرلے، ہاں البتہ ساس کو بھی چاہئے کہ انصاف سے تقسیم کرے، نند اور بہو کے درمیان کھانے پینے اور دیگر اشیاء کی تقسیم میں برابری کا معاملہ کرے، کیونکہ بہو بھی گھر کی ایک فرد ہے، وہ بھی اپنے باپ کی پیارا اور ماں کی لاڈلی ہے، لہٰذا اس کو غیر نہ سمجھے، بلکہ اپنی بیٹی ہی تصور کرے، جس طرح اپنی بیٹیوں کے درمیان کھانے پینے اور لباس وپوشاک میں برابری کرتی ہے، اسی طرح بہو کو بھی برابر کا حصہ دے، کہنے کو بات چھوٹی ہے، لیکن اسی سے بڑی بات پیدا ہوتی ہے۔

بہو کو چاہئے کہ کسی بھی چیز میں اپنی پسند کو دخل نہ دے، ساس سے گھر کا حساب نہ لے، ساس جو بات کہیں اسے غور سے سنے، بے توجہی نہ برتے، اگر کسی بات کا جواب دینا ہو تو ادب سے جواب دے، اگر ان کو بلانا ہو تو نام لے کر نہ بلائے، بلکہ عزت کے ساتھ ماں کے لفظ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پکارے، ان کا کہا مانے، ان کو ماں کا درجہ دے، ان کی ہر ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرے، بلکہ وقت سے پہلے ان کی ضرورت کی چیز تیار رکھے، ان کی خدمت کرنا اپنے لئے سعادت سمجھے، اگر آج بہو اپنی ساس کی خدمت کرے گی، ان کی راحت کا پورا خیال رکھے گی، تو کل جبکہ یہ خود ساس بنے گی تو اس کی بہو اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرے گی، بلکہ اللہ تعالیٰ اسی جیسی خدمت گزار بہو اسے مہیا کردیں گے۔

بہو کو چاہئے کہ نند کے ساتھ محبت سے پیش آئے، بڑی نند کا اکرام کرے، اور اس کو اپنی حقیقی باجی کا درجہ دے، اور چھوٹی نند کے ساتھ پیار سے پیش آئے، اپنی چھوٹی بہن کا درجہ دے، کھانے پینے میں شریک کرے۔

سسرال سے کوئی فرد اس کے میکہ جائے وہ وہاں موجود ہو تو اس کی خاطر میں کسر اٹھا نہ رکھے، کیونکہ یہ اچھے اخلاق کی علامت ہے، اور اس کا دوررس اثر مرتب ہوتا ہے، خود سسرال میں اس کی قدر بڑھے گی اور اس کا نام ہوگا۔

بہو کو چاہئے کہ جب وہ سسرال کے ماحول میں ضم ہو جائے اور گھل مل جائے تو وہ اپنے آپ کو گھر کا ایک حصہ سمجھے، اور سسرال کے گھر کو اپنا گھر تصور کرے، یہاں کا نقصان، اپنا نقصان، اور یہاں کا فائدہ اپنا فائدہ سمجھے، یہاں کی کوئی چیز ضائع ہوئی تو گویا اپنی چیز ضائع ہوئی، اسی جذبہ کے تحت کام کرے، صبح سویرے اٹھنے کی عادت ڈالے، عام طور پر نئی بہو صبح اٹھ نہیں پاتی، حالانکہ سویرے اٹھنے میں کئی فائدے ہیں، فجر کی نماز قضا نہیں ہوتی، چہرہ کی رونق باقی رہتی ہے، تندرستی دیر تک قائم رہتی ہے، گھر کے کام کاج میں برکت ہوتی ہے، اور ساس کو شکایت کا موقع نہیں ملتا، کام سے ہرگز بے فکر نہ رہے، کیونکہ بعض مرتبہ گھر کے کام کاج اور اس کی سلیقہ مندی سے اس کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا ہے۔

بہو کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس کی ذات سے زیادہ اس کا کام سسرال والوں کے نزدیک خاص طور پر ساس کے نزدیک پیارا ہوتا ہے، بہو کو چاہئے کہ اپنا کام خود کرے اور جہاں تک ممکن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو سکے ساس کے کام میں ضرور ہاتھ بٹائے، ساس کے ساتھ بلاضرورت ہی صحیح ضرور بیٹھے، کیونکہ ایک ساتھ بیٹھنے سے محبت بڑھتی ہے، انس پیدا ہوتا ہے، اور بہت سی غلط فہمیاں دور ہوتی ہیں۔

بہو کو چاہئے کہ شوہر کو اس کی ماں کے خلاف نہ اکسائے، کیونکہ فی نفسہ یہ عمل برا ہے، اور اگر شوہر نیک، دیندار اور سمجھ دار رہا تو اس کا الٹا اثر پڑے گا، ہوسکتا ہے کہ ماں کی ہمدردی غالب آ جائے۔

ساس اور بہو دونوں کا مشترکہ کردار

ساس اور بہو دونوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ دونوں کے بیچ مرد یعنی ساس کے لئے بیٹا ہوگا، اور بہو کے لئے شوہر ہوگا، کا بھرپور خیال رکھے، کیونکہ دونوں ہی اس کی کمائی کھاتی ہیں، بعض اوقات بیٹے بیچارے کا حال کافی قابل ترس ہوتا ہے، اس کا حال ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ کسی کے حلق میں لقمہ اٹک جائے، تو نہ ہی نگلتے بنتا اور نہ ہی اگلتے بنتا، یا اس بیچارہ کا حال آٹا کی چکی کے درمیان گیہوں یا کوئی اور اناج کے جیسا ہے، جو چکی کے دونوں پارٹ کے درمیان پستا چلا جاتا ہے، اس کی زبوں حالی پر کسی کو ترس نہیں آتا ہے، اور نہ ہی اس کے دکھ و تکلیف سننے کے لئے کوئی تیار ہوتا ہے، اس طرح سے ایک طرف ماں اور دوسری طرف بیوی چکی کے دو پارٹ ہیں، جن دونوں پارٹ کے درمیان بیٹا بیچارہ پستا ہے، اگر وہ ماں کی طرف سے کچھ بولے، تو بیوی کی طرف سے جاتا ہے اور بدنام ہوتا ہے، اور اگر بیوی کی طرف سے کچھ بولے، تو ماں کی طرف سے جاتا ہے، اور طعنہ دیا جاتا ہے کہ دو پٹہ کی ہوا لگ گئی، آخر بیچارہ کیا کرے، اس کے لئے بڑا مشکل مرحلہ ہوتا ہے کہ کوئی ایسا راستہ اختیار کرے کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی بچے، اس صورت حال میں اگر ساس بہو دونوں اس کا ساتھ نہیں دیں گی، تو دو حال سے خالی نہیں یا تو ماں کی طرف جھکے گا، اور بالآخر طلاق کی نوبت آئے گی، اور اگر بیوی کی طرف جھکے گا، تو ماں کی ناراضگی مول لے گا اور بالآخر وقت سے پہلے ماں و باپ سے الگ ہونا پڑے گا، اور اگر دونوں جانب بیلنس برقرار رکھنا چاہے، تو گیہوں کی طرح چکی میں پستا رہے گا اور اندر اندر گھلتا رہے گا بالآخر اس پر اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ ہی رحم کرے، اوراس کی دعا قبول کرے، اور گھر کے حالات سازگار ہو جائیں۔

ساس اور بہو دونوں کو چاہئے کہ غیر سے اپنے گھر کے عیوب بیان نہ کریں، ہمارے معاشرہ کا حال یہ ہے کہ گھر میں جو بھی باہر سے مرد یا عورت آتی ہے، تو دونوں میں جس کو موقع ملتا ہے ایک دوسرے کی غیبت دل کھول کر کرتی ہے، اور اپنی پوری آپ بیتی سنا کر رہتی ہے، سننے والا تھک جائے گا لیکن اس کی داستان ختم نہیں ہوتی، حالانکہ غیبت گناہ کبیرہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **یا ایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن إثم ولاتجسسوا ولایغتب بعضکم بعضا، أیحب أحدکم أن یأکل لحم أخیه میتا فکرھتموه، واتقوا الله إن الله تواب رحیم** (سورہ حجرات/ ۱۲)۔

اے ایمان والو! بچتے رہو بہت تہمتیں لگانے سے؛ اس لئے کہ تہمت گناہ ہے، اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا اور برا نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو، بھلا خوش لگتا ہے تم میں کسی کو کہ کھائے گوشت اپنے بھائی کا جو مردہ ہو، سو گھن آتا ہے تم کو اس سے، اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

نیز اپنے گھر کی خامی یا حقیقت کا اظہار دوسروں سے کرنے سے دور نہیں ہوتی بلکہ سننے والی پڑوسن عورت بھی ویسی ہی ہوتی ہے، وہ ساس کی بات بہو تک اور بہو کی بات ساس تک پہونچانے کا رول ادا کرتی ہے، گویا وہ دونوں کے درمیان جھگڑے کی چنگاری کو شعلہ بنانے کا کام کرتی ہے، ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ دونوں کی باتیں سن کر دونوں کو سمجھا دے، اور صلح کرا دے، دونوں کی دلخراش باتیں اپنے ہی دل میں رکھ کر بھلا دے۔

ساس اور بہو کو چاہئے کہ اگر آپس میں کسی طرح کی ناچاقی پیدا ہو جائے، اور جھگڑا شروع ہو جائے تو پچھلے احسانات کی پوری فہرست بیان کرنی شروع نہ کریں، اس سے جھگڑا اور بڑھتا ہے، احسان جتلانا زخم پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہوتا ہے، حالانکہ احسان جتلانے سے کیا ہوا احسان برباد ہو جاتا ہے، اور اس کی نیکی مٹ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **یا ایھا الذین**

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٰمنوا لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والأذی (سورہ بقرہ/ ۲۶۴)۔ اے ایمان والو! اپنے صدقوں کو احسان جتلا کر اور اذیت پہنچا کر باطل نہ کرو۔

ساس اور بہو کو چاہئے کہ آپسی جھگڑے کو باہر نہ جانے دیں، بلکہ آپس ہی میں بیٹھ کر صلح کرلیں، اللہ تعالیٰ نے صلح میں خیر رکھا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: والصلح خیر (سورہ نساء/ ۱۲۸) یعنی: اور صلح بہرحال بہتر ہے۔

ساس اور بہو کو چاہئے کہ جو کچھ بھی ایک دوسرے پر احسانات کئے ہیں، ہرگز ان احسانات کا ذکر کسی موقع پر نہ کریں، اس لئے آپ نے جو کچھ بھی ایک دوسرے پر احسان کئے، یا خدمت کی، یا دکھ تکلیف میں کام آئیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیں، پس خواہ مخواہ زبان کے چٹخارے اور دل کی تسکین کے لئے احسان جتلا کر نیکی ضائع کرنا کوئی عقلمندی کا کام نہیں ہے، اسی طرح ایک دوسرے کے عیب وخامی پر پردہ ڈالنا چاہئے نہ کہ دوسروں کے سامنے بیان کرنا چاہئے ورنہ اپنے گھر کی عزت کو خود اچھالنا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من ستر مسلما، ستره الله فی الدنیا والآخرة (مسلم، کتاب الذکر)۔ باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن والذکر (۲/۳۴۵)۔ جو کوئی کسی مسلمان (مرد ہو یا عورت) کے عیب وخامی کو چھپائے گا تو اللہ اس کے عیب وخامی کو دنیا وآخرت دونوں جہاں میں چھپائے گا۔

جب آپس میں صلح ہوجائے، تو دوبارہ جھگڑے کے موقع پر، یا یوں ہی باتوں بات میں پچھلی غلطی کا ذکر نہ کریں، اس سے دوسرے کو شرمندگی ہوتی ہے، خود کو کوسنے لگتی ہے، اور اس کا اندیشہ ہوتا ہے کہ بجھی ہوئی آگ پھر سلگ نہ جائے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے شوہروں کو خطاب کرتے ہوئے ذکر فرمایا: فإن أطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا (سورہ نساء: ۳۴)۔ ''پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو ان کے خلاف بہانے نہ ڈھونڈو۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان کے مسلم سماج میں خواتین کے بنیادی حقوق

ڈاکٹر مفتی زاہد علی خاں☆

ہر خاندان تین بنیادی عناصر سے مل کر تشکیل پاتا ہے:

۱-زوجین (شوہر و بیوی)　　۲-والدین　　۳-اولاد

ان تین عناصر کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق ہیں، نیز ہر ایک سے کچھ فرائض متعلق ہیں۔ اگر سادہ لفظوں میں بیان کریں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان تینوں عناصر کے کچھ حقوق ہیں (جو انہیں دوسروں سے حاصل ہوتے ہیں) اور ہر ایک پر دوسروں کے تئیں کچھ فرائض ہیں (جن کی ادائیگی اس پر ضروری ہے)۔

حقوق و فرائض کی ادائیگی سے پہلے یہ جان لینا از حد ضروری ہے کہ درج بالا تینوں عناصر میں سے ہر ایک کے اپنے مخصوص احساسات، جذبات و امتیازات ہوتے ہیں جن سے ہر ایک دوسرے سے جداگانہ حیثیت کا مالک قرار پاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان کے خصوصی مسائل اور بعض مشکلات بھی ہوسکتی ہیں، جن کا پاس ولحاظ رکھنا دوسرے فریقوں پر لازم ہے۔ ورنہ حقوق و فرائض اور ان کی ادائیگی میں سخت مشکلات، دقتیں و رکاوٹیں پیش آئیں گی اور ان میں توازن برقرار رکھنا انتہائی مشکل ہوگا، جس سے معاشرتی زندگی میں سخت خلل واقع ہوگا حالانکہ ان کی درستگی و استواری کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اور بحیثیت مومن ہم اس کے پابند ہیں۔

معاشرہ کی بنیاد خاندانی نظام کی درستگی پر قائم ہے۔ ایسا خاندانی نظام کہ جس کی ہر اکائی اپنے حقوق سے زیادہ دوسروں کے حقوق اور دوسروں کو ذمہ داری کا سبق یاد دلانے سے زیادہ خود

☆ استاذ و ناظم دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر عائد ہونے والے فرائض کے بارے میں احساس بیدار ہو، اسی احساس سے ایک متوازن وصحت مند معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے، جس میں تمام اکائیوں وافراد کے حقوق کی ضمانت دی جاسکتی ہے۔ دورِ حاضر کے خصوصی مسائل کے مسلسل بڑھتے ہوئے دباؤ، زندگی کی تگ ودو اور معیاری طرزِ حیات/طریقۂ زندگی (Standard Life Style) کے پیچھے مجنونانہ دوڑ نے گھریلو زندگی کو شکست وریخت سے قریب کر کے خاندانی نظام کو زیروزبر کے خطرہ سے دوچار کر دیا ہے۔ معاملہ یہاں تک دگرگوں ہوگیا ہے کہ ذرا سی لاپرواہی برتنے پر حالات بے قابو ہوکر معاشرتی انتشار وسماجی بکھراؤ کی شکل میں بھی سامنے آ سکتے ہیں۔ جس سے مثالی صالح معاشرہ کی تشکیل کا امکان ہی معدوم ہوتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔

کتاب وسنت کے مقررہ حدود کے اندر صحیح خطوط پر خاندانی نظام کو از سرِ نو استوار کرنے کی شدید ضرورت سے کسی بھی صالح فکر کے حامل فرد کو انکار نہیں ہوسکتا جس کا نتیجہ وہ مثالی معاشرہ ہوسکتا ہے جس کا ہم اسلامی دور کے آغاز میں تاریخی حوالوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔

تمام تاریخی ادوار میں ''پدری نظامِ خاندان'' (Patriarchal System) کو ہی انسانی خاندانوں میں 'مہذب خاندان' کا درجہ حاصل ہوا ہے، اسی کو خواتین اور اکثر قبائلی نظاموں میں بھی قبولِ عام حاصل ہے۔ البتہ بعض وحشی یا نیم وحشی قبائل میں ہم مادری نظامِ خاندان (Matriarchal System/order) بھی پاتے ہیں تاہم حکومتوں کی انارکی کے دور میں دوشہری خواتین ریاستیں ہم یونان میں بھی (City States in Greek) تاریخی حوالوں سے موجود پاتے ہیں جو بہت تھوڑے عرصہ تک ہی رہیں اور ہنگامی طور سے خواتین ریاستوں نے اسکے خاتمہ کا اعلان کر کے اپنے وجود کو دوسری ریاستوں میں ضم کر دیا۔ اگر مرد وعورت دونوں کی فطری صلاحیتوں، قویٰ، وسائل، مسائل اور زندگی کے نشیب وفراز نیز سرد وگرم پر غور کر کے تحلیلی تجزیہ (Analytical Study) کیا جائے تو ہمیں تقسیمِ کار کا اصول نہایت فطری، سہل اور ہر ایک کے لیے موزوں دکھائی دیتا ہے۔ اگر ہم قولِ الٰہی اور فعلِ الٰہی کو ضم کر کے دیکھیں اور حقائق کا جائزہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ شوہر (مرد) کو خاندان کی سربراہی وقوامیت عطا اس لیے کی گئی ہے کہ وہ حالات کے ہر اتار چڑھاؤ میں اپنی بیوی، بچوں اور زیرِ کفالت لوگوں کا بوجھ اٹھانے کی بہترین صلاحیت رکھتا ہے اور تمام پُرخطر، بھاری اور مشکل کاموں کو ہمہ وقت انجام دینے کے ساتھ اپنے متعلقین کو تحفظ فراہم کرنے کی بھی قدرت رکھتا ہے، اسی وجہ سے میڈیکل سائنس اسے جسمانی وذہنی طور پر فائق قرار دیتی ہے:

Male is a Superior than Female in Physical and Mental Exercises

(مرد عورت سے فائق ہے جسمانی وذہنی مشقوں/مشقتوں میں) لیکن بعض دوسرے اعتبارات سے عورت کو بھی مرد سے برتر قرار دیا گیا ہے چنانچہ میڈیکل سائنس نامیاتی طور پر عورت کو مرد سے برتر قرار دیتی ہے، مشہور طبی نظریہ ہے:

"Organically Female is a Superior than Male" (عورت نامیاتی طور پر مرد سے فائق ہے)۔

اسی طرح اللہ کے رسولؐ سے ثابت شدہ صحیح حدیث میں ماں کو باپ (عورت کے رشتہ کو مرد کے رشتہ) پر تین گنا فضیلت وشرف عطا فرمایا گیا ہے، پھر اس کے بعد تمام کائنات میں ماں (عورت) کو ہی یہ شرف عطا کیا گیا ہے کہ جنت اس کے قدموں کے نیچے ہے (**الجنة تحت أقدام الامهات**) یہ مشہور حدیث، حدیث کی تمام متداول کتابوں میں ہے۔

لہٰذا ہم اس حقیقت کا ادراک کرتے ہیں کہ مرد کو باعتبار سرپرست وقوامیت کے عورت پر یک گونہ شرف حاصل ہے، تو عورت کو مرد پر باعتبار ضروریات، حاجیات اور تحسینیات کی کفالت وعصمت کے تحفظ کی گارنٹی سے فضیلت وشرف عطا کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اگر مرد کو خلیفۂ رسولؐ ہو کر شرف ملا تو عورت کو (ماں بن کر) جنت اپنے قدموں میں رکھنے کا شرف حاصل ہوا۔

دستورِ ہند (The Constitution of India) کے تیسرے حصہ (Part III) میں بنیادی حقوق (Fundamental Rights) دفعہ نمبر ۱۲ سے ۳۵ تک (Article 12 to 35)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں، ان میں سے دفعہ ۲۵ تا ۲۸ (Article 25 to 28) مذہبی آزادی کے بنیادی حقوق سے متعلق ہیں اور ان میں سے بھی دفعہ نمبر ۲۵ اور دفعہ نمبر ۲۶ اس آزادی سے متعلق خاص دفعات ہیں، چنانچہ دفعہ نمبر ۲۵ و ۲۶ میں کہا گیا ہے:

Right to Freedom of Religion

Article 25. Freedom of Conscience and free Profession Practice and Propagation of Religion.

(ضمیر کی آزادی اور مقصدِ حیات بنانے، عبادت اور مذہب کی تبلیغ و دعوت کی آزادی)

Article 26. Administration of Property of Religious endowments

(مذہبی اوقاف کی جائیدادوں کا انتظام کرنے کی آزادی)

ان دفعات پر گفتگو سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ یہ آزادی اگرچہ بنیادی حقوق سے متعلق ہے لیکن درج ذیل معاملات میں خلل ڈالنے یا ان سے متصادم ہونے پر دستورِ ہند کی روشنی میں یہ آزادی بنیادی حق کے طور پر استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی:

(الف) امن عامہ (a) (Public order)

(ب) اخلاقی حدود (b) (Morality)

(ج) صحت (c) (Health)

(د) تیسرے حصہ کے دوسرے حقوق (d) (Other provisions of this Part)

اس کے علاوہ یہ بھی پیش نظر رہے کہ دستورِ ہند میں جس طرح پارلیامنٹ کو دستور یا اس کی دفعہ کی تشریح کا حق حاصل ہے، اسی طرح دستور کی تشریح کا حق ہائی کورٹ/ ہائی کورٹوں اور سپریم کورٹ آف انڈیا کو بھی دستور نے دیا ہے، لہٰذا دونوں دفعات کی تشریح کرتے ہوئے درج بالا عدالتوں نے یہ فیصلے کیے ہیں کہ ''مذہب کے لازمی حصہ پر مشتمل تعلیمات'' اور ''غیر لازمی حصہ پر مشتمل تعلیمات'' میں فرق کیا جائے گا، گویا ''مذہبی لازمی حصہ'' بنیادی حق ہوگا جس کو کسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا، تاہم کسی بھی عدالت سے اس کو حاصل کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی عدالت اسے چھین سکتی ہے۔ البتہ عدالت عالیہ (High Court) اور عدالتِ عظمیٰ (Supreme Court) دونوں اس کا جائزہ لینے کا حق رکھتی ہیں۔

Article 25 (Notes on Article 25 - Religion):

(b) Doctrines of each religion constitute its essential part, but the court is competent to examine them.

اسی طرح دفعہ ۲۶ کے بعد ہے:

As Under article 25, under article 26 also, courts have made a distinction between the essentials of religion and non essentials.

اس سلسلے میں درج ذیل چار عدالتی فیصلوں سے کورٹ کا موقف واضح ہوتا ہے:

(i)	Ratilal	v. State of Bombay	(1954)
(ii)	Sarup	v. State of Punjab	(1959)
(iii)	Ramanuja	v. State of Tamil Nadu	(1972)
(iv)	Acharya Avadhut	v. Commissioner of Police, Calcutta	(1984)

اس تفصیل کے ساتھ یہ جاننا بھی لازمی ہے کہ ہمارے دستور نے تین طرح کے حقوق تسلیم کیے ہیں:

1. Fundamental Rights (بنیادی حقوق)
2. Constitutional Rights (دستوری حقوق)
3. Legal Rights (قانونی حقوق)

بنیادی حقوق کے تذکرہ میں یہ بات گزر چکی ہے کہ ان حقوق کو کسی بھی عدالت میں نہ چیلنج کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی عدالت ان حقوق کو چھین سکتی ہے، اور مذہب و اس سے متعلق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقوق اور پرسنل لا (مثلاً مسلم پرسنل لا) اسی حق کے تحت آتے ہیں۔ البتہ یہ واضح کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ''مذہبی لازمی حصہ'' اور ''مذہبی غیر لازمی حصہ'' کی تفریق کرنا کورٹ کے لیے آسان نہیں ہے، کیونکہ مذہبی کتابوں کی تشریح کا حق سپریم کورٹ نے اس مخصوص مذہب کے ماہرین کے لیے تسلیم کیا ہے، تاہم کبھی کبھار عدالتیں چھیڑ چھاڑ کرتی رہتی ہیں جیسے کہ شاہ بانو کیس اور اس کے بعد مسلم مطلقہ ایکٹ (The Muslim Women (Protection of Rights on Divorce) Act, 1986) کے سلسلے میں کئی ہائی کورٹ کر چکے ہیں۔

مشہور ماہرِ قانون پی ایم بخشی (P.M. Bakshi) اپنی کتاب: The Constitution of India میں Nots on Article 25 کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ ایسا کرنا عدالتوں کے لیے بہت مشکل ہے نیز اس کے خلاف وہ ہائی کورٹ و سپریم کورٹ کے ۱۷ر فیصلوں کی لسٹ بھی گناتے ہیں:

(P.M. Bakshi, The Constitution of India, Law Publishing co. Pvt. Ltd. New Delhi, Tenth Edition 2010 Page No. 62-63)

اسلام نے عورت کو بہت سے بنیادی حقوق اور بعض بنیادی حقوق (اساسی طور پر) عطا کیے ہیں، وہ ایسے حقوق ہیں کہ جن کو کوئی بھی نہیں چھین سکتا، حتی کہ اگر وہ خود دست برداری لکھ دے تب بھی اس کا حق برقرار رہے گا۔ جیسے مہر، یہ ہر بیوی کا ایسا بنیادی و اساسی حق ہے کہ اگر یہ طے پا جائے کہ نکاح میں مہر نہیں ہوگا تب بھی مہر کا حق بیوی کے لیے برقرار رہے گا، البتہ بعد میں وہ معاف کر سکتی ہے۔ اسی طرح اگر خلع دینے کے لیے شوہر شرط لگائے کہ چھوٹا بچہ ماں کے بجائے باپ کے پاس یا اور کہیں رہے گا تو خلع تو صحیح ہے مگر شرط باطل قرار پائے گی۔ کیونکہ بچہ کا ماں کے پاس رہنا اس کا اساسی، بنیادی و پیدائشی حق ہے، کوئی بھی شخص اللہ کے دیے ہوئے اس حق کو نہیں چھین سکتا، بالکل اسی طرح یہ ماں کا اساسی، بنیادی حق ہے، جس کو کوئی معاہدہ بھی نہیں چھین سکتا۔ اس کے علاوہ ضرورت و حاجت کے تحت آنے والے سارے حقوق ہر مسلم عورت کے لیے بنیادی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقوق کی طرح ہیں جیسے نفقہ، سکنی اور کسوۃ، یہ ہر بیوی، بیٹی کا بنیادی حق ہے۔ اگر والدہ اور غیر شادی شدہ بہن کے لیے کوئی اور قریب ترین عزیز نفقہ وغیرہ مہیا کرنے والا نہ ہو تو یہ بھی بیٹے و بھائی پر واجب ہے اور بنیادی حق کی طرح ہے۔ اس کے علاوہ طلاق کے بعد بھی یہ حق رضاعت (دودھ پلانے) اور حضانت (پرورش) کے نام سے بچہ/ بچی کی ماں کو حاصل رہے گا (جب تک کہ وہ شادی نہ کرلے) بیٹی شادی تک ماں کے پاس رہے گی اور بیٹا اکثر فقہاء کے نزدیک ۹/ یا ۱۰/ سال تک ماں کے پاس رہے گا (جب تک کہ بچہ خود غسل کرنے، کپڑے دھونے اور راستوں کو پہچان کر ان میں امتیاز حاصل کرنے کے قابل نہ ہو جائے)۔

اسلام نے ماں کی رضاعت وحضانت کا نفقہ صرف باپ پر ہی (بعد طلاق) نہیں ڈالا ہے بلکہ یہ دادیہال پر بھی ڈالا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے: **وعلی الوارث مثل ذلک** (البقرہ: ۲۳۳)، (اور وارث پر بھی اسی طرح نفقہ وغیرہ ہوگا)۔

اسی طرح طلاق وخلع میں بھی عدت کا نفقہ شوہر پر ہے۔ اس کے علاوہ اسلام نے مرض الموت میں طلاق دینے پر عدت کے اندر وراثت (Death Bed Transaction) عطا فرمائی ہے۔

اسلام نے عورت کو ذوی الفروض بنا کر متعین وراثت اور عصبہ بنا کر ذوی الفروض سے بچے ہوئے تمام مال کا حق دار بنایا، اس کے بعد بچے ہوئے مال کا بھی ذوی الارحام کی حیثیت سے حق دار بنایا۔ پہلے دونوں حق بنیادی حقوق ہیں۔ اسی طرح متعۃ الطلاق کو اکثر حالتوں میں لازمی قرار دیا۔

اسلام نے عورت کو شوہر کے انتخاب کا حق عطا فرمایا اور منع کر دینے پر نکاح کی ولایت کا حق ولی کے لیے باطل قرار دیا۔ اس کی تفصیل احادیث کی کتب نسائی، ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ میں حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت خنساءؓ سے مروی روایات میں ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تمام حقوق جو بیان کیے گئے ہیں بنیادی حقوق ہیں، مسلم پرسنل لا کے تحت جو بھی حقوق ایک مسلم کو پرسنل لا کی حیثیت سے حاصل ہیں وہ بنیادی حقوق کی طرح ہیں (درج بالا تمام ملاحظات کے ساتھ) پرسنل لا (صرف چار پرسنل لا ہندوستان کے اندر دستور نے تسلیم کیے ہیں: ۱- ہندو پرسنل لا (بدھ، جین اور سکھ کے لیے بھی)، ۲- مسلم پرسنل لا، ۳- عیسائی پرسنل لا، ۴- پارسی پرسنل لا، اس کے سلسلے میں یہ وضاحت نہایت مفید ہوگی کہ دستورِ ہند کی بنیادی ساخت/ بنیادی ڈھانچہ (Basic Structure of the Constitution of India) کے علاوہ ''پرسنل لا کے لازمی حصے'' باقی تمام دستور (بنیادی حقوق کے سوا) سے برتر تسلیم کیے جائیں گے۔ کیونکہ اسلام کے ذریعہ عطا کردہ درج بالا بنیادی حقوق کو پرسنل لا کے تحت گارنٹی دی گئی ہے، لہٰذا یہ تمام حقوق مسلم خواتین کو بنیادی حقوق کے طور پر حاصل ہیں، یعنی اسلام اور ہندوستانی دستور مسلم خواتین کو یکساں طور پر بنیادی حقوق دے کر ان کے حقوق کا تحفظ کرتے ہیں۔ جن کو کوئی بھی حکومت یا عدالت مسلم خواتین سے چھین نہیں سکتی۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان میں مسلم خواتین کی تعلیمی صورت حال

جناب اقبال احمد انجینئر ☆

ہندوستان میں مسلم خواتین کی تعلیمی صورتحال کے موضوع پر بات کرنے سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ اصل 'تعلیم' کس علم کی ہے۔

علم: حواس خمسہ کے ذریعہ کائنات کو جاننے اور اپنے وجود کو سمجھنے کو علم کہتے ہیں۔ تجربات اور مشاہدات کو قلمبند کرنا بھی علم ہے۔ خالق اور مخلوق کے رشتے کو جاننا بھی علم ہے۔ اسی طرح سے ہر ایک کی قوت کو جاننا اور اسے ادا کرنا بھی علم ہے۔ عصری علوم کے نام سے جو بات کی جاتی ہے اس میں علم کو مختلف خانوں میں تقسیم کرتے ہوئے ایک نظام حیات کی تشکیل دی جاتی ہے تاکہ معاشرہ میں وسائل کا صحیح استعمال ہو اور عوام میں ضروریات کی تکمیل کے مواقع فراہم ہوسکیں اس لئے جب کسی ملک کا دستور بنتا ہے تو اس ملک کے شہریوں کے حقوق اور ذمہ داریوں کو بیان کرتے ہوئے اس کے تحفظ کے لئے مقنّنہ۔ عدلیہ اور عاملہ سے کام لیا جاتا ہے۔ قانون بنتا ہے اور اس پر عمل کرنے کے لئے اقتدار حرکت میں آتا ہے جسے ہم علم انسانی کہتے ہیں اور بعد از مرگ کی زندگی کو جاننے کا علم روحانی ہے جو صرف 'وحی' کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے جو خالق اور مخلوق کے رشتے کو سمجھاتا ہے۔

مقصد تعلیم:

معاشرے کی ترقی کے لئے تعلیم کی ضرورت پر سبھی کا اتفاق ہے۔ مقصد تعلیم بھی یہی

☆ حیدرآباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ علم انسانی ترقی پذیر ہو اور وہ مسلسل ترقی کرتا جا رہا ہے چنانچہ اسے رہنمائی کی ضرورت ہے۔ گھریلو زندگی کے لئے، خاندانی تعلقات کے لئے معاشی معاملات کے لئے، ملکی و بین الاقوامی روابط اور معاملات کے لئے ایک راہ درکار ہے جو محض ایک شخص کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک جماعت، ایک قوم کی حیثیت سے فطرت کے مقاصد کو پورا کرنے میں مدد کر سکے جو دراصل مقصد تعلیم ہے اگر اس میں محاسبہ اور مواخذہ کا خوف بھی شامل ہو تو مقصد تعلیم اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔

ہندوستانی معاشرہ:

ہندوستانی معاشرہ ہمہ زبانی اور ہمہ تہذیبی معاشرہ ہے۔ اس میں ذات پات کا تصور ابھی موجود ہے۔ یہاں کا معاشرہ مذہبی تقدس سے جانا جاتا ہے۔ تعلیم سے اس سماج کی منصفانہ تقسیم اور اقتصادیات میں بہتری ہوتی ہے۔ جہاں سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی سے ممالک ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کوشش میں ہیں وہاں جب تک تعلیم کے مواقع نہ ملیں ملک کی آبادی اس دوڑ میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ کسی قوم کی پہچان اس کی آنے والی نسل کے لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیمی قابلیت سے ہی لگائی جا سکتی ہے کہ ان کا طریقہ تعلیم کیا ہے۔ ان کا نصاب کیسا ہے اور انہیں کیا سہولتیں دی جاتی ہیں۔ محکمہ تعلیم ہر زمانے میں سرمایہ خرچ کرنے والا محکمہ رہا جو زیادہ تر حکومتوں کے زیر کنٹرول رہا۔ کیونکہ اس کو ذریعہ معاش بنانے کی کوششوں سے ہمیشہ نقصان ہی ہوتا رہا۔ حکومتیں اپنا قابل لحاظ بجٹ اس کے لئے مختص کرتی رہی ہیں اور محاسبہ کے ذریعہ ان کے اخراجات کی نگرانی بھی کرتی رہی ہیں۔ اب بھی مغرب کے کئی ایسے ممالک ہیں جہاں ابتدائی تعلیم حکومت کے خرچے پر ہوتی ہے اور پروفیشنل کورسس کے لئے مواقع ہیں جن میں سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی ادارے میدان میں ہیں۔

اس اہم بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہندوستان کے دستور سازوں نے اپنے رہنماء اصولوں میں دفعہ ۴۵ کے تحت ریاستوں کو ذمہ دار گردانا تھا کہ اس دستور کے نفاذ کے دس سال میں تمام ریاستیں ۱۴ سال کی عمر کے تمام بچوں کو مفت تعلیم کی سہولتیں بہم پہنچائیں گی۔ ۱۹۹۳ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سپریم کورٹ نے ایک انقلابی فیصلے میں کہا کہ تعلیم کا حق بنیادی حق ہے اور دستور کی دفعہ ۲۱ زندگی کے حق سے یہ ملتا ہے اور ۲۰۰۲ء میں حق تعلیم کو ایک بنیادی حق تسلیم کرتے ہوئے دستور ہند میں ۸۶ ویں ترمیم کردی گئی اور اب دفعہ 21-A کے تحت ریاست کو کہا گیا ہے کہ ۶-۱۴) سال کے بچوں کے لئے مفت تعلیم دینے کا بندوبست وہ اپنی سہولت کے اعتبار سے کرے اور یہ بھی کہا کہ ریاست چھ سال تک کے بچوں کے لئے تمام سہولتیں بشمول تعلیم ریاستی حکومت فراہم کرے۔

لیکن دستوری ضمانتوں کے باوجود مرکزی اور ریاستی سرکاروں نے کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی اور آج تک ملک میں بچوں کی تعلیم مشکل مرحلے سے گزر رہی ہے۔

مسلم خواتین کی تعلیمی صورتحال:

ملکی سطح پر تعلیمی صورتحال کو جاننے کے لئے جو سروے ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱-نیشنل سمپل سروے آرگنائزیشن NSSO

۲-نیشنل کونسل آف ایجوکیشن ریسرچ ٹریننگ NCERT

۳-نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشنل پلاننگ اینڈ ایڈمنسٹریشن NIEPA

۴-سنٹرل بورڈ آف ایجوکیشن CBSE

۵-نیشنل کونسل آف اپلائیڈ اکنامک ریسرچ NCAER

مرکزی حکومت نے بھی مسلم صورتحال (معاشی و تعلیمی) جاننے کے لئے سچر کمیٹی بنائی تھی اور اس پر عمل آوری کے لئے جگناتھ مشرا کمیشن رپورٹ بھی حاصل کی گئی۔

مندرجہ بالا سروے اور رپورٹس کے مطابق مسلم طلباء اور طالبات کی شرح خواندگی ملکی سطح پر شیڈول کاسٹ اور شیڈول ٹرائبس سے بھی کم ہے۔ مسلمانوں کے دو اہم مسائل ہیں۔ ان کا معیار تعلیم گرا ہوا اور کوئی بھی معیاری اور قابل ذکر ادارہ نہیں ہے نیز معاشی اور سماجی مسائل سے الگ دوچار ہیں۔

چونکہ ہمارا موضوع مسلم خواتین ہے اس لئے انہی کے بارے میں حتی الامکان بات کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی کا نصف حصہ بہار، اتر پردیش اور مغربی بنگال میں بستا ہے۔ تقسیم ہند سے متاثرہ ان ریاستوں میں تعلیم یافتہ مسلمانوں کی ہجرت سے مسائل بہت پیدا ہوئے زیادہ تر غربت کی زندگی گزارتے رہے۔ تقسیم ہند کے اثرات سے یہ علاقے فسادات سے متاثر رہے جن میں ان کی معیشت اور بھی تباہ و برباد کر دی گئی۔ اس لئے ان علاقوں میں شرح خواندگی بہت کم ملتی ہے۔ ان ریاستوں میں اقلیتی تعلیمی ادارے قائم کرنے کا شعور اب پیدا ہو رہا ہے۔ ریاستی حکومتیں تعلیم اور روزگار میں تحفظات کی باتیں بھی کر رہی ہیں۔

شرح خواندگی ہندوستان کی قومی سطح پر ۶۵ فیصد ہے جبکہ مردوں کی شرح خواندگی ۷۵.۳ فیصد اور عورتوں کی شرح خواندگی ۵۳.۷ فیصد ہے یعنی قومی سطح پر مردوں اور عورتوں کی شرح خواندگی میں ۲۱.۶ فیصد کا فرق ہے اور ایسا ہی فرق شہری اور دیہی شرح خواندگی میں ہے۔

مسلمانوں میں بھی مردوں اور خواتین کی شرح خواندگی میں بھی ۲۱ فیصد کا فرق ہے جب کہ دیہی شرح خواندگی مسلم خواتین کی اور بھی کم ہے۔

۱۹۶۵ سے ۲۰۰۱ء کے شرح خواندگی کا تجزیہ بتاتا ہے کہ قومی سطح پر مسلم خواتین کی شرح خواندگی میں ۱۰۰ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ یعنی ۴۰ فیصد سے ۸۲ فیصد تک پہنچ گئی ہے لیکن اب بھی عورتوں کی قومی سطح ۹۰ فیصد سے ۸ فیصد کم ہے۔

دیہی سطح پر مسلم خواتین کی شرح خواندگی ۲۰ فیصد سے ۷۰ فیصد تک یعنی ۵۰ ۳ فیصد بڑھی ہے لیکن قومی سطح پر عورتوں کی شرح خواندگی سے (سچر کمیٹی رپورٹ باب تعلیم) ۱۰ فیصد کم ہے۔

میٹریکولیشن میں کامیاب ہونے والی مسلم خواتین کا فیصد شہری سطح پر ۴ فیصد اور (گاؤں) دیہی سطح پر ۵. ۲ فیصد ہے۔ جو قومی سطح ۷ فیصد سے کم ہے۔ NSSO اور NCAER سروے کے مطابق صرف ۲۵ فیصد مسلمان بچے اسکول جاتے ہیں جو انتہائی تشویش کی بات ہے۔ حالیہ چند سالوں میں تعلیمی شعور کی وجہ سے شہر اور دیہات میں بچوں کو اسکول بھیجنے کے شعور میں ضرور اضافہ ہوا ہے لیکن ابھی تک اس کا سروے موجود نہیں ہے لیکن یہ مثبت رجحان ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر میٹریکولیشن کو بنیاد بنا کر مسلم خواتین کی تعلیمی صورتحال کا جائزہ لیا جائے تو ۲۰۰۱ء کے سروے کے مطابق گو کہ ۱۹۵۳ء میں جب کہ مسلم خواتین صرف ۲ فیصد تھیں اب ۲۸ فیصد ہیں لیکن پھر بھی اس شہری سطح پر وہ قومی سطح ۵۸ فیصد سے بہت کم ہیں یعنی ۳۰ فیصد کم ہیں اسی طرح سے دیہی صورت حال جہاں ۱۹۵۳ء میں صفر تھی اب ۱۰ فیصد ہے لیکن قومی سطح ۲۲ فیصد سے کم ہے یعنی ۱۲ فیصد کم۔

مسلم خواتین میں تحتانوی (Primary) سے لے کر ہائر سکنڈری درجے تک پہنچتے پہنچتے ڈراپ آؤٹ بہت ہے۔ ۳۵ فیصد مسلم طالبات تحتانوی درجہ تکمیل کرتی ہیں اور صرف ۱۰ فیصد میٹریکولیشن تک پہنچتی ہیں اور ہائر سکنڈری میں ان کا فیصد گر کر ۳ ہو جاتا ہے۔ جبکہ قومی سطح پر عورتوں کا فیصد ۱۳ ہے۔

گریجویٹ و ٹیکنیکل گریجویٹ میں مسلم خواتین کا فیصد معلوم کرنے سے قبل ملکی سطح پر کتنی تعداد مرد اور عورتوں کی ہے اس میں مسلمان کتنے ہیں معلوم کریں۔ ۲۰۰۱ء کے سروے کے مطابق اب تک ۳۸ ملین مرد اور عورتیں جو ۲۰ سال یا اس سے زیادہ عمر کی ہی گریجویشن کی ڈگری حاصل کی ہیں اور ۴ ملین ٹیکنیکل ڈپلوما کا سرٹیفکیٹ لیا ہے، جو جملہ آبادی کا ۶ فیصد ہوتا ہے۔ اس تعداد میں مسلمان صرف ۶ ملین ہیں جو ان کی آبادی کا ۴. ۳ فیصد ہوتا ہے۔ ٹیکنیکل کورسز میں ان کی تعداد صرف ۴. ۰ فیصد ہے۔ پوسٹ گریجویٹ اور پی ایچ ڈی میں مسلم طلباء و طالبات کی تعداد ۴ فیصد ہے اور پی۔ ایچ ڈی میں ۵. ۴ فیصد ہے۔

مسلم خواتین سائنس، آرٹس، کامرس کے انڈر گریجویٹ کورسز میں مسلم مردوں سے زیادہ ہیں جب کہ انہی کورسز میں پوسٹ گریجویٹ درجہ میں ان کی تعداد مسلم مردوں سے کم ہے۔ میڈیکل اور انجینئرنگ انڈر گریجویٹ کورس میں مسلمان مردوں کی تعداد زیادہ ہے۔

مدرسوں میں مسلمان کا فیصد ۴ ہے۔ جس میں شہر میں مسلم خواتین ۲. ۲ فیصد ہیں اور دیہات میں ۸. ۱ فیصد ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنوبی ہندوستان۔ آندھرا پردیش، کرناٹک، کیرالا اور تامل ناڈو جہاں مسلم مائناریٹی اسکولس اور کالجز کا جال پھیلا ہوا ہے وہاں شہری اور دیہاتی فیصد بہت تیزی سے بڑھا ہے اور یہاں شمال، مشرقی اور مغربی ہندوستان کے طلباء وطالبات بھی داخلہ لے رہے ہیں۔ اس طرح سے جنوبی ہندوستان ملکی سطح پر مسلم مرد اور خواتین کی تعلیمی صورت حال میں بہتری لانے میں بہت حد تک کامیاب ہے۔

شہری سطح اور دیہی سطح پر یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ مسلم طالبات کی تعداد تیزی سے بڑھتی جارہی ہے اور تعلیم میں ان کی دلچسپی اجتماعات میں ان کی زیادہ تعداد میں شرکت سے بھی لگائی جاسکتی ہے۔ تعلیمی معیار بھی ان کا مسلم مردوں سے اچھا ہے کیونکہ جو پروفیشنل ٹسٹ (EAMCET) وغیرہ کے نتائج آتے ہیں ان میں اونچے مقامات پر مسلم خواتین ہی نظر آتی ہیں۔

اس سال میڈیکل کالجز میں جو داخلے ہوئے ان میں زیادہ تعداد مسلم طالبات کی رہی، اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو یہ بھی امکان ہے کہ میڈیکل میں صرف لڑکیاں ہی منتخب ہوں گی۔ یہ مثبت رجحان ہندوستان کی مسلم خواتین کے تعلیم کے حصول میں پایا جاتا ہے لیکن باوجود اس کے وہ قومی سطح پر فیصد میں ابھی بھی پیچھے ہیں اور معیاری اسکول نہ ہونے سے معیاری کالجز میں داخلوں سے بھی محروم ہیں۔

علم روحانی کی تعلیم بھی مسلم خواتین کے لئے ضروری ہے کیونکہ جو حالات Out Soursing سے پیدا ہورہے ہیں وہ انتہائی تشویشناک ہیں۔ یہ احساس جگانے کی ضرورت ہے کہ علم روحانی ہی سب کچھ طے کرتا ہے اور اسی پر دائمی زندگی کا انحصار ہے جبکہ یہ علم انسانی ضروریات زندگی کے حصول میں مددگار رہوتا ہے جو ایک اہم ضرورت بھی ہے۔

تعلیم کے حصول اور اس میں رکاوٹوں کا جائزہ ایک تو موجودہ اعداد وشمار سے مل جاتا ہے، دوسرا طریقہ سماجی رجحان سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ ان دو طریقوں کے اشتراک سے نتیجہ پر پہونچنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ تعلیم ایک مسلسل عمل ہے جو تعلیمی ادارے، مدرسے یا مکتب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوڑنے کے بعد بھی جاری رہنا چاہئے مگر عام مشاہدہ یہ ہے کہ روزگار کی تلاش یا روزگار سے لگ جانے کے بعد تعلیم کے حصول و دینی معلومات کے بارے میں بھی جاننے کی سعی نہیں کی جاتی اور یہ اس دور کی جہالت کا سبب بن جاتی ہے۔

تعلیمی معیار کو لے کر بھی الجھن ہے۔ پڑھنا لکھنا جاننا تعلیم ہے۔ اگر ۷ سال کا لڑکا پڑھنا لکھنا جانتا ہے تو کیا اسے تعلیم یافتہ کہا جاسکتا ہے۔ مردم شماری کا معیار تعلیم کے بارے میں یہی رائے ہے۔

معیار تعلیم کم از کم گریجویٹ ہونا چاہئے۔ میٹرک میں کامیابی درمیانی درجہ کی تعلیم، اسی طرح ۱۰ سالہ اسکولنگ بھی لازمی قرار دی جائے جس میں حاضری بھی شرط ہو۔ اسکول کا انتخاب طریقہ تعلیم اور شہری اور دیہاتی ماحول میں حصول تعلیم مدد کرتے ہیں یا پھر رکاوٹ بن جاتے ہیں۔

شرح خواندگی:

مسلمان عورتوں میں شرح خواندگی کا جائزہ لینے کے لئے سچر کمیٹی رپورٹ اور مختلف نیشنل سروے موجود ہیں جن کے اعداد و شمار کو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ (بحوالہ سچر کمیٹی باب تعلیم)۔

ہندوستان کی شرح خواندگی: قومی سطح پر ۶۵ فیصد

مرد	۷۵.۳ فیصد
عورتیں	۵۳.۷ فیصد
شہری خواندگی:	۷۹.۹ فیصد
دیہی خواندگی:	۵۸.۷ فیصد

مرد اور عورتوں کے درمیان شرح خواندگی کا فرق ۲۱.۶ فیصد ہے۔

شہری اور دیہی کے درمیان شرح خواندگی کا فرق ۲۱.۲ فیصد ہے۔

مسلمانوں کی شرح خواندگی قومی سطح پر ۵۹.۱ فیصد ہے۔ جو ۶.۲ فیصد کم ہے قومی شرح خواندگی سے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہری علاقوں میں مسلمانوں کی شرح خواندگی ۶۸ فیصد

دیہی علاقوں میں مسلمانوں کی شرح خواندگی ۵۰ فیصد

آندھراپردیش میں آبادی کے اعتبار سے مسلمانوں کی شرح خواندگی ۶۸ فیصد ہے۔

جس میں مردوں کی شرح خواندگی ۷۷ فیصد

عورتوں کی شرح خواندگی ۵۹ فیصد

یعنی عورتیں مردوں سے ۱۸ فیصد کم خواندہ ہیں۔

جبکہ دوسری ریاستوں میں مسلمان مرد اور عورت کی شرح خواندگی کا فرق ۲۱ فیصد ہے۔گاؤں میں مسلم عورتوں کی شرح خواندگی بہت کم ہے۔

گوکہ ۲۰۰۵-۲۰۰۴ء کے NSSO, 61st Round کے سروے کے مطابق شرح خواندگی تمام سماجی گروہ میں بڑھی ہے لیکن عورتوں اور مردوں کے فرق میں زیادہ فرق نہیں آیا۔مسلم مرد اور عورتوں میں تو یہ فرق اور بڑھا ہے۔

۲۰۰۱ء میں نئے سروے کے مطابق ۱۹۶۵ء کی شرح خواندگی سے مقابلہ کریں تو قومی سطح پر عورتوں اور مسلم عورتوں کا فرق شہری اور دیہی بنیادوں پر یوں ہے۔

شرح خواندگی:

		1965ء	2001ء
شہری:	قومی سطح پر عورتیں	80%	90%
	قومی سطح پر مسلم عورتیں	40%	82%
دیہی:	قومی سطح پر عورتیں	40%	80%
	قومی سطح پر مسلم عورتیں	20%	70%

(بحوالہ سچر کمیٹی تعلیمی رپورٹ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان اعداد وشمار کو لیا جائے تو مسلم عورتوں میں سال ۱۹۶۵ء کے مقابلہ میں شرح خواندگی میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ شہری سطح پر تو وہ دگنی شرح تک پہونچ گئی ہیں اور دیہی سطح پر ان کی شرح خواندگی 3-1/2 گنا ہے یہ اچھا رجحان مسلم عورتوں میں دیکھا گیا ہے؛ چونکہ مسلم آبادی دیہی سطح پر بھی وہاں کے تجارتی اہم مقامات پر رہتی ہیں زیادہ پھیلی نہیں ہوتی اس لئے ضلع کے ہیڈ کوارٹر یا تعلقہ کا ہیڈ کوارٹر ہونے کے سبب تعلیم سے استفادہ کرنے کا رجحان ان میں بہت بڑھ گیا ہے۔ یہ ایک اچھی خبر ہے۔

میٹریکولیشن مکمل کرنے والی مسلم طالبات:

۲۰۰۱ء کی مردشماری کے مطابق وہ مسلم طالبات جنہوں نے ۷ تا ۱۶ سال کی عمروں میں اسکول کے دس سال مکمل کئے اور میٹرک کامیاب بھی کیا ہے ان کا بھی فیصد دیا گیا ہے۔ جو قومی سطح کے اعتبار سے کم ہے۔ یہ بھی بڑی تکلیف دہ بات ہے کہ مسلمان طلباء کی اوسط حاضری ان دس سالوں میں صرف ۳ سال ۴ ماہ ہوتی ہے جو ظاہر ہے کہ تعلیم کے حاصل کرنے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ تقریباً تمام ریاستوں میں حاضری کا یہی مسئلہ ہے خاص طور پر مغربی بنگال اور اتر پردیش میں تو اور بھی کمزور حاضری ہے؛ جبکہ کیرالا، بہار، جھارکھنڈ، کرناٹک، مہاراشٹرا، آندھرا پردیش اور گجرات میں مسلم طلباء وطالبات کی حاضری شیڈول کاسٹ وشیڈول ٹرائبس کے طلباء وطالبات سے بہتر ہے۔

شہر میں کامیاب ہونے والی مسلم طالبات کا فیصد میٹریکولیشن=4 فیصد ہے۔

گاؤں میں کامیاب ہونے والی مسلم طالبات کا فیصد =2.5 فیصد ہے۔

جبکہ اسکول میں شرکت کرنے والی (طالبات-طلباء) کا فیصد 1999ء میں 40 فیصد تھا اور 2005-2004ء میں 78 فیصد ہے۔

یہ اعداد وشمار NSSO اور NCAER کے مطابق ہیں۔

گو کہ اسکول میں شرکت اور تعداد میں اضافہ ہوا ہے لیکن مسلم طالبات کے کامیابی کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیصد میں زیادہ اضافہ نہیں ہوا اور نہ ہی ان کا اور دوسرے سماجی گروہ کے فرق میں کوئی کمی آئی ہے۔ جو رجحان اسکول میں شرکت کا اضافہ بتاتا ہے اس میں مسلم طالبات کی شرکت میں بھی اضافہ ہوا؛ لیکن طلباء کے مقابلے میں ان طالبات کے اضافہ کا فیصد سروے میں نہیں بتایا گیا۔ اس لئے بہ حیثیت مجموعی یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلم طالبات کی اسکول میں شرکت کی تعداد میں ضرور اضافہ ہوا ہے اور یہ ایک اچھا رجحان ہے۔

اس سروے میں یہ بھی بتایا گیا کہ صرف ۲۵ فیصد مسلمان بچے (طلبہ وطالبات) اسکول جاتے ہیں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم میں اضافہ کے لئے ابھی بہت کوششیں کرنی باقی ہیں۔

عمروں کے اعتبار سے تقسیم اور جائزہ:

تحتانوی Primary Level تعلیم = ۱۲ سال میں سے کم از کم ۵ سال اسکول کی تعلیم ہو۔
وسطانوی Middle Level تعلیم = ۱۵ سال جس میں کم از کم ۸ سال کی اسکول کی تعلیم ہو
فوقانی میٹریکولیشن تعلیم = ۱۷ سال جس میں کم از کم ۱۰ سال کی اسکول کی تعلیم ہو
انٹرمیڈیٹ ہائرسکنڈری تعلیم = ۱۹ سال جس میں کم از کم ۱۲ کی اسکول کی تعلیم ہو

قومی سطح پر مسلم طالبات کے فیصد کا جائزہ لیں تو ہر سطح پر ان کا فیصد حسب ذیل ہے۔

	دوسرے قومی سطح پر فیصد	مسلم طالبات کا فیصد
۱-تحتانوی Primary Level=	۴۵ فیصد	۳۵ فیصد
۲-وسطانوی Middle Level=	۳۰ فیصد	۱۸ فیصد
۳-فوقانیہ میٹریکولیشن=	۱۸ فیصد	۱۰ فیصد
۴-ہائرسکنڈری=	۱۳ فیصد	۳ فیصد

(بحوالہ سچر کمیٹی تعلیمی رپورٹ)

اس جدول سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مسلم طالبات جو تحتانوی درجہ پر ۳۵ فیصد اسکول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں شریک ہوتی ہیں وسطانوی یعنی مڈل اسکول کے درجہ تک آنے تک ۵۰ فیصد ڈراپ آوٹ ہوجاتی ہیں اور جب وہ میٹرک درجہ تک پہنچتی ہیں تو ان کا فیصد ۱۰ رہ جاتا ہے اور ہائر سکنڈری درجہ تک پہنچتے پہنچتے ان کا فیصد ۳ رہ جاتا ہے۔ اوران ۳ فیصد میں سے کتنے گریجویٹ، پوسٹ گریجویٹ اور پی ایچ ڈی تک جاسکیں گے ان کا جائزہ بھی لینا پڑے گا۔

اگر میٹریکولیشن کو بنیاد بنا کر تعلیم کا جائزہ لیا جائے اوراس کا تقابل ۱۹۵۳ سے ۲۰۰۱ء تک کیا جائے تو مسلم طالبات کی شرح خواندگی میں ضرور اضافہ ہوا لیکن وہ قومی شرح خواندگی سے اب بھی بہت پیچھے ہیں۔

شرح خواندگی (میٹریکولیشن)	۱۹۵۳ء	-	۲۰۰۱ء
شہر: قومی سطح پر عورت	۱۸ فیصد		۵۸ فیصد
مسلم عورت	۲ فیصد		۲۸ فیصد
دیہات: قومی سطح پر عورت	۰		۲۲ فیصد
مسلم عورت	۰		۱۰ فیصد (حوالہ سابق)

یہ جائزہ صاف بتاتا ہے کہ شہر میں اب بھی مسلم طالبات قومی سطح سے ۳۰ فیصد پیچھے ہیں جب کہ دیہی سطح پر ۱۲ فیصد پیچھے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ۱۹۵۳ء کو اگر بنیاد بنایا جائے تو رجحان تو مسلم طالبات میں شہری سطح پر تعلیم کی طرف رجحان ۱۴ گنا زیادہ ہے جبکہ دوسرے سماجی گروہ میں تین گنا اضافہ ہوا۔ یہ تیزی سے بدلتا ہوا رجحان ان کی سوچ وفکر میں تبدیلی کا پتہ دیتا ہے۔ اسی طرح دیہات میں جہاں کوئی رجحان ہی نہیں تھا اب تیزی سے تبدیلی آرہی ہے۔

ہائر ایجوکیشن Higher Education:

تحتانوی، وسطانوی، فوقانیہ پھر ہائر سکنڈری (انٹر میڈیٹ) تعلیم کی تکمیل معاشی حالات اور روزگار کے مواقع کے لئے بہت ضروری ہے اگر اس کو معیار بنا کر دیکھا جائے تو مسلم طالبات وطلباء کی صورتحال قومی سطح پر اور بھی کمزور ہوجاتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کا رجحان ایسا ہے کہ اگر ۱۰۰ بچے اسکول میں شریک ہوں تو صرف ۵۷ تحتانوی درجہ کامیاب کرتے ہیں یعنی ۲۵ طلباء وطالبات ڈراپ آوٹ ہوجاتے ہیں۔ان ۵۷ طلباء میں سے صرف ۵۰ فیصد یعنی آدھے مڈل اسکول کامیاب کرتے ہیں یعنی صرف ۷ ۳طلباء میٹرک میں پہنچتے ہیں اور ان کی کامیابی کا فیصد طالبات میں صرف ۱۰ لگایا گیا یعنی ۴ طالبات کامیاب ہوتی ہیں اور ہائرسکنڈری پہنچتے پہنچتے اس کا نتیجہ صرف ۳فیصد رہ جاتا ہے جو گریجویٹ درجہ کے لئے ملتے ہیں اگر اس کا مقابلہ قومی سطح سے کیا جائے تو مسلم طالبات سے ۴ گنا زیادہ طالبات قومی سطح پر ملتے ہیں جن کا معیار تعلیم اور اسکولنگ بہتر ہوتی ہے۔

گریجویٹ درجہ اور پوسٹ گریجویٹ درجہ:

مندرجہ بالا تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت کم تعداد مسلم طالبات کی گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ درجوں کو پہنچتی ہے، اگر موجودہ رجحان کا تجزیہ کیا جائے تو قومی سطح پر آبادی کا ۷ فیصد ۲۰ سال یا ان سے زیادہ طلباء کا گریجویٹ درجہ تک جاتا ہے جبکہ مسلم آبادی کا صرف ۴ فیصد ۲۰ سال یا اس سے زیادہ طلباء گریجویٹ درجہ تک پہنچتا ہے۔اور پوسٹ میٹرک ٹیکنیکل کورسز کے لئے مسلم طلباء کا ایک فیصد سے کم طبقہ ملتا ہے جو نہ ہونے کے برابر ہے۔

۲۰۰۱ء کے سروے کے مطابق اب تک ۳۸ ملین مرد اور عورتوں نے جو ۲۰ سال یا اس سے زیادہ ہی گریجویشن کی ڈگری حاصل کی ہے اور صرف ۴ ملین نے ٹیکنیکل ڈپلوما یا سرٹیفکیٹ لیا ہے جو جملہ آبادی کا ۶ فیصد ہوتا ہے۔جبکہ مسلمانوں میں صرف ۴ ملین گریجویٹ ہیں جو ان کی آبادی کا صرف ۴. ۳فیصد ہیں اور ٹیکنیکل کورسز مکمل کرنے والوں کی تعداد صرف ۴. ۰ فیصد ہے۔

ٹیکنیکل گریجویٹ جہاں قومی سطح پر ہزار میں ۲ گریجویٹ ہوتے ہیں وہاں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے یہ فیصد ۲۰۰۵-۲۰۰۴ کے NSSO کے سروے میں بڑھا ہے، قومی سطح پر اب ہر ہزار میں ۸ گریجویٹ ہوتے ہیں۔

☆ ٹیکنیکل گریجویٹ شہری سطح پر مسلمان مرد ہر ہزار میں ۲ (0.2%) ہیں جبکہ مسلم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورتوں میں ہر دس ہزار میں 5 (0.05%) ہیں۔

☆ ڈپلوما ہولڈرس شہری سطح پر مرد ۲ فیصد اور مسلم عورتیں ۱ فیصد ہیں۔

پوسٹ گریجویٹ اور پی ایچ ڈی:

جہاں انڈر گریجویٹ کورسز میں مسلمان طلباء کا حصہ ۷. ۱ فیصد ہے جس میں طالبات کا حصہ بھی شامل ہے، اعداد و شمار کے اعتبار سے طالبات کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مگر صحیح فیصد ابھی تک معلوم نہ ہو سکا۔ پوسٹ گریجویٹ کورس میں مسلم طلباء کی تعداد ۴ فیصد ہے۔ اسی طرح پی ایچ ڈی میں مسلم طلباء کی تعداد (جس میں طالبات کے فیصد میں اچھا اضافہ ہوا ہے) ۵. ۴ فیصد ہے جو دوسرے سماجی گروہ سے بہتر ہے۔ یہ ایک ایسا رجحان ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان طلباء و طالبات تعلیم کے اونچے مقام پر پہنچنے کے لئے بہت بے تاب ہیں۔

دوسرے کالجوں میں جیسے سائنس، کامرس، میڈیکل کالجز ہیں۔

گریجویٹ سطح پر عمومی طور پر ہر ۲۵ طالب علم میں سے ایک ہی مسلمان ہوتا ہے، یعنی ۴ فیصد۔

پوسٹ گریجویٹ سطح پر عمومی طور پر ہر ۵۰ طالب علموں میں ایک مسلمان ہوتا ہے۔ یعنی ۲ فیصد۔ سائنس میں بہت کم ہیں۔ اگر تفصیل سے جائزہ لیا جائے تو:

پوسٹ گریجویٹ سطح پر = آرٹس میں ۴ فیصد، کامرس میں ۸ فیصد، سائنس میں ۶ فیصد، انجینئرنگ میں ۴ فیصد۔

مسلمان طلباء کا فیصد = میڈیسن ۵ فیصد، پروفیسر ۷ فیصد

اس جدول کو مسلمان طلباء اور طالبات میں تقسیم کریں تو عجیب نتائج سامنے آتے ہیں:

			انڈر گریجویٹ، پوسٹ گریجویٹ			انڈر گریجویٹ، پوسٹ گریجویٹ
			مسلم مرد فیصد			مسلم عورتیں فیصد
سائنس	2.8		3.8		3.3	1.0

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آرٹس		3.8	1.5		4	1.8
کامرس		3.3	2.4		3.7	0.5
میڈیکل کالج		5.9	3.5		4.0	1.0
پی جی ڈپلوما		0.5	-		2.5	-
دوسرے انڈر گریجویٹ کورسز		1.0	-		0.8	-
دوسرے پی جی کورسز		-	1.8		2.0	-

(بحوالہ سچر کمیٹی رپورٹ باب تعلیم)

مسلم طلباء وطالبات کی تقسیم پر جو حیرت انگیز تبدیلی نظر آتی ہے وہ ہے کہ سائنس، آرٹس، اور کامرس میں مسلم طالبات کا فیصد مسلم طلباء سے زیادہ ہے انڈر گریجویٹس سطح پر جب کہ پوسٹ گریجویٹ سطح پر مسلم طالبات کا فیصد مسلم طلباء سے بہت کم ہے۔

اسی طرح میڈیکل کالجز انڈر گریجویٹ میں مسلم طلباء کی تعداد ۳۳ فیصد مسلم طالبات سے زیادہ ہے جبکہ پوسٹ گریجویٹ سطح پر ۲۰ فیصد تعداد طالبات کی ہے اور ۸۰ فیصد مسلم طلباء کی۔

دوسرے پی جی کورسز میں صرف مسلم طالبات ہی نظر آئیں گے۔ مسلم طلباء کو اس میں دلچسپی نہیں ہے۔

ہندوستان کی یونیورسٹیز:

ہندوستان میں جملہ ۳۰۰ یونیورسٹیز ہیں۔ سماجی گروہ اور جنس کی بنیاد پر تقسیم کے جو اعداد وشمار آتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں (انڈر گریجویٹ سطح پر اور پوسٹ گریجویٹ سطح پر) ان ۳۰۰ یونیورسٹیز میں ۱۲۹ یونیورسٹیز اور ۸۴ کالجز کے اعداد وشمار کے مطابق سماجی مذہبی طلباء اور طالبات کی تقسیم کی گئی۔ ۱.۳ ملین گریجویٹ (Bachlor degree) اور (1.5) ملین پوسٹ گریجویٹ (Master Degree) کے مطابق یہ تقسیم ہے جبکہ ان یونیورسٹیز اور کالجز میں جملہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

11.7 ملین گریجویٹ اسٹوڈنٹ ہیں اور 4.3 ملین پوسٹ گریجویٹ طلباء ہیں۔ جو اعداد وشمار میں 2.8 ملین ہیں جو جملہ تعداد کا 19 فیصد ہوتے ہیں۔

معاشی حیثیت سے مسلم طلباء کی تقسیم:

(امیر وغریب) غربت کے معیار کو جو سالانہ ۲ لاکھ روپیہ یافت سے کم ہے اس کے مطابق تعلیم میں غربت کے اس معیار کے طلباء کی تعداد امیر طلباء کی تعداد سے ۲ فیصد کم ہے۔ لیکن روزگار کے مسئلہ پر غربت کے معیار کے طلباء روزگار سے لگے ہیں ان کی فیصد ۲۵.۶ ہے۔ جب کہ امیر طلباء جو روزگار سے لگے ہیں ان کی فیصد صرف ۱۶.۷ فیصد ہے۔

مسلم طلباء وطالبات کی تقسیم اسکول (خانگی وسرکاری) اور مدارس اور مکتب میں:

عمومی طور پر جو تقسیم کی گئی ہے طلباء وطالبات کے انتخاب کے پیش نظر وہ حسب ذیل ہے:

مدارس اور مکتب میں = ۴ فیصد

سرکاری اسکولوں میں = ۶۶ فیصد

خانگی اسکولوں میں = ۳۳ فیصد

جبکہ غیر مسلم طلبا وطالبات کی تقسیم = سرکاری اسکولوں میں ۷۱ = فیصد اور خانگی اسکولوں میں 19 فیصد ہے۔

مدرسہ جانے والے طلباء کی تقسیم ہندوستان کے معاشرے میں:

NCAER سروے کے مطابق:

۱- سارے ہندوستان میں مجموعی طور پر ۴.۳ فیصد جس کا اندازہ حسب ذیل تفصیل سے لگایا جاسکتا ہے:

مشرقی ہندوستان = ۳.۲ فیصد: شمالی ہندوستان = ۶.۵ فیصد: جنوبی ہندوستان = ۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیصد، مغربی ہندوستان= ۳فیصد۔

۲-NCERT سروے کے مطابق

جملہ ہندوستان مجموعی طور پر=۸. ۲ فیصد جس کو مزید تفصیل سے حسب ذیل تقسیم کیا گیا ہے:

مشرقی ہندوستان ۴=فیصد، شمالی ہندوستان ۰. ۳فیصد، جنوبی ہندوستان ۸. ۰ فیصد، مغربی ہندوستان=۱فیصد

۳-اگر مسلم مرد اور عورت کو شہر اور دیہات کے اعتبار سے تقسیم کریں تو فیصد یوں ہوتا ہے(۷ تا ۱۹) سال کے طلباء۔

شہری مسلم مرد ۴ فیصد، شہر میں مسلمان عورت ۲۲ فیصد

دیہات میں مسلم مرد ۸. ۳فیصد، دیہات میں مسلم عورت ۸. ۱فیصد

مادری زبان میں تعلیم دینے کی ضرورت:

بین الاقوامی سطح پر یہ مان لیا گیا ہے کہ بچوں کو جب تک مادری زبان میں تعلیم نہ دی جائے اس وقت تک ان کی تعلیمی قابلیت اور مہارت میں امید افزاء کامیابی نہیں ملتی۔ اس لئے چونکہ مسلمانوں کی مادری زبان (اکثریت) اردو ہے لیکن اردو زبان میں تعلیم دینے کی سہولتیں میسر نہیں ہیں۔ ہندی بیلٹ میں ہندی اور اردو کے امتزاج سے اردو زبان کو یکسر نظر انداز ہی کر دیا گیا ہے۔ مغربی بنگال میں بنگلہ زبان کی وجہ سے مسلمان اردو کو نظر انداز کرنے پر مجبور ہیں۔ بہار میں بھی ہندی کا راج ہے لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ فیصد اردو زبان بولنے والوں کا ہے۔ ایک حیرت انگیز انکشاف یہ ہوا ہے کہ کنڑی اور مرہٹی بولنے والے علاقوں میں اردو بولنے والوں یعنی مسلمانوں کی فیصد زیادہ ہے۔ چوتھے نمبر پر آندھرا پردیش ہے۔

اردو میڈیم میں بچوں کو شریک کرانے کا فیصلہ ریاستوں کے اعتبار سے حسب ذیل ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتر پردیش=۲ فیصد، بہار=۲۵ فیصد، جھارکھنڈ ۱۸=فیصد، کرناٹک=۴۰ فیصد

مہاراشٹرا=۵۵ فیصد، آندھراپردیش=۲۰ فیصد

CBSEامتحان کامیاب کرنے کا فیصد

اردوزبان اورغیراردوزبان میں مسلمان مرداورعورتوں کا فیصد:

غیراردوزبان میں					XII بارہویں
	مرد			72%	71.8%
	عورت			71.8%	80%
اردوزبان میں					
	مرد			30%	55%
	عورت			25%	80%

اردوزبان کی ترقی کے لئے اردو میں نصاب کا ملنا اورتعلیم کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ بہت ضروری ہے چونکہ ایسانہیں ہو پاتا اس لئے اردوزبان سے فارغ طلبا وطالبات مسابقتی امتحانات میں اچھے نمبرات سے کامیاب نہیں ہوتے۔ چونکہ مہاراشٹراورکرناٹک میں اس کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس لئے وہاں کے نتائج اچھے آتے ہیں اورغیراردوداں اسکول سے وہ زیادہ نشانات سے کامیاب ہورہے ہیں۔ مولانا آزادنیشنل اردو یونیورسٹی کے قیام سے بھی اردو کی ترقی میں مددمل رہی ہے لیکن ترجمے کی ابتدائی ضرورت سے وہ بھی گزر رہی ہے؛ لیکن امید ہے کہ بہت جلداس میں بہتری آسکتی ہے بشرطیکہ خاطرخواہ توجہ دی جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹیچرس کا ملنا دشوار:

اور ایک مشکل اردو میڈیم کی یہ ہے کہ اردو ٹیچرس دستیاب نہیں ہیں، دوسرے مائناریٹی گروپ میں ٹیچرس مل جائیں گے لیکن اردو زبان میں ان کی عدم دستیابی سے پرائمری، مڈل، فوقانیہ اور ہائرسکنڈری اسکول میں تعلیم کا معیار گر رہا ہے اور اس پر توجہ کی ضرورت ہے۔

نتیجہ:

انسانی علم جو ضروریات زندگی کے لئے جاننا ضروری ہے جو تجربات اور مشاہدات سے ہوکر گزرتا ہے اور ہر لمحے بدلتا ہے اور تبدیل ہونے والے اس علم میں اضافہ کے لئے مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ ۲۰۰۵ سے ۲۰۱۰ تک کے اعداد وشمار نہیں ملے لیکن جو کچھ اخباروں کے ذریعہ اور مباحثوں اور میڈیا کے دوسرے ذرائع سے معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ مسلم عورتوں میں تعلیم کے حصول کی رغبت میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ اگر دیہات کو بنیاد بنالیں تو دیہاتی عورتوں میں تعلیم کا شعور بڑھا ہے۔ شمالی، مشرقی، مغربی ہندوستان میں مسلم اسکول اور کالجز ٹیکنیکل اور نان ٹیکنیکل کھل رہے ہیں اور اقلیتی اداروں سے ان کی تعلیمی شرح خواندگی میں اضافہ ہوا ہے۔

جنوبی ہندوستان، آندھرا، کرناٹک، کیرالا، تامل ناڈو میں مسلم مائناریٹی کالجز اور اسکولس کا ایک جال پھیل گیا ہے اور اس میں شمال مشرقی اور مغربی ہندوستان کے مسلم طلباء وطالبات داخلہ لے رہے ہیں۔ شہری سطح پر یہ بات بھی خوب محسوس کی گئی ہے کہ مردوں سے زیادہ عورتوں میں تعلیم حاصل کرنے کی خواہش ہے۔ اور جو نتائج سامنے آرہے ہیں اکثر اوقات میں لڑکیوں کا فیصد لڑکوں سے زیادہ ہے۔

اس سال میڈیکل کالجوں کے داخلوں کو دیکھا جائے تو آندھرا پردیش میں لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے زیادہ ہے، دوسرے گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ کورسز میں پایا جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لڑکیوں کی تعلیم میں دلچسپی اور ترقی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ شادی بیاہ کے سلسلے میں جو اجتماعات ہورہے ہیں وہ لڑکیاں زیادہ تعلیم یافتہ مل رہی ہیں جب کہ لڑکوں کی تعلیم ان سے کم ہے، ان سے جوڑ بننے میں دشواری پیدا ہورہی ہے اور اس کے نتائج سے بھی تشویش لاحق ہے۔

یہ بھی دیکھا گیا کہ اکثر مسلم مسائل پر جب کوئی مناظرہ یا کلاس رکھے جاتے ہیں ان میں زیادہ تعداد لڑکیوں کی شریک ہوتی ہے اور لڑکوں کی عدم دلچسپی سے ان کی تعلیمی نقص کا الگ احساس ہوتا ہے۔ علم انسانی کی اہمیت اور اس کے حصول کے ذرائع اور رکاوٹوں کا ایک جائزہ لیا گیا اور ہندوستان میں مسلم عورتوں کی تعلیمی صورتحال پر روشنی ڈالی گئی۔

علم روحانی:

ہندوستان میں مسلمان عورتوں کی تعلیمی صورتحال کے جائزہ میں دوسرا سب سے اہم موضوع روحانی علم ہے جو حواس خمسہ کے اختیار میں نہیں ہے جو اس دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے راستہ تیار کرتا ہے اور مواخذہ کے خوف سے اس کی خواہشات پر پابندی لگاتے ہوئے اس کی فضا بناتا ہے۔ علم انسانی کا مقصد بھی انسانی حقوق کا تحفظ اور عدل وانصاف کا قائم کرنا ہی ہوتا ہے لیکن یہی کافی نہیں ہوتا کہ سماج ومعاشرے کو سدھارے اور انسانوں کے درمیان محبت اور اخوت کو پروان چڑھائے۔ اگر یہ علم روحانی کو نظر انداز کردیا جائے تو علم انسانی کے نتائج مثبت نہیں نکل سکتے۔ ہر ترقی یافتہ قوم ترقی پذیر قوم کا استحصال کرے گی اور اپنے مفادات کے لئے دوسروں کو تہہ تیغ بھی کرے گی۔

علم روحانی کے لئے سب سے پہلے وحی پر ایمان لانا ضروری ہے اور مسلمان عورتوں کے لئے یہ سب سے آسان ہے۔ جس کتاب کو نازل کیا گیا اس کے بغیر وہ صحیح راستہ چن نہیں سکتی۔ یہ حق ہے کہ انسانوں کو وہ علم حاصل ہی نہیں جس سے وہ خدا کی رہنمائی کے بغیر خود اپنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے صحیح راہ حیات متعین کر سکے، انسان کو وہ ذرائع اور قوتیں دی گئی ہیں جن سے وہ علم حاصل کرتا ہے اور پھر نتائج بھی اخذ کر سکتا ہے؛ لیکن قرآن کے نزدیک حقیقی علم وہ ہے جو نبیوں کے ذریعہ دیا گیا، جو اس دنیا کو ایک آزمائش کی مہلت اور آخرت کو دائمی زندگی بتاتا ہے۔

حقیقی علم:

جو کچھ ہے اللہ ہی کا عطا کردہ ہے، ان پر تصرف کرنے کے جو کچھ اختیارات بھی انسان کو بخشے گئے ہیں انہیں اللہ کی مرضی کے مطابق استعمال کیا جانا چاہئے اور اختیارات صحیح وغلط استعمال پر انہیں مالک حقیقی کے حضور جواب دہی کرنا ہے۔

علم سے مراد فلسفہ، سائنس، تاریخ وریاضی وغیرہ کے درسی علوم نہیں ہیں بلکہ صفات الٰہی کا علم ہے۔ اسی سے خواندگی اور ناخواندگی کی تقسیم ہوتی ہے۔ جو شخص خدا سے بے خوف ہے وہ علامہ دہر بھی ہو تو اس علم کے لحاظ سے وہ جاہل محض ہے، اور جو شخص خدا کی صفات کو جانتا ہے اور اس کی خشیت اپنے دل میں رکھتا ہو وہ علم انسان میں ان پڑھ بھی ہو تو ذی علم ہے۔

إنما يخشى الله من عباده العلماء (فاطر:۲۸)۔

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اللہ سے ڈرتے ہیں''۔

یہاں خدا ترسی میں شرط ہے۔ قرآن، حدیث، فقہ اور کلام کا علم رکھنے کے باوجود اگر خدا ترسی پیدا نہ ہو تو وہ اس زمرہ میں نہیں آ سکتے (مولانا مودودی، تفہیم القرآن)۔

انه هو السميع العليم: سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے، اور ظاہر ہے کہ سب کچھ جاننے والا ہی علم دے سکتا ہے اور کوئی دوسرا یہ حق ادا ہی نہیں کر سکتا۔ انسانی سمجھ، خواہش کی تکمیل کے لئے عقل، سائنس، تاریخ، اور تجربات کی تابع ہوتی ہے۔ اور ہر زمانے کے لئے اس کے مشاہدات بدلتے رہتے ہیں اور تبدیل ہونے والا علم بھلا انسانوں کی رہنمائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیسے کر سکے گا۔

اسلام میں تعلیم کا سب سے اہم مقصد خالق کو پہچاننا اور عقیدہ توحید کے تحت ذات، صفات، اختیارات اور احکامات میں سے کسی کو شامل نہ کرنا۔

علم روحانی صرف اسلام تک ہی نہیں ہے بلکہ یہودیت، عیسائیت کے علاوہ دیگر دوسرے مذاہب جو روح پر یقین رکھتے ہیں۔ ان سب کا عقیدہ بھی ہے۔ ہندو دھرم میں وید (علم روحانی) بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ بدھ مت، جین مت اور زرتشت مذاہب کی گہرائی میں جائیں تو یہی ملے گا۔ ہندوستان چونکہ ہمہ مذہبی معاشرہ ہے، یہاں انسانی علم کے علاوہ روحانی علم کی تعلیم بھی انسانی مساوات و مفادات کے تحفظ کے لئے ضروری ہے۔

مسلم عورتوں کی موجودہ تعلیمی صورتحال میں اگر چہ کہ بہتری آئی ہے لیکن صرف انسانی علوم کے حصول اور اس پر اعتماد ان کے اخلاقی اور روحانی وجود کے سامنے کئی مسائل کھڑا کر دیتے ہیں۔

تجاویز:

معاشی صورتحال:

جب تک معیشت میں سدھار نہ ہو اس وقت تک یہ اندازہ کرنا کہ مسلمانوں میں عمومی طور پر اور مسلم عورتوں میں خصوصی طور پر تعلیم عام ہوگی۔ تقسیم ہند کے اثرات کا شمالی ہندوستان میں جہاں غربت ایک مسئلہ رہی ہے اور دوسرے فسادات کا ایک سلسلہ جو چند سالوں سے تھما ہے وہ بھی اس معاشی کمزوری کا ذمہ دار تھا۔ روزگار کے مواقع کو کہ تعلیم سے جڑے ہیں لیکن اگر چہ ہر ریاست میں زکوٰۃ کا مرکز میں فنڈ جمع ہو اور اسے اچھی طرح تقسیم کرنے کی کوشش ہو تو اس صورتحال سے نمٹا جاسکتا ہے۔ اوقاف کی جائیدادوں پر بھی توجہ دی جاسکتی ہے؛ تا کہ اس سے معاشی حالت میں اضافہ ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیاسی استحصال:

ایک عرصہ سے مسلمان ہندوستان میں استحصال کے شکار ہیں۔ بجٹ میں ان کا حصہ بہت کم ہوتا ہے۔ اقتدار کے ہر سطح پر ان کے ساتھ امتیازی سلوک جاری ہے۔ کوئی ایسا لائحہ عمل جو اس سیاسی استحصال سے بچنے کے لئے بنانے کی سخت ضرورت ہے۔ معاشی و تعلیمی تحفظات کی بات تو مرکزی اور ریاستی حکومتیں کر رہی ہیں لیکن وہ زیادہ دلچسپی نہیں بتاتیں۔ محض انتخابی نعروں میں استعمال کرتی ہیں۔ اس کے لئے بھی ضلعی سطح سے ریاستی سطح تک ایک مضبوط پلیٹ فارم چاہئے اور پھر اسے ہر ریاست سے مرکزی پلیٹ فارم کو وجود بخشا جائے جہاں ایک آواز میں بات کرنے کی گنجائش ہو۔

مسلمانوں میں بے حسی:

عام طور پر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ترجیحات میں تعلیم کا درجہ سب سے آخر میں آتا ہے۔ کمزور معیشت کے باوجود رسم و رواج میں قرض لے کر بھی خواہش پوری کی جاتی ہے۔ شادی و بیاہ میں غیر معمولی خرچ عادت بن گئی ہے جبکہ اس گھر میں بچوں کی تعلیم کے لئے خرچ کرنے کی خواہش کم ہے۔ یہ بے حسی و لاپرواہی اپنی نسل کے ساتھ ظلم ہے۔ اس کو دور کرنے کے لئے بھی ہر سطح پر کوشش ہونی چاہئے۔ مسجدیں اس کا بہتر جواب ہو سکتی ہیں۔

بے راہ روی:

تعلیم یافتہ لڑکے اور لڑکیوں میں مغرب زدہ بے راہ روی کو روکنے کی بہت ضرورت ہے۔ Outsourcing کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے قابل تشویش ہے۔ مسلم طالبات کے لئے جو اہم شعبہ جات ہوتے ہیں ان میں روزگار کے مواقع پر مستقل نمائندگی کی ضرورت ہے۔ اور وہ حقیقی مقصد متعین کریں کہ مسلمانوں میں دین کی سمجھ پیدا ہو اور ان کو اس حد تک ہوشیار اور خبردار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیا جائے کہ وہ غیر مسلم رویہ والی زندگی سے بچنے لگیں۔

اور کچھ ضروری نہ تھا کہ اہل ایمان سارے کے سارے نکل کھڑے ہوتے۔ مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصہ میں سے کچھ لوگ نکل آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے، واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے تا کہ وہ غیر (اسلامی) مسلمانہ روش سے پرہیز کرتے۔ (توبہ)۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان میں مسلم خواتین کی اقتصادی حالت

ڈاکٹر اوصاف احمد☆

ایک عورت ہونا اور وہ بھی ایک ہندوستانی مسلمان عورت ہونا محرومی اور امتیاز کا دوہرا بوجھ اٹھانا ہے، اول تو عورت ہونے کی حیثیت سے وہ سماج کے ایسے زمرے سے تعلق رکھتی ہے، جو بہت کم مراعات یافتہ ہے، بہت سے اعلانیہ اور غیر اعلانیہ امتیازات کا شکار ہے، ایک ایسے اقلیتی فرقہ سے تعلق رکھنا جس نے محرومیوں، ناانصافیوں اور استحصال کے ماحول کو قبول کرلیا ہے گویا زخموں پر نمک چھڑکنے والی بات ہے، ہندوستان میں مسلم عورتوں کی سماجی اور اقتصادی حالت بہت خستہ ہے، ایک طرف اسے سماجی اور تعلیمی پسماندگی کے سبب محرومیوں اور ناانصافیوں کا شکار ہونا پڑتا ہے، تو دوسری طرف مفاد پرست طبقہ سیاسی مقاصد کے لئے اس کا استحصال کرتا ہے، مثال کے طور پر سماج میں متعدد روایتی بیانات رائج ہیں، مسلمان عورتیں برقعہ پوش ہوتی ہیں اور بچہ پیدا کرنے کی مشین ہیں، وہ جاہل اور غیر تعلیم یافتہ انسانوں کا ایسا غول ہیں جو کسی مہذب سماج میں رہنے کے لائق نہیں، اس قسم کی باتیں ہمارے ملک میں مسلم خواتین کے بارے میں عام طور پر سنی جاتی ہیں، دراصل ہمارے یہاں نام نہاد مسلم سیکولر نوازوں اور غیر مسلم ترقی پسندوں اور سیکولرزم کے علم برداروں کا یہ فیشن بن گیا ہے کہ مسلم عورتوں سے اظہار ہمدردی کیا جائے اور انہیں جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کی وکالت کی جائے، بہرکیف اس قسم کی باتوں سے صرف نظر کرکے ہمیں حقائق پر توجہ مرکوز کرنی چاہئے۔

☆ سابق صدر شعبۂ کارِ خاص، اسلامی ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ جدہ، وحالیاً ایڈیٹر ''مطالعات'' (سہ ماہی) نئی دہلی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم خواتین سے متعلق اعداد وشمار کی عدم دستیابی

سب جانتے ہیں کہ کہنا آسان ہوتا ہے اور کرنا مشکل، ہندوستان میں مسلم خواتین سے متعلق حقائق کو پرکھنا آسان نہیں ہے، اول تو اس بارے میں مختلف خیالات ہیں کہ حقائق کیا ہیں، ہمارے پاس ہندوستان کی مسلم خواتین کے بارے میں مکمل سائنٹفک، مستند اور قابل اعتماد اعداد و شمار قطعی موجود نہیں ہیں، حکومت ہند کی جانب سے قوم کے مختلف زمروں کی بابت سماجی واقتصادی بنیاد پر اعداد وشمار بڑے پیمانہ پر مرتب کئے جاتے ہیں، ہندوستان کا مردم شماری کمیشن اور نیشنل سمپل سروے یہ اعداد وشمار فراہم کرنے کا سب سے اہم وسیلہ ہیں، جہاں تک راقم الحروف کی معلومات کا تعلق ہے آج تک ان میں سے کسی ادارہ نے مسلم خواتین کے بارے میں خصوصی اعداد وشمار مرتب نہیں کئے ہیں، یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ حکومت ہند، سماجی اور مذہبی طبقوں کی بنیاد پر اس نوعیت کے سماجی واقتصادی اعداد وشمار جمع کرنے اور درجہ بندی کرنے کے حق میں نہیں ہے، سچر کمیٹی کو جہاں دیگر متعدد امور میں سبقت کا شرف حاصل ہے وہیں ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس نے پہلی بار سروے کے طور پر ان رپورٹوں کا تجزیہ کیا جو اہم سماجی اور مذہبی تنظیموں نے مرتب کئے تھے، لہذا زیر نظر مقالہ میں جہاں کہیں تحلیلی تجزیہ ہے اور جہاں کہیں اس نوعیت کی رائے زنی کی گئی ہے اس کی بنیاد سچر کمیٹی کی فراہم کردہ معلومات پر ہے۔

تاریخی بنیادیں

ملک میں مسلمان خواتین کی سماجی واقتصادی حالت کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ یہ صورت حال بعض مخصوص تاریخی حالت کا نتیجہ ہے۔ ہندوستان میں عورتوں کی جو حالت ہے وہ ماضی کا ورثہ ہے، اور مسلمان خواتین کی حالت کو بھی اس حقیقت سے علاحدہ کر کے نہیں دیکھا جاسکتا، ہندوستانی مسلمان ایک جاگیردارانہ ماضی کے بوجھ سے دبے ہوئے ہیں، انیسویں صدی کے آخر میں جب سرسید احمد خان نے اپنا تعلیمی مشن شروع کیا تو ان کی رسائی محض

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے اعلی اور مراعات یافتہ طبقہ تک محدود تھی، ان کی تحریک ہندوستان کے لاکھوں مسلمان دستکاروں، کاشتکاروں، کاریگروں اور مزدوروں تک نہیں پہنچ سکی، یہ خیال درست نہیں ہے کہ سرسید عورتوں کی تعلیم کے مخالف تھے، انہوں نے ایک حکمت عملی کے طور پر لڑکیوں کی تعلیم پر لڑکوں کی تعلیم کو ترجیح دی، وہ سمجھتے تھے کہ اگر مرد تعلیم یافتہ ہو گئے تو مسلم عورتیں بھی زیادہ عرصہ تک تعلیم کے میدان میں پیچھے نہیں رہیں گی، لہذا ان کے نزدیک لڑکیوں کے مقابلہ میں لڑکوں کی تعلیم کو ترجیح حاصل تھی۔

اگر چہ سرسید کی تعلیمی تحریک ہندوستانی مسلمانوں کے اعلی طبقہ (امیر طبقہ) پر مرکوز تھی، ایم اے او کالج اور دیگر مسلم تعلیمی اداروں کی جدوجہد سے ہندوستانی مسلمانوں کا وہ درمیانی طبقہ وجود میں آیا جو تعلیم اور ہنرمندی سے آراستہ تھا، لیکن دو شدید صدمات نے اس طبقہ کو برباد کر دیا، اول ملک کی تقسیم اور دیگر بعض ریاست میں زمین داری کا خاتمہ، ملک کے لاکھوں ہنرمند اور تعلیم یافتہ مسلمان ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے اس سے بھی اس طبقہ کی کمر ٹوٹ گئی۔

اتر پردیش میں خاتمہ زمین داری اور تقسیم ملک کے نتیجہ میں ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات نے مسلمانوں کو شدید جانی و مالی نقصان پہنچایا اور اقتصادی طور پر وہ برباد ہو کر رہ گئے، ان کی جڑیں اکھڑ کر رہ گئیں، اب جو کھ بچا وہ سیاسی اعتبار سے کمزور، سماجی لحاظ سے پسماندہ، تعلیم کے میدان میں جاہل اور اقتصادی طور پر بے وزن تھے، مسلم خواتین چونکہ سماج کا کمزور حصہ تھیں لہذا وہ ہر لحاظ سے نقصان میں رہیں ان پر دوہری مار پڑی، ان مسلمان خواتین کی بحالی و بازآبادکاری کے لئے ایک طور پر سماجی انقلاب کی ضرورت ہے، ملک میں اقتصادی ترقی اور دیگر عوامل کے تحت تبدیلی رونما ہو رہی ہے تاہم اس کی رفتار کافی سست ہے، ذیل میں کچھ تبدیلیوں کی نشاندہی کی جائے گی:

عمرانیاتی رجحانات

عام خیال کے برخلاف مسلمانوں میں آبادی کا انداز بھی ہندوستان کی عام آبادی کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق ہی ہے، یہاں سچر کمیٹی کی رپورٹ کی بنیاد پر آبادی سے متعلق بعض اہم معلومات جو مسلمان خواتین کے بارے میں ہیں، پیش کی جاتی ہیں:

۱- ہندوستان کی مسلم خواتین کی عمر اور صنفی تشکیل کا رجحان وہی ہے جو ملک کی عام آبادی کا ہے (دیکھئے: گوشوارہ ۳-۴/ص۔ ۳۳)۔

۲- مسلمان مردوں اور عورتوں کی عمر کا ڈھانچہ کسی اہم فرق کو ظاہر نہیں کرتا، عموماً مسلم خواتین کی عمر کا تناسب بھی مسلم مردوں کی طرح ہی ہے (گوشوارہ ۲-۳/ص۔ ۳)۔

۳- ایک متعلقہ گوشوارہ بچوں کا صنفی تناسب (لڑکیوں کا تناسب ایک ہزار میں ۵ سال کی بچیاں لڑکوں کے اسی عمر کے تناسب میں) مسلمانوں کی آبادی میں بچوں کا تناسب نسبتا زیادہ ہے، لیکن علاقائی فرق اس گوشوارہ میں بھی محسوس کیا جاتا ہے۔

۴- ایک دوسرا متعلقہ رجحان مجموعی شرح بارآوری (ٹی ایف آر) کا ہے جس کا اندازہ ان اعداد سے کیا جاتا ہے جو ایک عورت اپنے پیداواری عرصہ میں ان بچوں کی بارآوری کرتی ہے، بعض حلقوں کی طرف سے الزام لگایا جاتا ہے کہ مسلمان عورتوں میں شرح بارآوری غیر مسلم عورتوں سے زیادہ ہے، یہ سچ ہے کہ مسلمان عورتوں میں شرح پیدائش ہندو، سکھ اور عیسائی عورتوں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ ہے، لیکن یہاں یہ بھی ذکر کرنا مناسب ہے کہ یہ گوشوارہ صرف عمر سے متعلق ہے، بلکہ زیادہ آمدنی اور تعلیم سے وابستہ بھی ہے، کیونکہ مسلم خواتین میں اقتصادی اور تعلیمی پسماندگی زیادہ ہے، اس لئے ان کے یہاں شرح بار آوری بھی زیادہ ہے، اعلی تعلیم یافتہ اور زیادہ آمدنی والے طبقہ کی مسلم خواتین میں بار آوری نسبتاً کم ہے۔

۵- دوسری معلومات جن کو عموماً واضح نہیں کیا جاتا ان کی خاص وجہ ہے، وہ یہ ہے کہ مسلمان عورتوں میں مجموعی شرح پیدائش میں کمی کا رجحان پایا جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ مسلم خواتین میں تناسب پیدائش ہندو عورتوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶- مسلمانوں کی آبادی میں اونچی شرح پیدائش کا کوئی تعلق ہجرت کے اعداد وشمار سے نہیں ہے۔

۷- اس کی کافی شہادت موجود ہے کہ مسلمانوں میں فیملی پلاننگ اور مانع حمل ادویہ وغیرہ کے استعمال مقبول ہوتے جارہے ہیں۔

۸- بچوں میں نقص تغذیہ اور وزن کی کمی ہندوستان کے محروم طبقات میں عام ہے، اس میں مسلمانوں کی تخصیص نہیں ہے، پھر بھی مسلم بچوں میں نقص تغذیہ اور وزن کی کمی زیادہ پائی جاتی ہے اس کا اہم سبب مسلمانوں کی اقتصادی اور تعلیمی پسماندگی ہے، ملک کے دیگر سماجی طبقات کی طرح یہاں بھی صنفی تفریق تغذیہ اور تعلیم کی فراہمی میں مانع ہوتی ہے۔

علاحدہ اور تنگ آبادیوں میں رہنے کے اثرات

شواہد سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مسلم آبادی عموماً شہر کے مرکزی علاقوں، فصیلی شہروں اور جھگی جھونپڑیوں (سلم) علاقوں میں رہتی ہے، جسے مسلمان کی گندی بستیاں (گھیٹو) کہا جاتا ہے، ان علاقوں میں خصوصا صحت، صفائی، صاف پانی، نالیوں، اسکولوں اور ٹرانسپورٹ کی سہولیات میسر نہیں ہوتیں، ان عوامل میں جن سے اقتصادی اور تعلیمی معیار کو سمجھا جاتا ہے اور یہ مردوں عورتوں میں مشترک ہیں۔

تعلیمی محرومی

جب کبھی مسلم خواتین کی تعلیمی پسماندگی کا مسئلہ زیر بحث آتا ہے تو ان کی مایوس کن اقتصادی بدحالی کو ان کی تعلیمی پسماندگی سے ہی منسوب کیا جاتا ہے، بعض لوگ غیر ضروری طور پر خوش ہوجاتے ہیں مثال کے طور پر سچر کمیٹی رپورٹ جس نے مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں ہمدردانہ اور مثبت تجزیہ پیش کیا ہے، میں کہا گیا ہے کہ اگرچہ مسلم لڑکیوں کو تعلیمی مواقع کم تر کردیئے گئے ہیں تب بھی ان لڑکیوں نے تعلیم سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی ہے (ص۱۹)، یہ بات کہنا غیر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروری طور پر مبالغہ آرائی ہے کہ کسی نظام تعلیم میں آبادی کے ایک حصہ کو تعلیم سے محروم رکھا گیا ہے، جہاں تک ہندوستان کے نظام تعلیم کا تعلق ہے یہ سب کے لئے یکساں طور پر کھلا ہے اس میں آبادی کے کسی حصہ کو حصول تعلیم سے خارج نہیں کیا گیا ہے، جہاں تک مسلم خواتین میں تعلیم کے لئے جوش اور شدید خواہش (ص۔۱۹) کی تحسین کا تعلق ہے یہ بات ظاہر ہے کہ حصول تعلیم کے لئے پر جوش جذبہ ضروری شرط ہے، تاہم یقیناً یہ کافی نہیں ہے، اس کے لئے دیگر اشیا بھی مطلوب ہیں، جیسے اقتصادی صلاحیت، بنیادی ڈھانچہ کی دستیابی اور مناسب حکمت عملی، مسلم خواتین کی تعلیمی پسماندگی کے اسباب میں ان سہولتوں کی عدم دستیابی کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے۔

ہندوستان کے شہری اور دیہی علاقوں میں مسلم خواتین کی شرح خواندگی کے تجزیہ سے ہندوستان میں مسلم خواتین کی تعلیمی پسماندگی پر روشنی ڈالی جاسکتی ہے (سچر کمیٹی رپورٹ کے گوشوارہ ۱۴ ایک اے اور ۱۴ ایک بی کو دیکھئے)۔

ان گوشواروں میں پیش کردہ اعداد و شمار کی بنیاد پر مندرجہ ذیل مشاہدات ملاحظہ ہوں؛

۱- شہری علاقوں میں آبادی کے تمام زمروں کی شرح خواندگی ۸۰ فیصد ہے، شہری علاقوں میں مسلم مردوں کی شرح خواندگی ۷۶ فیصد ہے، جو کہ قومی اوسط سے کچھ ہی کم ہے، جبکہ شہری مسلم خواتین کی شرح خواندگی ۶۳ ہے، دیہی علاقوں میں قومی شرح خواندگی (آبادی کے تمام زمروں میں) ۵۹ فیصد ہے، دیہی علاقوں میں مردوں کی شرح خواندگی ۷۱ فیصد ہے، لیکن دیہی علاقے کے مسلمانوں میں یہ شرح ۶۲ فیصد ہے جبکہ دیہی مسلم خواتین میں یہ شرح ۴۳ فیصد ہے، ظاہر ہے کہ دیہی علاقوں کی مسلم خواتین کو تین طرح سے محرومی کا شکار ہونا پڑ رہا ہے، وہ شہری اور دیہی تضاد کا شکار ہیں، دوسرے یہ کہ ان کا تعلق ایک محروم اقلیتی فرقہ سے ہے، اور اقلیتوں کے خلاف عصبیت کو بھی سہنا پڑا ہے، اپنے ماحول میں بھی ان خواتین کو صنفی تفریق کا شکار ہونا پڑتا ہے ان ہی وجوہات کے سبب دیہی علاقوں میں مسلم خواتین کی شرح خواندگی اس درجہ کم ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲- شہری علاقوں کے مسلمانوں اور شہری علاقوں کے دیگر زمروں کے مردوں کے درمیان کوئی اہم فرق نظر نہیں آتا، لیکن شہری علاقہ کی مسلم خواتین اور دیگر زمروں کی مسلم خواتین کے درمیان کافی فرق ہے، اسی طرح دیہی زمروں کی تمام خواتین اور دیہی مسلم خواتین کے درمیان بھی کوئی خاص فرق نہیں ہے، لیکن جب شرح خواندگی میں شہری اور دیہی زمروں کا موازنہ مسلم خواتین سے کیا جائے تو اس میں کافی فرق دکھائی دیتا ہے۔

۳- علاقائی تصویر کسی حد تک ملی جلی ہے، بعض ریاستیں ایسی ہیں جہاں شہری اور دیہی علاقوں کے تمام زمروں کے مقابلہ میں مسلم خواتین کی شرح خواندگی زیادہ بھی ہے اور کہیں کم بھی ہے، اس کے کئی وجوہات ہو سکتے ہیں، سب سے پہلے ہم شہری علاقوں پر غور کریں، بعض ریاستیں ایسی ہیں جہاں مسلم خواتین میں شرح خواندگی شہری علاقوں کے دیگر تمام زمروں کی خواتین سے زیادہ ہے، یہ ریاستیں ہیں: تامل ناڈو اور چندی گڑھ، دیگر تمام ریاستیں جن میں مغربی بنگال، کیرالہ، اتر پردیش، بہار، آسام، جموں اور کشمیر، جھارکھنڈ، کرناٹک، ہماچل پردیش، دلی، مہاراشٹرا، آندھرا پردیش، گجرات، راجستھان، مدھیہ پردیش، ناگالینڈ، اڑیسہ اور پنجاب شامل ہیں، ان میں دیہی علاقوں کی مسلم خواتین میں بعض رجحانات دیکھے جاسکتے ہیں، بعض ریاستیں ایسی ہیں جہاں دیہی مسلم خواتین میں شرح خواندگی دیگر تمام زمروں کی خواتین سے زیادہ ہے، مثلاً اڑیسہ، ہماچل پردیش، اور چندی گڑھ، دیگر متعدد ریاستوں میں خواندگی کی شرح عمومی شرح اوسط سے کم تر ہے، ان ریاستوں میں مغربی بنگال، کیرالہ، اتر پردیش، بہار، جموں وکشمیر، جھارکھنڈ، کرناٹک، اتراکھنڈ، دلی، مہاراشٹرا، آندھرا پردیش، گجرات، راجستھان اور ہریانہ شامل ہیں۔

۴- ہریانہ میں دیہی علاقوں کی مسلم خواتین میں شرح خواندگی ۱۹ فیصد ہے، اتر پردیش میں ۲۲ فیصد، بہار میں ۲۸ فیصد، راجستھان میں ۳۱ فیصد ہے، جو کم تر سطح کو ظاہر کرتا ہے۔

ظاہر بات ہے کہ قومی سطح پر خواندگی شرح بڑھانے کے لئے کوئی ملک گیر پالیسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناسب نہیں ہوگی، لہٰذا ضروری ہے کہ علاقائی طور پر متعلقہ ریاستوں کے حالات اور ماحول کو پیش نظر رکھتے ہوئے مناسب پالیسی بہتر دائرہ عمل کے تحت مرتب کی جائیں۔

اقتصادی محرومی

ہندوستان میں مسلم خواتین کی اقتصادی پسماندگی مسلمانوں کی اقتصادی پسماندگی سے مختلف نہیں ہے، دیہی مسلم خواتین کی اقتصادی حالت زیادہ نازک ہے، جو سماجی اعتبار سے کمزور طبقہ کی ہیں اور متفرق سماجی حالات سے دوچار ہیں، ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ اکثر اعداد وشمار مجموعی نوعیت کے ہیں اور صنفی و مذہبی بنیاد پر ان کی درجہ بندی نہیں کی گئی ہے، لہٰذا ہم بعض مشاہدات پر ہی اکتفا کریں گے جو زیادہ معقول ہوں، اہم بات یہ ہے کہ یہ بیانات مفروضہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے، مندرجہ ذیل اندازوں سے مسلم خواتین کی اقتصادی بدحالی کے محرکات کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

۱- منظّم کاروباری زمرہ میں مسلم خواتین بے حد کم ہیں، اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ پیشہ ورانہ زمرے (ڈاکٹر، پروفیسر، سائنسداں، ٹیچرز وغیرہ) میں مسلمان خواتین موجود ہیں لیکن آبادی کے لحاظ سے ان کا تناسب بہت کم ہے۔

۲- پالیسی ساز سطح پر مسلم خواتین کی کمی صاف نظر آتی ہے۔

۳- اکثر مسلم خواتین غیر منظّم زمرے میں ملازمت کرتی ہیں، وہ اپنے گھر کی چہار دیواری میں رہ کر کام کرتی ہیں جن کاموں میں وہ مصروف کار ہیں ان میں سلائی، کڑھائی، چکن، ساڑی، ریڈی میڈ کپڑے وغیرہ شامل ہیں، ان کی کمائی بہت کم ہے، وہ یہ کام اپنے خاندان کی آمدنی میں اضافہ کے لئے کرتی ہیں کیونکہ ان کے گھر والوں کی آمدنی گھریلو اخراجات کے لئے کافی نہیں ہوتی۔

۴- انہیں غیر منظّم زمرے میں پیش آنے والی تمام تر مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے، کیونکہ یہ خواتین تعلیم یافتہ اور منظّم نہیں ہوتیں لہٰذا اپنی بات منوانے کی صلاحیت نہیں رکھتیں، ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے بیشتر کو کچا سامان فراہم کیا جاتا ہے اور پھر مصنوع اشیاء مڈل مین (درمیانی کمائی) کے ذریعہ وصول کر لی جاتی ہیں، اس طرح یہ درمیانی آدمی کا استحصال کرتے ہیں۔

۵- انہیں قرضہ حاصل کرنے اور منظّم مارکیٹ کے اداروں تک رسائی حاصل نہیں ہوتی۔

شریعت کے احکام واصول پر عمل نہ کرنے کے سبب محرومی

بعض لبرل غیر مسلموں اور بعض ناواقف مسلمانوں میں یہ غلط خیال پایا جاتا ہے کہ ہندوستان کی مسلم خواتین کی پسماندگی کا سبب شریعت ہے، اس کے برخلاف شریعت نے مسلمان عورتوں کو سماج میں عزت اور وقار کا درجہ عطا کیا ہے، ہندوستان میں مسلم خواتین کی اقتصادی بدحالی کا اہم سبب مالیاتی امور میں شرعی قوانین کا عدم نفاذ ہے، مثال کے طور پر بعض قوانین ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

۱- اسلام میں مرد کو خاندان کے سربراہ کا درجہ حاصل ہے اور وہ اپنے خاندن کی جملہ ضروریات واخراجات پوری کرنے کا پابند ہے، شادی کے بعد شوہر اپنے اہل وعیال کے نان ونفقہ کی ادائیگی کا پابند ہے، شریعت کے تحت یہ امر واجب ہے، پسماندہ طبقات میں اکثر شوہر اپنی اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرتے اور خواتین کو گھر کا خرچہ چلانے کے لئے محنت ومزدوری کا سہارا لینا پڑتا ہے، حالانکہ ایسے کاموں سے بہت کم آمدنی ہوتی ہے اس وجہ سے اس زمرہ میں اقتصادی بدحالی زیادہ ہوتی ہے۔

۲- شریعت کا حکم ہے کہ شادی کے وقت مہر ادا کر دیا جائے جو عورت کا حق ہے، مہر کی ادائیگی اتنی ضروری ہے کہ بعض لوگ جنہیں شرعی احکام کا شعور ہے وہ خلوت سے پہلے ہی پورا مہر ادا کر دیتے ہیں، لیکن علاقائی ماحول کے باعث بعض مسلم شوہر اس فریضہ کی ادائیگی سے منہ موڑتے ہیں، اور کوشش کرتے ہیں کہ مہر معاف کرالیا جائے اس کے لئے سختی بھی کی جاتی ہے، طلاق اور موت کی دھمکیاں تک دی جاتی ہیں۔

۳- شرعی احکام کے مطابق ورثہ کی صحیح تقسیم نہیں کی جاتی، جائداد اور مالی اثاثوں پر خاندان کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرد ممبران کا قبضہ ہوتا ہے، قرآن مجید کی سورہ ۴ کی آیت ۱۱ میں وراثت کی تقسیم میں صنفی تفریق نہیں کی گئی ہے، بعض اوقات ورثہ کی تقسیم کا تنازعہ طویل مدت تک چلتا ہے ایک مثال سے اسے واضح کیا جاسکتا ہے، فرض کیجئے زید نے اپنی وفات کے وقت ایک بیٹا اور سات بیٹیاں پیچھے چھوڑیں، باپ کی وفات کے بعد اس کا سارا ترکہ بیٹے کے قبضہ میں چلا جاتا ہے، جو قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت کی کھلی خلاف ورزی ہے، اس طرح زید کی بہنیں ورثہ سے محروم کردی جاتی ہیں، اگر بیٹا بھی فوت ہوجائے تو یہ سارا ترکہ اس کی اولاد میں تقسیم ہوجاتا ہے، اور زید کی بہنوں کی اولاد اس سے قطعاً محروم ہوجاتی ہیں، اس طرح ایک ہی نسل میں یہ ترکہ مرد کے قبضہ میں چلا جاتا ہے، شریعت کا مقصد انصاف قائم کرنا ہے لیکن شرعی احکام کی خلاف ورزی کے سبب معاشی اور معاشرتی ناانصافی کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان میں مسلم خواتین کی معاشی صورت حال

جناب ایچ عبدالرقیب، چنئی

"Unequal Citizens- A Study of Muslim Women in India" (غیر مساوی شہری- ہندوستان میں مسلم خواتین پر ایک مطالعہ) غالباً پہلی کتاب ہے جو ہندوستانی مسلم خواتین کی سماجی، معاشی اور سیاسی صورتحال پر جدید علمی انداز میں اور اعداد وشمار کی روشنی میں بحث کرتی ہے۔ یہ کتاب جواہر نہرو لعل یونیورسٹی کے شعبۂ سیاسیات کی پروفیسرز ویا حسن اور معروف صحافی ریتو مینن نے مل کر مرتب کی ہے۔ ۲۰۰۰ء میں انہوں نے Org-Marg کے تعاون سے مسلم خواتین کے سروے (Muslim Women's Survey) کے نام سے ملک کی بارہ ریاستوں کے چالیس اضلاع میں دس ہزار خواتین کا تفصیلی سروے کیا تھا۔ ان خواتین میں ۸۰ فیصد مسلم اور ۲۰ فیصد ہندو، ۶۰ فیصد شہری اور ۴۰ فیصد دیہاتی ہیں۔ اس سروے کے ذریعے درج ذیل نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔

"With the possible exception of Scheduled caste women Muslim Women probably comprise of the poorest and the most disadvantaged gorup in the country. The overall negative impact of this on Muslim women can scarcely be overstated, with the majority of them being the poorest of the poor in India"

خواتین کا طبقہ عمومی طور پر ملک میں پس ماندہ اور پچھڑا ہوا ہوتا ہے اور مسلم خواتین کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبقہ ان میں بھی سب سے زیادہ پس ماندہ اور پچھڑا ہوا ہے اور دلت خواتین کو اگر مستثنیٰ کر دیا جائے تو یہ ملک کا غریب ترین طبقہ شمار ہوگا۔

آزادی کے بعد سے ہندوستانی مسلمانوں میں بڑے پیمانے پر احساس محرومی پایا جاتا ہے۔ سچر کمیٹی کی رپورٹ ہندوستان کے مسلمانوں کی سماجی، اقتصادی اور تعلیمی حالت پر ایک اہم دستاویز ہے۔ اس رپورٹ کی تیاری سے قبل اس مسئلہ پر بیشتر بحث ومباحثہ قیاس آرائیوں کی بنیاد ہی پر ہوتا تھا۔ لیکن اس رپورٹ میں مذہبی اقلیتوں کی سماجی اور اقتصادی حالت کا اعداد وشمار پر مبنی ایک منظّم اور باضابطہ تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ اس رپورٹ کے اختتام میں یہ الفاظ درج ہیں:

''مختلف ریاستوں کے مسلمانوں کے حالات میں قابل لحاظ فرق پایا جاتا ہے اور یہ کہ مسلم فرقہ ترقی کے عملاً تمام مظاہر میں خسارے اور محرومیوں سے دوچار ہے''۔ قومی کمیشن برائے کار اندازی ترقی غیر منظّم سیکٹر (National Commission for Enterprises in the Unorganized Sector) کے تحت ممتاز ماہر معاشیات آنجہانی ڈاکٹر ارجن سین گپتا نے ایک رپورٹ ۲۰۰۹ء میں پیش کی ہے جس میں تفصیل کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ ملک کی معاشی ترقی کی تیز رفتاری اور ملک میں ایک لاکھ سے زیادہ کروڑ پتیوں (Millionaires) کی موجودگی کے باوجود آبادی کا ۷۷ فیصد حصہ ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جن کی روزانہ کی آمدنی بیس روپے سے کم ہے۔ تشویشناک بات یہ ہے کہ اس رپورٹ کے مطابق ۸۴ فیصد مسلمان غریب اور مسائل کا شکار ہیں۔

مسلم خواتین کی پسماندگی کی وجہ عام طور پر ان کے مذہب کو قرار دیا جاتا ہے۔ مسلم خواتین کی زندگی کے بہت سارے امور مثلاً آمدنی، روزگار، تعلیم اور تغذیہ وغیرہ سے صرف نظر کر کے صرف نکاح وطلاق کے شرعی ضابطوں اور نان ونفقہ جیسے امور کو صنفی انصاف کی بنیاد بنایا جاتا ہے۔ مسلم خواتین سے متعلق چند منتخب واقعات ومعاملات پر جس طرح حد درجہ توجہ دی جاتی ہے اور انہیں میڈیا میں نہایت جوش وخروش سے بحث کا موضوع بنایا جاتا ہے اس سے یہ تأثر پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا مذہب ہی مسلم فرقے میں موجودہ صنفی نابرابری کا واحد سبب ہے۔ نتیجتاً

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سول سوسائٹی اور ریاست مسلم خواتین کی محرومیوں کے اسباب سماجی امتیازات اور غلط ترقیاتی پالیسیوں میں نہیں بلکہ مذہبی اور فرقے کے اندرونی معاملات میں تلاش کرتی ہے۔اس عام خیال کے برعکس مذکورہ بالا رپورٹیں اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہیں کہ مسلم خواتین کی پسماندگی کی وجہ مذہب نہیں بلکہ دیگر خارجی عوامل ہیں۔

مسلم خواتین کے معیار زندگی کا انڈکس (Standard of Living Index-SLI) پورے ملک میں یکساں نہیں ہے۔ملک کے جنوب اور مغرب کے علاقوں میں ان کے بود و باش کا معیار شمال اور مشرق کے علاقوں کی بہ نسبت بہتر ہے۔غربت کی شرح سب سے زیادہ یوپی اور بہار میں ہے۔ جہاں بالترتیب ۵۵ فیصد اور ۴۰ فیصد خواتین خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہیں۔اس کے بعد آسام اور مغربی بنگال کا نمبر آتا ہے جہاں بالترتیب ۴۰ فیصد اور ۳۵ فیصد خواتین کے نیچے زندگی گزار رہی ہیں۔ان اعداد و شمار پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو علاقے ترقیاتی اور پیداواری پہلو سے بہتر ہیں وہاں کی مسلم خواتین کی معاشی حالت بھی نسبتاً بہتر ہے۔مسلم ویمنس سروے (Muslim Women's Survey) میں مسلم خواتین کے گھروں کی ملکیت، پیداواری و غیر پیداواری اثاثوں اور ان کے پیشوں کی نوعیت کا جائزہ لیا گیا ہے۔اس جائزہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مسلم خواتین کی حالت درج فہرست ذاتوں (Scheduled Castes) کی خواتین سے کچھ بہتر ہے لیکن مجموعی طور پر وہ غریب ہی ہیں۔اس غربت کے تین اہم وجوہات ہیں۔

۱۔تعلیم کی کمی

مسلم طلبہ میں تعلیم چھوڑنے والوں کی کثرت پریشان کن ہے۔ دیگر بہت سے ہندوستانیوں کی طرح مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کا خاص سبب غریبی ہے جس کی وجہ سے بچے ابتدائی درجات کے بعد تعلیم چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ بات مسلم بچیوں کے معاملے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ نمایاں ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ کارخانوں یا گھروں میں کام کریں اور آمدنی فراہم کریں یا اگر ان کی مائیں کام کرنے والی ہوں تو یہ گھر میں اپنے بھائی بہنوں کی دیکھ بھال کریں۔ مزدوری کرنے والے بچوں کی تعداد دیگر طبقوں کے بالمقابل مسلمانوں میں زیادہ ہے۔ غریب اور ناخواندہ والدین اپنے بچوں کے ٹیوشن کے اخراجات کا بار اٹھانے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ نہ ہی گھر پر ان کی تعلیم میں وہ ان کی مدد کر سکتے ہیں جو آج کے تعلیمی نظام کا لازمی جزو بن گیا ہے۔ بچوں کو اسکول بھیجنے کی قیمت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ ایسا کرنا والدین کے لئے دشوار ہو جاتا ہے اور والدین اس وجہ سے بھی ایسا کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ حالیہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل غریبی اور مالی دشواریاں ہی مسلم لڑکیوں کے جدید سیکولر تعلیم سے محروم رہنے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ غربت تعلیم سے دوری کا سبب بھی ہے اور نتیجہ بھی۔ مسلم سماج میں خواتین کی شرح تعلیم مردوں سے بہت کم ہے۔ والدین لڑکیوں کو اسکول سے اس ڈر سے نکال لیتے ہیں کہ پڑھنے لکھنے سے شوہر نہیں مل سکیں گے اور تعلیم زیادہ ہو تو شادی بیاہ کا خرچ بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ مسلم خواتین کے روزگار کی نوعیت اور ان میں فنی مہارت کی کمی

روزگار سے فرد اور اس کے کنبے کو قوت خرید فراہم ہوتی ہے جس کی بدولت وہ زندگی گزارنے کے وسائل اور اس کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل، آرام و آسائش اور خالی وقت گزارنے کے لئے اسباب حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ آمدنی میں اضافہ کی صورت میں سرمایہ کاری بھی کی جا سکتی ہے۔ اس کے ذریعے پائیدار اشیائے صرف خریدی جا سکتی ہے۔ سرمایہ کاری آمدنی بڑھانے اور افراد اور معیشت کی نمو کو برقرار رکھنے میں مددگار ہوتی ہے۔ اس طرح مالی حیثیت سے حاصل ہونے والے اقتصادی فوائد بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض غیر اقتصادی فوائد بھی ہیں جو انہیں حاصل ہوتے ہیں۔ یہ خیال کہ کوئی شخص اہم اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قابل قدر سرگرمی میں لگا ہوا ہے، اس کی عزت نفس کو بڑھاتا ہے اور اسے خوشحال ہونے کے احساس سے بھی ہم کنار کرتا ہے۔

مسلم خواتین میں وہ بھی ہیں جو کمانے پر مجبور ہیں اور وہ بھی جو کمانے کو معیوب سمجھتی ہیں۔ بہت ساری خواتین اپنے خاندان کی ضروریات کی تکمیل اور آمدنی میں اضافہ کی غرض سے کام کرتی ہیں اور ان کا نہ کمانا ان کی غربت میں اضافہ اور فاقہ کشی کا سبب بن سکتا ہے۔ متوسط درجہ کے گھرانے کی خواتین روزگار سے وابستہ نہیں ہیں اس لئے کہ ان کے یہاں خواتین کے روزگار سے متعلق ہونے کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔ البتہ اعلیٰ سطح کی خواتین اس سے مستثنیٰ ہیں۔ مجموعی طور پر ہندوستان میں ۱۵ تا ۶۴ سال کی عمر کی تقریباً ۴۴ فیصد خواتین کام کرتی ہیں۔ مسلم خواتین میں کام کرنے والی خواتین کی تعداد تقریباً ۲۵ فیصد ہے۔ دیہی علاقوں میں مسلم خواتین کی تعداد تقریباً ۲۹ فیصد ہے جو اکثر گھروں میں رہتی ہیں اور زراعت میں بھی بہت کم حصہ لیتی ہیں۔

مسلم خواتین کی بڑی تعداد Self-employed یعنی گھریلو روزگار سے متعلق ہے۔ جبکہ باضابطہ ملازمتوں بالخصوص سرکاری زمرے میں ان کی حصہ داری بہت کم ہے۔ یہ خواتین سلائی، کڑھائی، کشیدہ کاری، زری کا کام، اگربتی سازی اور بیڑی سازی وغیرہ کرتی ہیں۔ ان پیشوں کے ذریعہ انہیں بہت کم آمدنی ملتی ہے اور وہ اپنی محنت کی اصل قیمت حاصل نہیں پاتیں۔ اس کے علاوہ انہیں دیگر مسائل کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے مثلاً کام کے ابتر حالات، ٹوائلٹ اور بچوں کے مراکز کی عدم موجودگی، صحت بیمہ جیسی سماجی تحفظ کی سہولتوں کی عدم موجودگی وغیرہ۔ مسلم خواتین بہتر حالات پر اصرار بھی نہیں کرسکتیں کیونکہ بیشتر کام جو وہ کرتی ہیں ذیلی ٹھیکے داروں کے تحت ہوتا ہے۔ گھر سے باہر نکل کر دوڑ دھوپ کرنے پر عائد پابندیوں (جو اکثر سماجی اور ثقافتی اسباب کا نتیجہ ہیں) کے سبب ان کے روزگار کے مواقع محدود ہو جاتے ہیں اور اچھی اجرت نہیں حاصل کر پاتیں۔ وہ عموماً ذیلی ٹھیکے داروں کے تحت کام کرتی ہیں اور ان کے استحصال کا شکار ہوتی ہیں۔ ان کی بڑھتی ہوئی علیحدگی اور خودگزینی کے سبب گھروں میں رہ کر مسلم خواتین الگ تھلگ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوجاتی ہیں جس کے نتیجے میں باہر کی دنیا سے ان کے رابطے ٹوٹ جاتے ہیں اور ان کی اجتماعی کوششوں کی صلاحیت کند ہوجاتی ہے۔ تعلیم سے دوری اور تکنیکی مہارتوں میں کمی کی وجہ سے ان کی آمدنی بہت کم ہوتی ہے اور اس طرح غریبی کا سلسلہ بڑھتا ہی رہتا ہے۔ کئی ریاستوں میں گھریلو روزگار بیٹھ چکا ہے جس کے نتیجے میں مسلم خواتین سخت افلاس کی حد تک جا پہنچی ہیں۔ گھریلو روزگار کی صورت میں مسلم خواتین کے روزگار کی اس حالت زار کا ایک سبب روزگار میں کارفرما امتیازات بھی ہیں۔ وہ آزادی کے طور پر قرضوں کی سہولت، ہنرمندی میں اضافہ کے مواقع یا بازاروں تک رسائی حاصل نہیں کرسکتیں۔ غریب مسلم خواتین کو قرضے دینے کے معاملے میں امتیازات برتے جاتے ہیں۔

برسرروزگار مسلم خواتین اور مختلف قسم کے روزگار سے اس کی وابستگی کا تناسب	
روزگار	فیصد
پروفیشنل خواتین (ڈاکٹرس، وکیل، ٹیچرس)	۸
وکیشنل (پیشہ ورانہ کاموں سے متعلق مثلاً ٹیلرس، زری کا کام کرنے والی خواتین وغیرہ	۳۰
چھوٹی موٹی تجارتوں سے متعلق خواتین (مثلاً پھل فروش، ترکاری فروش)	۱۲
بڑے کاروبار سے متعلق خواتین (مثلاً اسکول یا کمپنی چلانا)	۱
چھوٹے کاروبار سے متعلق خواتین (مثلاً پاپڑ، اگربتی وغیرہ کی صنعت)	۳۱
دیگر	۱۸

درج بالا اعداد وشمار سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم خواتین کی بڑی اکثریت ایسے پیشوں سے وابستہ ہے جو افزائش کے پیشے (Wealth Creating Occupation) شمار نہیں ہوتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳-مسلم خواتین کی اکثریت کا ملک کے معاشی اور معاشرتی طور پر پسماندہ علاقوں میں رہنا:

ملک کے شمال علاقے اتر پردیش، بہار، مشرقی علاقہ مغربی بنگال اور آسام جہاں مسلمانوں کی بڑی اکثریت رہتی ہے وہ معاشی اور معاشرتی لحاظ سے بھی پورے ملک میں پسماندہ اور پیچھے ہے اور انہی علاقوں میں مسلم خواتین کی اکثریت آباد ہے جس کی وجہ سے بھی غربت اور آمدنی کی کمی ان کے حصہ میں بھی آئی ہے۔ (ملاحظہ ہو۔ مسلم خواتین کی معیار زندگی انڈکس ص ۱)۔

تجاویز

۱-مسلمانوں کے روزگار کے حالات میں بہتری لانے کے لئے مہارتوں کے فروغ اور ان زمروں میں قرضوں کی فراہمی پر زیادہ توجہ درکار ہوگی۔ چونکہ مسلمانوں کی کثیر تعداد خود روزگاری سے وابستہ ہے اس لئے مہارتوں کے فروغ اور قرضوں کی فراہمی کا عمل بہت ضروری ہے۔ اسکے علاوہ تکنالوجی اور بازار کی فراہمی سے متعلق پروگراموں کو خاصی اہمیت دینی چاہئے۔

۲-مسلمان، بطور خاص خواتین، حکومت کی ترقیاتی اسکیموں سے بالکل محروم رہ جاتی ہیں۔ وہ خط افلاس سے نیچے (BPL) لوگوں سے متعلق جواہر روزگار یوجنا کے پروگراموں کے تحت مکان بنانے کے لئے قرضے کے حصول اور بیواؤں کی پنشن کے معاملوں میں امتیازات سے دوچار ہوتی ہیں۔ اس لئے حکومت کی اسکیموں اور پروگراموں سے متعلق بڑے پیمانے پر اور مؤثر انداز میں معلومات فراہم کی جائے۔ ایسے مشاورتی مراکز بھی قائم کئے جائیں جہاں لوگ ان کے لئے بنائی گئی اسکیموں سے واقف ہوں اور ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ معلومات کی کمی کے سبب مسلمانوں کے لئے جاری کردہ سرکاری فنڈ بلا استعمال رہ جاتی ہے۔

۳-ملت کو اپنے مسائل کے سلسلہ میں خود کفیل بننے کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کی معاشی ترقی کے لئے وقف کے جائیدادوں کا بہتر استعمال ہونا چاہئے۔ زکوٰۃ کے ذریعے حاصل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے والی رقوم کا تعلیم، صحت اور ملازمت کے شعبوں میں بھی استعمال کرنا چاہئے۔

۴-۵۸ اضلاع میں جہاں مجموعی آبادی میں مسلمانوں کا تناسب ۲۵ فیصد ہے، خاص توجہ ان چھوٹے کاروباروں کی پیداواریت میں اضافہ پر ہونی چاہئے جہاں مسلم کارکنوں کی بڑی تعداد سرگرم ہے۔ ان کاروباروں کے لئے معمول سے الگ اقدامات کارگر ہو سکتے ہیں۔ جدید انتظامی صلاحیت، تکنیک اور ڈیزائن کی مہارتوں اور پیشہ وارانہ مہارتوں کے مؤثر امتزاج کے لئے کارگر حکمت عملی ترتیب دینے کی غرض سے گہرا مطالعہ درکار ہے۔

بنگلور کے دیہی اور شہری علاقوں میں مایا آرگینک (Maya-Organic) کے ذریعے کئے جانے والے اقدامات ان کوششوں کے لئے ماڈل کا کام دے سکتے ہیں۔ ان اقدامات کا اہم پہلو یہ ہے کہ ان کے تحت پیشہ وارانہ مہارتوں کو فروغ دیا جاتا ہے اور یہ صلاحیت پیدا کی جاتی ہے کہ لوگ تیزی سے بدلتے ہوئے بازار کے مزاج کو سمجھ سکیں اور اسے اپنے موافق بنا سکیں۔ اس قسم کے اقدامات سے نمو پذیر صنعتوں سے وابستہ کارکنوں کو مدد ملے گی۔ اس طرح جمود کی شکار صنعتوں میں لگے ہوئے کارکنوں کے لئے منتقلی کی حکمت عملی مناسب ہوگی۔ کارکنوں میں ایسی نئی مہارتیں پیدا کرنے پر توجہ مرکوز کرنی چاہئے جن کی مانگ بڑھ رہی ہے۔

۵- National Minorities Development and Finance Corporation اقلیتوں کی اقتصادی ترقی پر خصوصی توجہ دینے کے لئے قائم کی گئی۔ اس کا بنیادی مقصد، اقلیتوں کے پس ماندہ طبقوں کی بہبود کے لئے اقتصادی اور ترقیاتی سرگرمیوں کو فروغ دینا ہے جس میں مختلف پیشہ وارانہ گروپوں اور خواتین پر خصوصی توجہ دی جائے گی۔ یہ ادارہ خط افلاس کے قریب زندگی بسر کرنے والی اقلیتوں کو خود روزگاری کے لئے امداد فراہم کرتا ہے۔ یہ ادارہ مائکرو فائنانس بھی فراہم کرتا ہے۔ شہر کے سلمس میں رہنے والی اقلیتی خواتین جو عام بینکوں سے قرض نہیں لے سکتیں، ان کی امداد کرنا بھی اس ادارہ کے پروگراموں میں شامل ہے۔ اس طرح کے اداروں سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غور وفکر کے لئے چند معروضات:

اسلام نے عورت کو دوسروں پر اپنی کفالت کے لئے بوجھ نہ بننے کے مقصد کے تحت مہر اور وراثت کا حق متعین کر دیا تھا، مال سے عورت کی شخصیت کو تقویت ملتی ہے اور اس کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں خاص طور پر شمالی ہندوستان میں اور دیندار طبقوں میں بھی اسے وراثت کے حق سے محروم رکھا جاتا ہے اس سلسلہ میں ہمیں آواز اٹھانے کی ضرورت ہے جس طرح آج سے چند سال پہلے تک مہر کے تعلق سے بھی ہمارے سماج میں افراط وتفریط پائی جاتی تھی لیکن آج اس کی طرف لوگ متوجہ ہو رہے ہیں۔

نکاح کو غیر ضروری رسوم ورواج سے پاک فضول خرچیوں سے دور ہو کر آسان اور سادہ بنانے کی سخت ضرورت ہے اور ایک مہم چلانے کی بھی۔

اسی طرح عورت کی ملازمت اور پیشہ وارانہ کاموں کے تعلق سے بھی ہمیں صحیح نقطہ نظر کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ مغرب اور جدید نظریات کے حامل طبقہ جو خود مختاری اور Empowerment کا نعرہ لگاتا ہے کہ شادی شدہ عورت کو معاشی طور پر آزاد اور خود کفیل ہونا چاہئے تاکہ وہ آزادانہ طور پر اپنی مرضی اور ارادہ کی مالک ہو جس سے وہ بنیاد ہی منہدم ہو جاتی ہے جس پر خاندان کا پورا نظام قائم ہوتا ہے اس کی سخت ترین طور پر تردید ہونی چاہئے۔

اسی طرح یہ دعوی بھی کیا جا رہا ہے کہ ملازمت عورت کے لئے اس لئے بھی ضروری ہے تاکہ وہ اپنی شخصیت کی دریافت کر سکے اور اسے پروان چڑھا سکے کیونکہ یہ دعوی غلط ہے۔ عورت اپنے گھر میں رہ کر اپنی شخصیت کی دریافت کر سکتی ہے اور اپنا مثبت ومنافع بخش کردار ادا کر سکتی ہے۔

اسی کے ساتھ اس بات کی بھی تردید ہونی چاہئے کہ عورت کا ملازمت کرنا ممنوع ہے صرف ضرورت کے وقت ہی عورت کے لئے ملازمت جائز ہے کیونکہ ضرورت ممنوع چیزوں کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی جائز کر دیتی ہے۔

پہلے مشترکہ خاندان کے رواج کی وجہ سے بیٹے اور بیٹیاں شادی کے بعد بھی ایک ہی گھر میں اکٹھے رہا کرتے تھے لیکن اب علاحدہ چھوٹے خاندان کا تصور عام ہو گیا ہے لہٰذا اب مرد کو زیادہ آمدنی کی ضرورت ہوئی تا کہ وہ ایک نئے چھوٹے خاندان کو مستحکم کر سکے۔ اس استحکام کی کوشش میں عورت کو اپنے شوہر کا ساتھ دینا چاہئے اسی طرح ایسی صورتحال میں جب عورت مطلقہ یا بیوہ ہو جاتی ہے تو اس کے ولی اس کی اور اسکے بچوں کی کفالت نہیں کر پاتے ہیں لہٰذا وہ زندگی گزارنے کے لئے کہیں ملازمت کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔

ابن عابدین نے کہا ہے: باپ کو چاہئے کہ وہ اپنی بیٹی کو ایسی عورت کے حوالہ کرے جو اسے مختلف فنون کڑھائی، سلائی وغیرہ سکھائے تا کہ ضرورت کے وقت خود کما کر اپنی کفالت کر سکے۔

دور نبوی اور خلفاء راشدین کے دور میں سماج میں عورتوں کی حیثیت اور اس کے کاموں کی نوعیت بھی ہمیں نگاہ میں رکھنی چاہئے۔ حضرت خدیجہؓ خود ایک بڑی تاجر تھیں جو مضاربت میں اپنا مال دور دراز مقامات اور بیرونی ممالک میں بھیجا کرتی تھیں۔ اسی طرح مدینہ میں جو مارکٹ ''سوق مدینہ'' کے نام سے آپ نے قائم فرمایا جس کے بارے میں ارشاد نبویؐ ہے: **الجالب الی سوقنا لمجاهد فی سبیل الله** جو شخص ہمارے اس بازار میں مال لے کر آئے وہ اسی طرح کے اجر کا مستحق ہوگا جس کا جہاد کرنے والا مجاہد مستحق ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا مسلمانوں کی آزادی کی ضمانت فراہم کرتا ہے جو مسلمانوں کے بازار کو کامیاب بناتا ہے اور مسلمانوں کی معاشی آزادی کو یقینی بناتا ہے۔ اس میں جہاں مرد تاجر احباب کا نام آتا ہے وہیں خواتین کا ذکر بھی آتا ہے۔ ابن ماجہ کے کتاب التجارۃ میں اسماء بنت مخربہ، خولہ بنت ثویب، ملیکہ ام صائب ابن الاقراء اور قیلہ النماریہ کے نام آئے ہیں۔ اسی طرح اس مارکیٹ کے محتسبوں میں جہاں مردوں کے نام آئے ہیں وہیں دو خواتین۔ ثمرہ بنت نحیک السعدیہ اور شفا بنت عبداللہؓ کا ذکر موجود ہے، ثمرہ اپنے پاس ایک درہ بھی رکھتی تھیں اور شفا بنت عبد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ حضرت عمرؓ کے دور میں بھی مارکٹ کی انسپکٹر کی حیثیت سے معروف ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کی مطلقہ خالہ باغ میں جا کر کھجوریں جمع کرتی تھیں۔ اسی طرح ایک خاتون ام مبشر انصاریہ کے باغ کا تذکرہ بھی آتا ہے۔ حضرت زینبؓ اپنے ہاتھ سے مختلف چیزیں بنایا کرتی تھیں، اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی بھی اپنے ہاتھ سے چیزیں بنا کر فروخت کرتی تھیں، اسی طرح گھریلو صنعت اور کام کاج کے واقعات بھی ملتے ہیں۔ اسماء بنت مخربہ یمن سے آئے ہوئے عطر فروخت کرتی تھیں۔

غربت اور اس کا ازالہ

ایشین ایج اور دکن کرونیکل (۱۸ ستمبر ۲۰۰۷) کے شمارے میں ممتاز صحافی سوسن جیت گوہا کا مضمون گھر پر شاہدہ، کام پر شیامولی (Shahida at home, Shyamoli at work) نے کلکتہ کی ان بے شمار عورتوں اور مسلم خواتین کی کسمپرسی، بے چارگی اور لاچاری کا نقشہ کھینچا ہے جو ہندوؤں کے گھروں میں ملازمہ کی حیثیت سے کام کرتی ہیں۔ ملازمت کے لئے وہ اپنے مسلم ہونے کی شناخت یہاں تک کہ نام بدلنے اور اپنے حلیہ کی تبدیلی پر بھی مجبور ہیں۔

اسی طرح چند سال پہلے ممبئی کے شراب خانے اور اس میں ڈانس کلب کے بند کرنے کی قانونی کاروائی کی گئی تو معلوم ہوا کہ سینکڑوں مسلم لڑکیاں (Bar Girls) کی حیثیت سے وہاں کام کر رہی تھیں۔ یہ لڑکیاں ممبئی کے مضافات امروت نگر، ممبرا اور ملاؤتی سے تعلق رکھتی تھیں۔ تعلیم کی کمی اور گھر پر کوئی کمائی نہ کرنے والوں کی وجوہ سے یہ مسلم لڑکیاں باہر نکلیں اور اس کاروبار میں ملوث ہوئیں۔ حال یہ ہے کہ غربت کی وجہ سے جب یہ کلب بند ہوئے تو یہی لڑکیاں جسم فروشی پر اتر آئیں اور یہاں تک کہ وہ بنکاک، سنگاپور، لندن اور آسٹریلیا تک جانے کے لئے تیار ہو گئیں۔

سچر کمیٹی نے ایک جگہ واضح کیا ہے کہ ملک کے بڑے میٹروشہروں کی جھونپڑیوں میں زیادہ تر لوگ مسلمان آباد ہیں، ایک کمرہ کے مکان میں یہ اپنے پورے خاندان - بیوی، بچے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رشتہ داروں کے ساتھ رہتے ہیں۔ٹوائلٹ اور صاف پانی کا کوئی انتظام نہیں اور بنیادی ضروریات سے عاری ان لوگوں کی حالت زار قابل رحم ہے۔اسی کے ساتھ مردوں کی شراب کی عادت سے بھی غریب مسلم خواتین پریشان ہیں۔

غربت جس کے بارے میں محسن انسانیت نے فرمایا تھا:

کاد الفقر ان یکون کفرا۔

فقر وفاقہ عنقریب کفر تک پہنچادے گا۔اور اسی لئے آپ نے اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعا فرمائی تھی:

اللھم انی اعوذبک من الفقر والقلة والذلة ۔

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں،فقر،رزق کی کمی اور ذلت سے۔

واقعہ یہ ہے کہ ملت اسلامیہ ہند کی اکثریت کی صورتحال بڑی تشویشناک ہے۔غریب مسکین مسلمان اور مڈل کلاس کی نچلی سطح Lower Middle Class کے خاندان غربت اور پسماندگی کا شکار ہیں، خاص طور پر خواتین اور نوجوان لڑکیوں کی حالت زار پر فوری توجہ کی ضرورت ہے۔غربت، لاچارگی اور ملی جلی بستیوں میں رہنے کی وجہ سے اور تعلیم کی کمی اور ملت اسلامیہ کی ان کی طرف توجہ کی کمی کی وجہ سے وہ عیسائی مشنریوں،قادیانیوں اور زیرزمین گروہوں سے متاثر ہوکر نہ صرف اپنی عصمت وعفت بلکہ دین سے بھی ہاتھ دھوبیٹھی ہیں۔

اس صورتحال پر بڑی سنجیدگی کے ساتھ غوروفکر کرکے عملی راہیں پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

بعض احباب نے مشورہ دیا ہے کہ ہر مسجد میں ایک NGO قائم کی جائے جس کا کام یہ ہو کہ اس کے اطراف کی آبادی کا سروے کرے اور مستحقین اور ضرورت مندوں کی فہرست تیار کی جائے اور اسی طرح صاحب ثروت وحیثیت مرد وخواتین کی لسٹ بھی اور ہر مسجد میں امداد مستحقین کے لئے ادارہ قائم کرے جو منصوبہ بند طریقوں سے زکوٰۃ اور اعانتیں وصول کرکے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باقاعدگی کے ساتھ ایک جامع Data Bank تیار کر کے ایک غریبی دور کرنے کی مہم کا آغاز کرے، اور ساتھ ہی ان کی اخلاقی تربیت اور انہیں تعلیمی و مالی لحاظ سے اونچا اٹھانے کی کوشش کرے۔

مائکروفینانس

موجودہ دور میں خواتین کی معاشی صورتحال کو بہتر بنانے کے لئے چھوٹے چھوٹے قرضوں کی فراہمی کا ایک نیا تجربہ کیا جارہا ہے اور مائکروفینانس کی یہ تحریک بنگلہ دیش کے ماہر معاشیات ڈاکٹر محمد یونس کے گرامین بینک کے تجربہ اور ان کو نوبل پرائز دیئے جانے کے بعد دنیا بھر میں اور خود ہمارے ملک میں کافی آگے بڑھا ہے۔

مائکروفینانس سوسائٹیاں ان غریبوں کو قرضہ دیتی ہیں جنہیں بینکوں سے قرضہ ضمانت کے نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ملتا اور نہ وہ قرضوں کی واپسی کے قابل ہوتے ہیں۔

اس کے بجائے انہیں گروپس کی شکل دے کر باہمی امداد کی صورت میں سیلف ہلپ گروپ Self Help Group بنا کر ان کی چھوٹی چھوٹی بچتوں (Seving) کو بھی جمع کیا جاتا ہے ہیں اور قرضوں کا ایک سلسلہ شروع کیا جاتا ہے۔ اس SHG میں خواتین پانچ یا دس کی تعداد میں ایک گروپ کی شکل میں قرضوں کی واپسی کی ذمہ دار قرار پاتی ہیں اور کسی ایک نے کوئی گڑبڑ کی تو پورا گروپ متأثر ہوتا ہے۔

چند سالوں سے ملک بھر میں اور خاص طور پر جنوبی ہندوستان میں مائکروفینانس نے کروڑوں لوگوں تک اپنی خدمات پیش کی ہیں۔

لیکن اسلامی نقطہ نظر سے اس سسٹم میں بڑی خرابیاں ہیں جس میں سب سے پہلے قرضوں پر سود کا ہونا ہے اور یہ سود بھی بینکوں کے سود سے بھی زیادہ بیس تا پچاس فیصد تک بھی پہنچتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ زیادہ تر خواتین کے گروپس کو دیا جاتا ہے جو چھوٹے موٹے کاروبار، دستکاری اور گھریلو صنعتوں میں مشغول ہوتے ہیں اور ان خواتین کے لئے مائکروفینانس تربیتی پروگرامس بھی چلائے جاتے ہیں جن میں کئی اچھی باتوں کے علاوہ چھوٹے خاندان کی ضرورت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دیگر سیکولر تعلیمات بھی دی جاتی ہیں۔ اور یہ بھی دیکھا گیا کہ خواتین میں آزادروی اور اپنے خاوند اور خاندان سے بغاوت کے آثار بھی نمودار ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر عبید اللہ صاحب اسلامی مائکروفینانس پر ایک بین الاقوامی ماہر سمجھے جاتے ہیں ان کا خیال ہے کہ مائکروفینانس کی بنیاد نبی کریم کی وہ معروف حدیث ہے جس میں آپ نے صدقہ طلب کرنیوالے صحابی رسول کو اپنے اثاثہ- چادر اور برتن - کے نیلام کے ذریعہ کلہاڑی خریدنے کی ہدایت کی اور اپنے ہاتھوں سے اس کو دستہ لگایا۔ ان کی رہنمائی فرمائی اور خود کفیل بنایا۔

حالیہ دنوں میں کرناٹک کے کئی ڈسٹرکٹس مثلاً کولار، میسور، رام نگرم وغیرہ میں مسلم محلوں میں اس قسم کے پراجکٹس کو مسلم نوجوانوں اور تنظیموں نے سود کی حرمت اور دیگر غلط اثرات کے رونما ہونے کی وجہ سے اپنے قرضے واپس کرنے سے انکار کردیا اور مائکروفینانس کے کارندوں کو اپنے علاقوں کے اندر داخل ہونے سے روک دیا ہے۔ ان سوسائٹیوں کا کہنا ہے کہ کروڑوں روپیوں کے قرضہ جات کا بقایا ابھی موجود ہے۔

انڈونیشیاء، سوڈان، بنگلہ دیش اور دیگر ممالک میں اسلامی مائکروفائنانس کا آغاز ہو چکا ہے جن میں سود کے بغیر مرابحہ، مضاربہ اور مشارکہ کی بنیاد پر چھوٹے قرضوں کی اسکیم کامیابی کے ساتھ چلائے جارہے ہیں، ہمارے ملک کے قوانین میں بلاسودی قرضہ کی فراہمی کے مواقع نہیں ہیں اور صرف کوآپریٹیو سوسائٹی ایکٹ میں اس کے لئے راہیں نکالی جاسکتی ہیں۔ اس سلسلہ میں الخیر کوآپریٹیو کریڈٹ سوسائٹی پٹنہ نے چند سالوں سے اس کا کامیاب تجربہ کیا ہے اور اب دہلی میں سہولت مائکروفائنانس سوسائٹی کے نام سے پورے ملک میں اس کی شاخیں کھولنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔

ہمیں اسلامی مائکروفینانس کو ملک میں روبعمل لانے کی ضرورت ہے جس سے سود سے اجتناب کے علاوہ پورے خاندان کو پیش نظر رکھ کر نہ کہ صرف خواتین کو فوکس کرکے کام کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجارت چاہے بڑی ہو یا چھوٹی اس میں بڑی برکت ہے اس کی طرف بھی خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

افزائش مال کے لئے حکومتی منصوبے ہوں یا انفرادی واجتماعی۔ چھوٹے یا بڑے کاروبار کے فروغ وترقی کی بات ہو پورے نظام معیشت و مالیات میں سود کا عنصر ملت اسلامیہ ہند کے لئے ایک بڑی رکاوٹ ثابت ہورہی ہے۔ ہمارے معاشرہ میں دو قسم کے رجحان وعمل پائے جاتے ہیں: ایک بڑا طبقہ سود کی شدید حرمت کی وجہ سے تجارت کے میدان سے الگ تھلگ ہوکر زندگی کے معاشی دوڑ اور تکوین ثروت کی دوڑ سے فرار کی راہ اختیار کرتا ہے تاکہ دنیا کا نقصان تو برداشت کرلے لیکن اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے قرآنی حکم سے اپنے آپ کو بچائے اور آخرت کو برباد نہ کرے۔ دوسری طرف کاروباری طبقہ اس حرمت سے بے نیاز ہوکر اس دوڑ میں آگے بڑھ رہا ہے، اس میں وہ طبقہ بھی ہے جو دین دار ہے، نماز، روزہ، صدقات وحج کی پابندی بھی کرتا ہے لیکن معاملات دنیا میں وہ مغرب کی پیروی میں قباحت محسوس نہیں کرتا۔

خوش قسمتی سے ۲۰۰۸ کے مالیاتی کساد بازاری (Financial Meltdown) نے جدید مالیاتی نظام کی ناکامی کو اجاگر کردیا ہے۔ اس کے برخلاف اسلامی مالیات و بنکاری کے اس بحران سے متأثر نہ ہونے اور اس کی شرح نمو پندرہ فیصد سے زیادہ ہونے کی وجہ سے الحمد للہ بلاسودی اسلامی مالیات و بنکاری ایک متبادل (alternative) کی حیثیت سے ابھر کر آرہا ہے۔ نہ صرف مسلم ممالک بلکہ جدید صنعتی اور سیکولر حکومتیں مثلاً برطانیہ، فرانس، ہانگ کانگ، جاپان، سنگاپور، اور کنیڈا نے بھی اپنے بنکاری کے قوانین میں ترمیم/تبدیلی کرکے بلاسودی اسلامی مالیات و بنکاری کے لئے راہیں فراہم کردی ہیں، اس سلسلہ میں ہمارے ملک میں بھی اس کی کوششیں جاری ہیں کہ یہاں بھی بلاسودی اسلامی معیشت و مالیات کا آغاز ہوتا کہ اس سے ملک کے تمام شہری مستفید ہوسکیں اور خاص طور پر مسلمان مرد وخواتین اور پسماندہ طبقات اس کے ذریعہ تجارت، صنعت وحرفت اور معاش کی دوڑ میں حصہ لے کر تکوین ثروت اور افزائش مال میں بھرپور حصہ لے سکیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیاسی عمل اور حکمرانی میں حصہ داری

سچر کمیٹی کی رپورٹ میں یہ بات بڑی وضاحت کے ساتھ کہی گئی اور یہ حقیقت پر مبنی ہے کہ تعلیم و ہنرمندی میں آگے بڑھنا ہو یا مائکروفینانس اور تجارتی میدان میں پیش رفت کرنی ہو یا کسی بھی معاشی و معاشرتی پروگرام میں مؤثر کردار ادا کرنا ہو اس میں ایک سبب بطور خاص مقامی سطح پر مسلمانوں کی سیاسی عمل اور حکمرانی کے عمل میں شرکت لازمی ہے اور آج تقریباً تمام اجتماعی معاملات میں مسلمانوں کی -مرد اور خواتین دونوں کی- شرکت بہت کم ہے۔

ان کی جمہوری سرگرمیوں اور فیصلہ سازی کے عمل میں حصہ داری میں اضافہ کرنا بہت ضروری ہے خاص طور پر خواتین کے ریزرویشن جو بہار وغیرہ میں پچاس فیصد اور دوسری ریاستوں میں ایک تہائی کے فیصلہ پر ہمیں سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے جس کے دوررس اثرات مسلم خواتین کے سماجی، معاشی اور معاشرتی حالات پر مرتب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمارا ناصر و مددگار رہو اور اسی سے ہم صحیح رہنمائی کی توفیق کے طالب ہیں۔

غیر باضابطہ زمرے میں گزر بسر کے معاملات سے متعلق سسٹمز پر مبنی طریق کار

مایا آرگینک کی کوششیں اس تصور پر مبنی ہیں کہ غریبوں کے فروغ سے متعلق موجودہ ماڈل خالصتاً علامتی نوعیت کے ہیں اور عموماً سرمائے اور تربیت تک رسائی جیسے امور پر علاحدگی میں، اور ایک وسیع تر سیاق میں ان کی معنویت پر نگاہ ڈالے بغیر غور کرتے ہیں۔ یہ ماڈل تیز رفتاری سے بازار پر مبنی ہو جانے والی معیشت جس کے تحت تجارتی ساختوں کی تشکیل نو عمل میں آرہی ہے کی پیچیدگی اور غریبوں پر پڑنے والے اس کے اثرات کی فہم سے بھی محروم ہے۔ مایا آرگینک ایک ایسی ایجاد پسندانہ ادارہ جاتی ساخت کی ضرورت محسوس کرتی ہے جو بازار کی حقیقتوں کے پیش نظر صلاحیتوں کو فروغ دینے کے کلیدی معاملے پر انفرادی اور تنظیمی دونوں سطحوں پر غور کر سکے۔ ان صلاحیتوں میں بازار کے ہر لمحہ تبدیل ہوتے ہوئے منظر نامے میں زندہ رہنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور لچک دار رویہ اختیار کرنے کے گر سیکھنے کی کوششیں شامل ہوں گی۔ یہ ادارہ جاتی ساخت کام کرنے والے غریبوں کی ایک اجتماعی تشکیل ہے۔ اجتماعیت سازی کی یہ کوشش، اشیاء اور خدمات کی پیداوار کے مقصد کے لئے کام کرنے والے غیر منظّم زمرے کے کارکنوں کے گروپوں کی تشکیل کے ذریعے کی جاتی ہے۔

اجتماعیت سازی، صنعت کاری کو کام کرنے والے غریبوں کے فروغ کا ماڈل سمجھنے کی معروف کوتاہیوں کے پیش نظر ضروری ہے۔ 'مایا' زمروں پر مبنی طرز عمل اختیار کرتے ہوئے مخصوص زمروں میں کارکنوں کی اجتماعی ساختیں تشکیل دیتی ہے جو پیداواری اور تجارتی اکائیوں کی طرح کام کرتی ہیں۔ ایسا کرنا ہر تجارتی زمرے کی پیچیدگیوں کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔ تاہم ہر اجتماعی ساخت دیگر اجتماعی ساختوں سے قوت حاصل کرتی ہے جس سے مختلف زمروں کو ایک دوسرے سے سیکھنے میں مدد ملتی ہے۔ ان اجتماعی ساختوں کو ایک مضبوط تنظیم کی چھتر چھایا بھی فراہم کی جاتی ہے تاکہ وہ بازار کے ساتھ اپنی شرائط پر معاملہ کرسکیں۔ اس عمومی تنظیم اور مایا آرگینک کے ساتھ ان اجتماعی ساختوں کی وابستگی ایک لیبل اور برانڈ بھی تشکیل دیتی ہے۔ یہ برانڈ اب تک کے اس خیال کو تبدیل کررہا ہے کہ غیر منظّم زمرے کی مصنوعات اور خدمات گھٹیا معیار اور گھٹیا قدر و قیمت کی ہوتی ہیں۔ اس کوشش کے تحت پیداواری اجتماعی ساختوں کے ذریعے اعلا معیار کی مصنوعات اور خدمات فراہم کی جاتی ہیں جس سے غیر منظّم زمرے کے کارکنوں کا وقار بھی بڑھتا ہے۔

'مایا' ان دنوں بنگلور کے دیہی اور شہری علاقوں میں ملبوسات، لاکھ کے سامان، لکڑی اور دھات کے کام کے زمروں میں غریب کارکنوں کے آزاد اجتماعی کاروباروں کو فروغ دے رہی ہے۔ یہ مارکیٹنگ، مصنوعات کی ڈیزائننگ اور تیاری اور کارکنوں کی صلاحیتوں کو فروغ دینے کے اہم دائروں میں مدد فراہم کرتی ہے۔ ان زمروں میں 'مایا' کھلونوں اور ان سے متعلق سامان، ملبوسات اور لکڑی و دھات کے فرنیچر کے شعبوں میں خود اپنی مصنوعات تیار کررہی ہے۔ یہ ملبوسات کا کام دوسروں سے کرانے کے معاملے میں باضابطہ زمرے کی صنعتوں کے لئے خدمات بھی فراہم کررہی ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ معیار، ڈیزائن اور مصنوعات کی تراشیدگی سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلق بازار کی بدلتی ہوئی ضرورتوں کی تکمیل کے اقدامات بھی کئے جارہے ہیں۔

تعمیرات کے شعبے میں کارکنوں کو منظّم کرنے اور فروغ دینے کے سلسلے میں بھی یہی طریقہ استعمال کرنے کی کوشش لیبرنیٹ کی تشکیل کے ذریعے کی جارہی ہے جس کا مقصد تعمیراتی خدمات کے شعبے میں اجتماعی ساختیں تشکیل دینا ہے۔ لیبرنیٹ کے تحت مختلف کام کرنے والے تعمیراتی کارکنوں کو رجسٹر کرکے بنگلور شہر سے متعلق ایک ڈیٹا بیس تشکیل دیا گیا ہے جسے بلڈر اور ٹھیکیدار حسب ضرورت استعمال کرسکتے ہیں۔ اسکے ذریعے ذیلی ٹھیکیداری کے معاملات طے کرنے، تربیت کا نظام قائم کرنے اور کارکنوں کو سماجی تحفظ کے فوائد فراہم کرنے کی بنیاد فراہم ہوتی ہے۔ اس کے تحت کام کے دوران حفاظت کے بندوبست اور تعمیراتی فرموں کے اشتراک سے کام کے دوران مہارتوں کو فروغ دینے کے معاملات پر غور کیا جاتا ہے۔

اس کوشش کو انجام دینے والے نظام کے دو حصے ہیں۔ ایم او ایس ایس (مایا آرگینک سپورٹ سروسیز) ایم اے وائی اے کی مارکیٹنگ تنظیم ہے جو بازاروں کے ساتھ رابطہ کرتی ہے، آرڈر حاصل کرتی ہے اور برانڈ سازی کی سرگرمیاں انجام دیتی ہے۔ یہ تمام زمروں کو باہم مربوط بھی کرتی ہے۔ سیکٹر ڈیولپمنٹ اکائیاں ہر زمرے میں کارکنوں کی زیر ملکیت اجتماعی ساختیں تشکیل دینے کے لئے ضروری معلومات فراہم کرتی ہیں۔ اس معلومات کا تعلق پیداوار، مہارتوں اور تجارتی صلاحیتوں اور ممبروں کو فلاحی فوائد فراہم کرنے سے ہے۔ 'مایا' کا طریق کار خاصا متنوع ہے جس کے تحت عملی سوجھ بوجھ کے ساتھ اقدامات کئے جاتے ہیں تاکہ اس کوشش کی وسعت اور پہنچ کو فروغ دیتے ہوئے مصنوعات اور خدمات کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا جاتا رہے۔ کوئی بھی موجودہ قانونی نظام اس کوشش کے لئے موزوں نہیں ہے مگر پھر بھی خود امدادی گروپوں کے نظام کی مدد لی جاتی ہے لیکن زیادہ کارگر طریقے سے۔ تجارتی سرگرمیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والے وسائل اور زائد رقوم کو اس سیکٹر کو فروغ دینے، نئی اجتماعی ساختیں تشکیل دینے اور ممبروں کو سماجی تحفظ کے فوائد فراہم کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے (سچر کمیٹی رپورٹ)۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواتین کا استحصال-مغربی دنیا کے خصوصی حوالے سے

ڈاکٹر سید اسلام الدین مجاہد☆

خواتین کا استحصال اکیسویں صدی کے اس تہذیب یافتہ اور ترقی یافتہ دور میں ایک معلوم حقیقت بن چکا ہے۔نت نئے نعروں کے ذریعے دنیا کے تقریباً ہر خطے اور قوم میں عورت کی مظلومیت ایک کھلا راز بن چکی ہے۔قدیم دور کا یونان ہو کہ مصر، عراق ہو کہ چین یا جدید دور کا یورپ ہو کہ ایشیاء، امریکہ ہوم کہ فرانس ہر جگہ عورت کے حقوق پر دست درازی اور ان کی عزت وعفت پر ڈاکے ڈالنے کے بے شمار واقعات تقریباً ہر دن دہرائے جاتے ہیں۔دور جدید میں جب کہ مغربی دنیا انسانی حقوق کے چمپین کی حیثیت سے اپنے آپ کو دنیا کی دیگر اقوام سے منوانا چاہتی ہے لیکن یہی مغربی تہذیب کے علمبردار جنہوں نے تحریک آزادی نسواں کا نعرہ دے کر دنیا کو یہ فریب دیا کہ وہ عورت کو مرد کی غلامی سے نجات دلا کر اور سوسائٹی میں انہیں باوقار مقام عطا کر کے انہیں اعلیٰ حیثیت دینا چاہتے ہیں۔لیکن عملاً مغربی دنیا نے عورت کو ذلت اور پستی کی گہرائیوں میں پہنچا دیا۔اس نے ہر مرحلہ پر عورتوں کے حقوق کا استحصال کیا۔مغربی تہذیب کے متوالوں نے جدیدیت اور ماڈرنزم (Modernism) بلکہ الٹرا ماڈرنزم (Ultra-Modernism) کے نام پر عورت کو مرد کے ہاتھوں کا کھلونا بنا دیا۔وہ عورت کے جسمانی حسن کی نمائش سے اپنی تجارت کو چمکانے کے سارے سامان کرتا رہا۔عورتوں کے مقابلہ حسن کے پردے میں عورت کا جنسی استحصال کرنا اب کوئی غیر معمولی بات نہیں رہی۔فیشن، جدیدیت اور ترقی کے دلفریب نعروں سے عورت ایسی مسحور اور مرعوب ہوئی کہ وہ اسے اپنی آزادی سمجھتی رہی

☆ پی ایچ ڈی (عثمانیہ) ریڈر وصدر شعبہ سیاسیات، اردو آرٹس ایوننگ کالج، حمایت نگر، حیدرآباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن یہ نہ سمجھی کہ حقوق نسواں اور مساوات مرد وزن کا نعرہ عورت کے استحصال میں مغرب کا ایک خوشنما ہتھیار رہا۔

دور جاہلیت کے انتہائی تاریک پہلو میں بھی روشنی کی ایک ہلکی سی کرن یہ تھی کہ ظالم بھی سمجھتا تھا کہ وہ ظلم کر رہا ہے اور انصاف پسند لوگ بھی اس ظلم وستم کے خلاف احتجاج کر سکتے تھے اور ظالموں کو جبر وتشدد سے روک سکتے تھے۔ مگر اس وقت مغربی دنیا نے جو ظلم وستم کے مکروہ چہرے پر عدل وانصاف کا غلاف چڑھا دیا ہے اور جبر وتشدد کو آرٹ، فن اور فیشن کی حیثیت دے دی ہے اس سے مظلوم کو بھی اس بات کا احساس نہیں کہ وہ تختۂ مشق ستم بنا ہوا ہے۔ مغربی تہذیب سے متاثر اور مرعوب ہونے والی خواتین کا حال یہ ہے کہ آزادی کے نام پر غلامی کی سنہری زنجیروں میں انہیں جکڑا جا رہا ہے۔ لیکن وہ اس غفلت کا شکار ہیں کہ انہیں آزادی اور مساوات کی نہ ختم ہونے والی لذتیں ملی رہی ہیں۔ اس نام نہاد آزادی کو حاصل کرنے کی خواہش میں خواتین پہلے تو اپنی شرم وحیا کو خیر باد کہہ دیتی ہیں۔ اس کے بعد ان کا شیشہ عصمت بھی چکنا چور ہو جاتا ہے۔ پھر نہ والدین ان کو اپنے گھر میں رکھنا پسند کرتے ہیں اور نہ وہ انہیں سہارا دینے کے لئے تیار ہوتے ہیں جن کے دامنِ فریب میں پھنس کر ان کا دامن عصمت تار تار ہو چکا ہوتا ہے۔

مغربی دنیا اور اس کی تہذیب کے پرستاروں نے عورت کو آزادی، مساوات اور برابری کے حقوق دلانے کے بلند وبانگ دعوے، پُرفریب نعرے اور دلفریب نظریے تو گھڑ لئے اور خواتین کو ورغلانے کے مختلف ہتھکنڈے بھی استعمال کر لیے لیکن کیا اصولاً یا پھر عملاً خواتین کو ان کے جائز حقوق مل پاتے ہیں؟ کیا عورت کے وجود کو اس کی اصل حیثیت کے ساتھ مغرب تسلیم کرنے کے لیے تیار ہے؟ اور کیا اب تک واقعی اس کی عزت وآبرو، جان ومال اور جسم وروح کی حفاظت کا کسی نے ذمہ لیا ہے؟ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ عورتوں کی آزادی اور حقوق کی بحالی کے نعروں کے بیچ عورت کا استحصال بھی پورے شدومد کے ساتھ جاری ہے۔ مملکت کے قوانین اور سماجی اصولوں کے ہوتے ہوئے عورت پر ظلم وجبر کا سلسلہ رکا نہیں۔ حقوق نسواں کے لئے یوں تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت سارے قوانین مرتب کر لیے گئے مگر معاشرے میں عورت کو اب تک اس کے اصل اور جائز حقوق سے عملی طور پر محروم رکھا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ جیسے ہی عورت معاشی آزادی حاصل کر لیتی ہے اس کی دنیا بدل جاتی ہے، اس کی پوزیشن میں غیر معمولی تبدیلی آ جاتی ہے۔ اسے کوئی حقیر اور کمتر نہیں سمجھتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہیں سے اس کا استحصال شروع ہو جاتا ہے۔ عالمی پیمانے پر ہوئی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ اب بھی عورت کو برابر کے حقوق دینے میں ترقی یافتہ ممالک جیسے یورپ اور امریکہ کافی پیچھے ہیں۔ آج بھی مغرب میں عورت کا وجود، اس کی شخصیت اور اس کی حیثیت، سب کچھ اس پر منحصر ہے کہ وہ کب تک اور کس حد تک مردوں کا دل بہلانے کا سامان کر سکتی ہے۔ اس کے جسم کی نمائش سے ہی اس کی ترقی کو جوڑا جاتا ہے اور آزادی کے نام پر اس کا بدترین استحصال کیا جاتا ہے اور عورت اندھی، گونگی اور بہری بن کر اس بدترین کھلواڑ کو نہ صرف برداشت کرتی ہے بلکہ مردوں کے شانہ بہ شانہ چلتی ہوئی ان کی پُرزور معاونت بھی کرتی ہے تاکہ دنیا کی نظر میں وہ ''آزاد خیال'' کہلائے۔ لوگ اس کی تعریف کریں اور اس کو ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ Libarated Women کہیں۔ چنانچہ عورت کی خواہی نہ خواہی رضامندی کے نتیجے میں، خواتین کو عریاں کر کے سر بازار لانے کے اور بھی کئی ذرائع موجودہ دور میں ایجاد ہو گئے ہیں۔ یہ ''مظاہرہ حسن'' یہ سنیما اور ٹی وی کے پردوں پر ان کے جسم کی نمائش ہی کیا کم تھی کہ اب انفارمیشن ٹکنالوجی کی برق رفتار ترقی نے عورت کی رہی سہی عزت عفت کو بھی داؤ پر لگا دیا ہے۔ فحش میگزینس اور کتابوں میں عورتوں کی عریاں تصویروں کے بعد اب موبائل فون اور انٹرنیٹ کے علاوہ دیگر ذرائع کے استعمال نے عورت کے وقار اور اس کے مقام کو سر بازار اور نیلام کر دیا۔ مغربی دنیا نے خواتین کو زیادہ سے زیادہ با اختیار بنانے (Empowerment of Women) کا نعرہ لگا کر بھی انہیں اپنا فریفتہ بنالیا۔ چنانچہ اسے آہستہ آہستہ معاشی، سیاسی، معاشرتی اور سماجی امور میں مرد کے برابر عورت کو لا کھڑا کرنے کی حکمت عملی اختیار کی گئی۔ اور اس تصور کو عام کیا گیا کہ عورت کا وجود ہر شعبہ حیات کی ترقی میں لازم و ملزوم ہے اور یہ پروپگنڈا ابھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زور وشور سے کیا گیا کہ عورت کے بغیر زندگی بے کیف اور بے لطف ہے۔عورت نے مغربی دنیا کی اس نظر التفات کو اسے ترقی کی طرف پیش رفت سمجھا اور ایک قدم کے بعد دوسرا قدم اٹھانے کے لئے بے چین اور مضطرب رہنے لگی۔ وہ اس کے ظاہری حسن پر اپنا دل دے بیٹھی اور اس کے بطن میں چھپی ہوئی خرابیوں کو نہ دیکھ سکی۔ چنانچہ عورت کی اس بے قید آزادی نے مغرب کی پوری زندگی کو ایک ایسے راستے پر ڈال دیا جو تباہی و بربادی کا راستہ ہی کہلایا جا سکتا ہے اور اس کے گھناؤنے اور خطرناک نتائج آج دنیا اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔اس کے کڑوے کسیلے پھل چکھنے پر بھی مجبور ہے۔خاندانی نظام کی تباہی، اباحیت کا بڑھتا ہوا طوفان، جنسی بے راہ روی اور مقدس رشتوں کے احترام کا ختم ہو جانا یہ سب دراصل اسی مغربی دنیا کی دین ہیں جس کی ظاہری چمک دمک کو دیکھ کر مشرق کی خواتین اور دختران ملت بھی اس طرف سرپٹ دوڑ رہی ہیں۔ مغرب کی غلاظت کو خوشبو اور گندگی کو چشمہ صافی سمجھ کر اس کی طرف ولولہ وار لپکنا مشرقی تہذیب کی شانِ امتیاز بن چکی ہے، حالانکہ مغربی دنیا نے خود اس کی عورتوں کو رسوائیوں اور تباہیوں سے دوچار کر دیا ہے۔مغرب کی نیک فطرت خواتین، جنہیں مغربی دنیا نے اپنی شہوانی جذبات کے ہاتھوں کھلونا بنا رکھا ہے۔اس پر وہ سراپا احتجاج ہیں۔ وہ عزت ووقار اور پاکیزگی کی زندگی کی متلاشی ہیں۔

مغربی دنیا کے خصوصی حوالے سے اگر خواتین کے استحصال پر ایک طائرانہ نظر ہی ڈالی جائے تو یہی تلخ حقیقت سامنے آتی ہے کہ موجودہ دور میں مغربی تہذیب کی گرفت بتدریج ساری دنیا میں مضبوط ہوتی جا رہی ہے۔مغرب کی تقلید کی دوڑ میں شامل ہو کر دنیا کے مختلف علاقوں کی خواتین بظاہر خوش اور مطمئن نظر آتی ہیں، لیکن ان کا یہ خوشی اور اطمینان کا دور بہت مختصر ہوتا ہے اور پھر انہیں اس بات کا احساس ہونے لگتا ہے کہ ان کی زندگی کی ڈگر سیدھے راستے پر نہیں ہے، لیکن یہ جھوٹا اطمینان اور خوش فہمی جو اگرچہ کہ وقتی اور مختصر تھی اپنے دیرپا اثرات دکھا جاتی ہے جس کا خمیازہ آنے والی نسلوں کو بھگتنا پڑتا ہے۔خاندان کا بکھر جانا، اولاد میں بغاوت کے جذبات کا اٹھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنا، معاشرے سے خیر خواہی اور ایک دوسرے سے محبت کے جذبات کا عنقا ہو جانا یہ سب اس مغربی تہذیب کو اپنانے کا نتیجہ ہے۔

بیسویں صدی کے ختم ہوتے ہوتے دنیا نے یہ بھی دیکھ لیا کہ اب مغرب میں خاندان کا نظام جو تمدن کا سنگ بنیاد ہے، بری طرح منتشر ہو رہا ہے۔ گھر کی زندگی، جس کے سکون پر انسان کی قوت کارکردگی کی نشو ونما کا انحصار ہے عملاً ختم ہو رہی ہے۔ نکاح کا رشتہ، تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہو گیا ہے۔ یہ سارے بھیانک مسائل محض اس لئے پیدا ہوئے کہ عورت کو فطری مشاغل سے نکال کر شمع محفل بنا دیا گیا ہے۔ آج عورت میں ہر وقت "ھل من مزید" کی کیفیت پائی جا رہی ہے۔ کیونکہ مغرب نے عورت کے جذبات میں جو آگ لگائی ہے وہ حسن کی بے حجابی پر بجھتی نہیں بلکہ اور زیادہ بھڑکتی ہے اور مزید بے حجابی کا مطالبہ کرتی ہے۔ یہ برہنہ تصویریں، یہ صنفی لٹریچر، یہ عشق ومحبت کے افسانے یہ جذبات کو برانگیختہ کرنے والے ناچ اور گانے سب اس آگ کو بھڑکانے کا ذریعہ ہیں جس سے نسل انسانی کی تباہی کے در کھلتے ہیں لیکن مغربی دنیا نے فحاشی اور عریانی کے ان سارے مظاہروں کو "آرٹ" کا خوشنما نام دے رکھا ہے۔

مغربی تہذیب کی مرعوبیت اور دہشت زدگی نے دراصل مشرقی عورت کو مایوس، رنجیدہ اور شکست خوردہ کر دیا ہے۔ اس تہذیب پر ایمان بالغیب لانا اور اپنی زندگی میں اس تہذیب کو اپنا روشن خیالی تصور کی جانے لگی۔ مغربی تہذیب پر تنقید کو دقیانوسیت اور کم علمی سے تعبیر کیا جانے لگا۔ آج صورتحال یہ ہے کہ آزادی کے نام پر عورت ہر بندش کو توڑنے اور ہر قانون کی خلاف ورزی کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ اس کے نتیجے میں پورے اجتماعی نظام میں ہر طرف بغاوت کا جذبہ پروان چڑھتا جا رہا ہے۔ مغرب نے عورت کو بطور ایک آلہ کے استعمال کر کے سماج کے اخلاقی اور مذہبی ضابطوں کی دھجیاں اڑا دیں۔ آج سر بازار ایک نوجوان لڑکی یہ سوال کرتی ہے کہ نکاح کے بغیر اگر کوئی کسی سے محبت کرے تو کیا بگڑ جاتا ہے؟ اور پھر یہ سوال بھی معاشرے میں گردش کرتا ہے کہ آیا شادی کے بغیر بھی ماں بننے میں کیا قباحت ہے؟ خود مسلمانوں کے بعض ذمہ دار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرات کے دل و دماغ پر مغرب کا اثر اتنا پڑ چکا ہے کہ وہ کہنے لگتے ہیں کہ اسلامی شریعت جن حالات میں نازل ہوئی تھی وہ حالات بدل چکے ہیں اور بدلے ہوئے حالات میں صدیوں پرانے اصول اور روایات پر اصرار صحیح نہیں ہے۔ ان کے خیال کے مطابق اسلام نے عورت کے بارے میں جو موقف اختیار کیا ہے اس پر قائم رہتے ہوئے موجودہ مسابقت میں وہ شریک نہیں ہوسکتیں اس لئے اسلامی قوانین میں ترمیم کر کے انہیں موجودہ دور سے ہم آہنگ کیا جائے۔ ان حضرات کے نزدیک یہ ''اجتہاد'' ہے اور بدلے ہوئے حالات میں ''اجتہاد'' ضروری ہے۔ مسلمانوں کے ہی بعض طبقے بڑی معصومیت سے کہتے ہیں کہ اسلام ایک جدید مذہب ہے۔ اس نے عورت کو دور جدید کے سارے حقوق دیے ہیں لیکن قدامت پرستوں نے قرآن وحدیث کی تعبیر اس طرح کی ہے کہ دور غلامی کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ اس لئے اسلام کی جدید اور ترقی پسندانہ تعبیر کی ضرورت ہے۔ یہ خیالات عام مسلمانوں کے نہیں بلکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمانوں کے ہیں جو دنیا کی نظر میں دانشور اور اسکالر کہلاتے ہیں۔ مغرب سے مرعوبیت یا اس کی ذہنی غلامی کی یہ ایک دو مثالیں ہیں ایسی بیسیوں باتیں ہم ہر نازک وقت پر مختلف گوشوں سے سنتے آئے ہیں۔

مغرب، جو حقوق نسواں کا سب سے بڑا علمبردار ہے اس نے عورت کا جس بیدردانہ انداز میں استحصال کیا ہے اس حالت زار کا اندازہ چند ناقابل تردید حقائق سے بھی بخوبی ہوجاتا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق امریکہ میں ہر سال اندازاً ۴۰ لاکھ خواتین، خاندان کے مردوں اور دوستوں کے ہاتھوں مار پیٹ کا نشانہ بنتی ہیں۔ اوسطاً سالانہ ۲۵ لاکھ خواتین پر جنسی حملے کئے جاتے ہیں۔ امریکہ کے ۷۵ فیصد شادی شدہ مرد اور عورتیں اپنی شریک حیات سے بے وفائی کرتے ہیں اور دوسروں سے ناجائز تعلقات استوار کرتے ہیں۔ ہم جنس پرستی کی لعنت میں مغربی اقوام کی ایک بہت بڑی تعداد ملوث ہے۔ تصویر کا یہ بھی ایک الم ناک پہلو ہے کہ مغرب اس ذلت اور پستی سے اپنی خواتین کو نکالنے کے بجائے دنیا بھر کی خواتین خصوصاً مشرقی خواتین کو بھی اس حالت میں ڈھکیلنا چاہتا ہے۔ چنانچہ ''عالمی تحفظ حقوق نسواں کانفرنسوں'' کے ذریعے یہ مطالبات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کئے گئے کہ دنیا بھر کی خواتین کو ضبط تولید کی آزادی ملنی چاہئے۔ خواتین کو اسقاط حمل کی آزادی حاصل ہونی چاہئے۔ خواتین کو ہم جنس پرستی اور عورت سے عورت کی شادی کا قانون بنانا چاہئے۔ نکاح کے بغیر بے حجابانہ آزادی، جسمانی تعلقات کی آزادی ملنی چاہئے۔ مغرب اپنے ان جارحانہ اقدامات کے ذریعے دنیا بھر میں اباحیت پسند معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے۔ عالمی مقابلہ حسن کا سالانہ انعقاد بھی مغربی تہذیب کا ایک ہتھکنڈہ ہے۔

مغرب میں ہونے والے اس استحصال سے سبق لینے کی بجائے مشرقی خواتین بھی مغرب کے ہتھکنڈوں کا شکار ہوتی جارہی ہیں۔ خود ہمارا ملک ہندوستان بھی مشرقی روایات کو پس پشت ڈال کر مغرب کی بھونڈی تقلید میں دوسروں کو پیچھے چھوڑ کر خود تباہی کے گڑھے کی طرف دوڑا جارہا ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں لگا تار کئی سال ہندوستانی دوشیزاؤں کو حسینہ عالم اور حسینہ کائنات کے تاج پہنائے گئے جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ مغرب کی نگاہیں مشرق کی طرف گڑی ہوئی ہیں۔ مغرب کی اس اندھی تقلید کو حرز جاں بنانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے ملک میں بھی خواتین کی حالت میں سدھار ہونے کے بجائے زندگی کے مختلف شعبوں میں ان کی حالت بگڑتی چلی گئی۔ خواتین کے خلاف جرائم کی شرح روز افزوں بڑھتی چلی گئی۔ کہنے کو تو دستوری طور پر عورتوں کے بہت سارے حقوق گنائے گئے لیکن عورت پر مظالم کا ایک نیا باب تقریباً ہر روز اس سرزمین پر کھلتا ہے۔ ایک سروے کے مطابق ہندوستان میں ہر ۵۴ منٹ میں ایک عورت کی عصمت دری ہوتی ہے۔ ہر ۲۶ منٹ پر ایک آبروریزی کا واقعہ ہوتا ہے۔ ہر ۴۲ منٹ پر ایک دلہن جلائی جاتی ہے اور ہر ۳۳ منٹ پر ظلم کا ایک گھناؤنا واقعہ پیش آتا ہے۔ (Ref- State of World Population Report 1997) اس رپورٹ کے مطابق بیویوں کی پٹائی کے واقعات بھی عام ہوتے جارہے ہیں۔ معاشرہ کی بے رحمی دیکھیے کہ معصوم بچوں اور بچیوں کو جنسی کاروبار Child Prostitute کو فروغ دیا جارہا ہے۔

نابالغ بچیاں کوٹھوں (Brothels) میں قید کرلی جاتی ہیں تاکہ ان کے ذریعے جنسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاروبار زوروں پر چل سکے۔لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالنے کا قدیم رواج آج بھی موجود ہے بلکہ اب تو جدید ترین ٹیکنک الٹرا ساؤنڈ (Ultra Sound) کے ذریعہ رحم مادر میں پل رہی بچی کو پیدائش سے پہلے ہی موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔عورت کو سامانِ تجارت بنانے کا ایک بڑا ذریعہ جسم فروشی Flesh Trade ہے اس کے ذریعہ سے مرد کروڑوں روپیوں کا کاروبار کرتے ہیں۔غرض یہ کہ ہندوستانی معاشرے میں بھی عورت کو آزادی کا لالچ دے کر اسے جس ذلت سے دوچار کیا جارہا ہے یہ سب مغربی تہذیب کو گلے لگانے کا نتیجہ ہے۔حقوق نسواں کے مراکز اور ناری نکیتن جو ملک میں خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے کام کر رہی ہیں عورتوں پر ظلم کے خلاف مظاہرے کر کے عوامی شعور بیدار کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔خواتین کی مختلف تنظیمیں اور انسانی حقوق کے تحفظ سے متعلق ادارے بھی خواتین پر ظلم کے خلاف ایک لگاتار جنگ چھیڑنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔لیکن اس میں کامیابی اس لئے نہیں مل پارہی ہے کہ خود خواتین میں اپنے حقوق کے تئیں صحیح شعور پیدا نہیں ہوا ہے۔ وہ استحصال کو آزادی سمجھنے لگی ہیں۔اس لئے مختلف انداز سے عورتوں کو ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔جنسی حملوں سے لے کر زنا کاری، ستی اور جبر کے لئے عورتوں کو مار ڈالنے کی وارداتیں ہر روز اخبارات کی زینت بنتی ہیں۔روپ کنور کا ستی کیس ہو کہ ومِلا چودھری کو زندہ جلانے کا واقعہ، ایسے موقعوں پر مختلف ذرائع ابلاغ کے توسط سے عورتوں کے مسائل پر بڑے زور وشور سے آوازیں اٹھتی ہیں۔لیکن بدبختانہ واقعات کے چند دن بعد ہی یہ آوازیں اٹھ کر یا تو پھر دب جاتی ہیں یا پھر سیاسی رنگ اختیار کر لینے کے بعد پروپگنڈا تو خوب ہوتا ہے مگر مسائل کا ازالہ ہوتا نظر نہیں آتا۔

جس طرح ہندوستانی سماج نے مغرب کی اندھی تقلید کو اپنا وطیرہ بنالیا اس سے مسلم معاشرہ بھی مبرا نہیں ہے۔آج مسلم معاشرے میں خواتین کو جو مقام دیا گیا اس پر ایک سوالیہ نشان لگا ہوا ہے۔اپنی نادانی کی وجہ سے مسلم خواتین بھی اس مغربی تہذیب کی اسیر ہوتی جارہی ہیں جسے اہل ملک کی خواتین نے اپنا کر اپنا کوئی وقار باقی نہیں رکھا۔ یہ عجیب المیہ ہے کہ جو برائیاں اور جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خرابیاں ہندوستانی خواتین میں سرایت کر چکی ہیں، مسلم خواتین کی بھی کم وبیش یہی صورتحال ہے۔ دنیا کے رخ پر چلنے کے شوق نے مسلم خواتین سے ان کا وہ زیور حیا چھین لیا جو ان کی شانِ امتیازی تھا۔ دین سے دوری اور تعلیمی بیزاری کی وجہ سے مسلم لڑکیاں اسلام دشمن عناصر کے ہاتھوں لگ جاتی ہیں اور پھر اسلام کے خلاف ان کے بیانات نمایاں انداز میں میڈیا میں اچھالے جاتے ہیں۔

میڈیا کے جھوٹے پروپگنڈے سے متأثر ہوکر ان کا Mind set بدل جاتا ہے۔ اسلام دشمن اور مسلم دشمن طاقتیں مظلوم مسلم عورتوں کی شناخت کر کے ان سے ہمدردی کا ناطہ جوڑتی ہیں اور انہیں مسلمانوں کے مدمقابل کھڑا کر دیتی ہیں۔ ہمیں اس تلخ حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ مسلم معاشرہ بھی اس وقت افراط وتفریط کا شکار ہے۔ عورتوں کے حقوق کے معاملے میں ہمیں حقیقت پسندی سے کام لینا چاہئے ان کو جو حیثیت اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے اسے تسلیم کرنا چاہئے اور ان کے شرعی حقوق اور آزادی پر کوئی قدغن نہیں لگانا چاہئے۔ مسلمان اگر اپنے معاشرے میں خواتین کو ان کا صحیح مقام بحال کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو مغربی دنیا کی ساری ملمع کاری یکلخت ختم ہوسکتی ہے اور دنیا والوں کے سامنے ایک مثالی معاشرہ کا عملاً قیام عمل میں آسکتا ہے۔ عورتوں کے حقوق کے معاملے میں یہی بات سامنے آتی رہی کہ وقتی طور پر عورتوں پر ہونے والے مظالم کی شاخیں کاٹ کر پھینکنے کی کوششیں مختلف سطحوں پر ہوتی رہیں لیکن مظالم کو جڑ سے اکھاڑنے کا کام اس لئے نہیں ہوسکا کہ اس کا کوئی عملی خاکہ ان مصلحین کے سامنے نہ رہا جسے وہ روبہ عمل لاکر خواتین کو مغرب کے استحصال کے چنگل سے نکال سکیں۔

اکیسویں صدی کے اس دور میں جب کہ پوری دنیا خواتین کے استحصال کے خلاف کمربستہ ہوتی نظر آرہی ہے ضرورت ہے کہ عصر حاضر کے تقاضوں کے تحت خواتین کو مغرب کی ذہنی غلامی کے شکنجہ سے آزاد کرانے کے لئے اصل سرمایۂ حیات سے واقف کرایا جائے۔ اسلام ہی وہ آفاقی مذہب ہے جس کی روشنی میں ساری انسانیت اپنے مسائل حیات کا اطمینان بخش حل تلاش کرسکتی ہے۔ جبر واکراہ کے بغیر وہ اس حیات بخش پیغام سے وابستہ ہوکر ہر قسم کے استحصال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اپنے آپ کو بچا سکتی ہے۔ اسلام کا تصور مساوات مرد وزن انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہے۔ جب کہ مغرب کا تصورِ مساوات معاشرہ کو عریانی اور فحاشی کی طرف لے جاتا ہے۔ دور جدید کی عورت کی بدنصیبی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہے۔ بدقسمتی سے مسلم خواتین بھی تہذیب جدید کی مصنوعی چمک دمک سے متأثر اور مرعوب ہوکر اسلام کے آب حیات پر مغربی تہذیب کے زہر ہلاہل کو ترجیح دینے لگیں۔ اسلام کی روشن شاہراہ کو چھوڑ کر مغرب کی تاریک پگڈنڈیوں میں ٹھوکریں کھانا اپنے لئے باعث افتخار سمجھنے لگیں۔ دور جدید کی مظلوم انسانیت کی خیرخواہی کا حق ادا کرنا تو کجا خود وہ اپنے نفع وضرر کا فیصلہ نہ کرسکی۔ مغرب کے بڑھتے ہوئے ظلم کے گرداب سے نکلنے اور انسانی معاشرہ میں اپنے لئے عزت وسربلندی کے حصول کے لئے خواتین کو بہرحال خدائی تعلیمات کی روشنی میں ہی اپنی زندگی کی سمت سفر متعین کرنا ہوگا۔ انسانیت کی معراج اور قوموں کے عروج کے پس پردہ بھی یہی اہم راز رہا کہ خالق کائنات کے عطا کردہ اصولوں پر جو گروہ گامزن رہا اسے کامیابی اور سربلندی ملتی رہی اور جس نے اس صراط مستقیم سے انحراف کیا وہ تباہی کے دلدل میں پھنستا چلا گیا۔ اس لئے یہ کہنا از حد ضروری ہے کہ سوائے اسلام کے کوئی اور مذہب اور دھرم، ازم اور نظریہ، تہذیب وتمدن عورت کو وہ وقار اور مقام نہیں دے سکا جو اسلام نے چودہ سو سال پہلے عورت کو عطا کیا ہے۔ اسی لئے خواتین کے استحصال کے سدباب کے لئے مغربی دنیا کے ظلم وستم کی داستان کا اختتام ناگزیر ہے اور اسلام کے سائے رحمت میں عورت کو لانا وقت کا اہم تقاضا ہے۔

میں اپنے اس مقالے کو حکیم الامت شاعر مشرق علامہ اقبال کے ان اشعار پر ختم کرتا ہوں۔ علامہ نے مارچ ۱۹۰۷ء میں مغربی تہذیب کے پرخچے اڑاتے ہوئے کہا تھا کہ:

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا، عام دیدار یار ہوگا
سکوت تھا پردہ دار جس کا وہ راز اب آشکار ہوگا
گزر گیا اب وہ دور ساقی کہ چھپ کے پیتے تھے پینے والے
بنے گا سارا جہاں میخانہ، ہر کوئی بادہ خوار ہوگا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اقبال آگے بڑھ کر اہل مغرب کو چیلنج کرتے ہیں کہ:

دیارِ مغرب کے رہنے والو، خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو، وہ اب زرِ کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہوگا

مغربی دنیا کے آزادیِ نسواں کے دلفریب نعرے سے متأثر ہوکر جو خواتین بے قید آزادی کی دلدادہ ہوگئی ہیں اور مغربی تہذیب کے زلف کی اسیر ہوگئی ہیں انہیں مخاطب کرتے ہوئے علامہ اقبال نے ''آزادیِ نسواں'' کے عنوان کے تحت خطاب کرتے ہوئے ''ضربِ کلیم'' میں کہا کہ:

اس بحث کا کچھ فیصلہ میں کر نہیں سکتا
گو خوب سمجھتا ہوں کہ یہ زہر ہے، وہ قند
کیا فائدہ کچھ کہہ کے بنوں اور بھی معتوب
پہلے ہی خفا مجھ سے ہیں تہذیب کے فرزند
اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش
مجبور ہیں، معذور ہیں، مردانِ خرد مند
کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ
آزادیِ نسواں کے زمرد کا گلوبند؟

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواتین کا استحصال-مغربی دنیا کے خصوصی حوالے سے

سیدہ عقیلہ خاموشی ☆

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين أما بعد! فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم.

"يا أيها الذين آمنوا إن تطيعوا فريقا من الذين أوتوا الكتاب يردوكم بعد إيمانكم كافرين" (آل عمران/۱۰۰)۔

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم ان اہل کتاب میں سے ایک گروہ کی بات مانی تو یہ تمہیں ایمان سے کفر کی طرف پھیر لے جائیں گے۔

اور محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من تشبه بقوم فهو منهم** (جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی وہ ان ہی میں سے ہوگا)۔

جہاں تک حقوقِ نسواں کا تعلق ہے تاریخ اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتی کہ حقوق نسواں کے تعلق سے فکر کرنے والی پہلی شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

طبقہ نسواں پر ہونے والی نا انصافیوں پر آواز اٹھانے والی پہلی آواز لسان حبیب خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

حقوق نسواں مرتب کرنے والی پہلی شخصیت آقائے دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

حقوق نسواں کو ادا کرنے کی تحریک کی بنیاد سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

☆ نائب صدر تنظیم بنت حرم، رکن مسلم پرسنل لا بورڈ، حیدرآباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ہے۔

خواتین کے حقوق کو ادا کرنے، رب کا خوف دلانے والی ہستی کوئی اور نہیں بلکہ خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

میں زور دے کر کہوں کہ حقوق نسواں کو عمدگی سے ادا کر کے دنیا کے سامنے نمونہ پیش کرنے والی مبارک اور قابل تقلید شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، چنانچہ فرمایا ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور تم میں بہتر اخلاق والا وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے اچھا ہو، اور تم سب میں گھر والوں سے اچھا رہنے والا میں ہوں''۔

ان تمام باتوں کو تاریخ نہ صرف جانتی ہے بلکہ مانتی بھی ہے؛ چنانچہ Womens Rights کے عنوان کے تحت Wicipedia کے ایک Page میں "Reforms Under Islam" کے تحت ان امور کا اعتراف کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ 661-610ء کے دوران خواتین کے قانون کی تدوین کرنے، عمل کرنے اور عمل کروانے کی بہترین کوشش ہوئی اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ 622ء میں جو مدینے کا منشور بنا اس میں خواتین کو شادی، طلاق، وراثت کے علاوہ دیگر قانونی حقوق بھی دیئے گئے جبکہ دنیا میں کسی بھی مقام پر کوئی بھی شخص اس بارے میں فکرمند نہیں نظر آتا۔

مغربی ممالک میں عورت کا حال بندھوا مزدور سے بھی بدتر تھا، ۱۲ ویں صدی میں English Common Law وجود میں لایا گیا اور مغرب کے زیادہ تر ممالک میں نافذ کیا گیا جس میں قانونی طور پر مرد اور عورت کو برابری کا درجہ حاصل نہ تھا۔ شادی کے وقت عورت کے پاس جتنی بھی جائیداد ہوتی مرد اس کا حقدار ہو جاتا اور وہی اس کا ذمہ دار ہو جاتا۔ عورت کو اپنی کمائی پر اختیار وحق حاصل نہ تھا۔ ان حالات میں مرد اگر لاپرواہ ہو، بد دیانت ہو تو عورت کی زندگی کتنی اجیرن بن جاتی اور مرد کے انتقال کر جانے کی صورت میں عورت کس طرح کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتی، ان حالات کو صدیاں بیت گئیں، عورت مغرب کے اس غیر منصفانہ اصول کی وجہ سے صدیوں جانوروں کی سی زندگی گزارتی رہتی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۸ویں صدی میں فرانس کے انقلاب کے بعد فرانس کے قوانین کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے De Gauges نے کہا کہ فرانس کے قوانین کے تحت دی جانے والی سزائیں تو مرد اور عورت دونوں کے لئے برابر ہیں لیکن ان کے حقوق میں یکسانیت نہیں ہے۔

۱۸۴۰ء میں USA اور UK میں چل رہی تحریکوں کی وجہ سے Married Womens Property Act پاس کیا گیا جس نے شادی شدہ خواتین کو اپنی جائیداد اپنے نام رکھنے کا حق دیا۔

۱۹ویں صدی میں John Stam mil لکھتا ہے کہ ہم سے یہ مسلسل کہا جاتا ہے کہ ہماری تہذیب ہمارے مذہب میں خواتین کے لئے انصاف پر مبنی اصول مہیا کئے گئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ بیوی اور بندھوا مزدور کے درمیان کوئی فرق نہیں؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک Bounded Labour سے بدتر حال ایک بیوی کا ہے۔

فرانس میں بھی شادی شدہ خواتین پر بہت سی پابندیاں عائد تھیں؛ یہ تو صرف ۱۹۶۵ء کی بات ہے کہ شادی شدہ خواتین کو کچھ حقوق دیئے گئے۔

خواتین کو حق ووٹ کا مطالبہ حاصل کرنے کے لئے جو تحریکیں چلیں جن کو Suffrage بھی کہا جاتا ہے، ان کی وجہ سے ۲۰ویں صدی میں ۱۹۲۰ء سے ۱۹۸۴ء تک مختلف ممالک میں خواتین کے ووٹ دینے کے حق کو تسلیم کیا گیا۔

۱۹۶۰ء تک بھی کئی مغربی ممالک میں خواتین کو Equal Civil Rights حاصل نہ تھے۔

۱۹۷۰ء میں Equal Rights Amendmemt تحریک چلائی گئی جس کے نتیجہ میں 22 March 1972 نے اس کو پاس کیا جس میں کہا گیا کہ "Equality of Rights shall not be denied an accoint of sex" لیکن ۱۹۸۲ء تک بھی پورے States اس کو نافذ کرنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔

۱۹۴۸ء میں Universal declaration of Human Rights جاری کیا گیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس میں کہا گیا کہ Human Rights کا مطلب ہے Gender Equality؛ لیکن ۲۰ ویں صدی میں کئے گئے اعداد وشمار کے مطابق امریکہ میں جملہ ڈاکٹرس کا صرف 5% خواتین ڈاکٹرس تھیں، سال ۲۰۰۵ء میں ۱۱۸۱ خواتین کا قتل ان کے Life Partners نے کئے جس کی یومیہ اوسط تین ہے۔

اور 40, 80,000 شوہروں نے بیویوں کو زدوکوب کیا، 2,32,960 خواتین جنسی ہراسانی کا شکار ہوئیں جس کا اوسط فی یوم ۶۰۰ ہوتا ہے۔

National Organization for Women کا کہنا ہے کہ Domestic Violence سے متاثرہ خواتین کے علاج کے لئے 8.3 billian Dollar درکار ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ۱۸ ویں صدی میں رونما ہوئے صنعتی انقلاب کی وجہ سے پرفریب نعروں کے ذریعہ خواتین کو گھر سے نکل کر کم اجرت پر کام کرنے کی کامیاب ترغیب دلائی گئی اور اس طرح خواتین کے استحصال کا سلسلہ زور پکڑتا گیا۔

یہاں تک کہ اپنے Products کو فروخت کرنے کے لئے عورت کو عریاں کر کے اشتہارات کی اجرائی عمل میں لائی گئی۔

اس طرح سرمایہ دارانہ نظام نے اپنے منافع کو بڑھانے کے لئے عورت کو اس کی صنفی صلاحیتوں سے بری کر دیا۔ جس سے خاندانی نظام بکھر کر رہ گیا ہے، نئی نسلیں Family life سے کترا رہی ہیں جس کی وجہ سے آبادی کے تناسب میں گراوٹ آتی جارہی ہے۔ اعداد بتاتے ہیں کہ امریکہ میں روزانہ 7000 شادیاں ہوتی ہیں جن میں سے 3300 بہت ہی جلد ختم ہو جاتی ہیں، اس پس منظر میں امریکی کالم نگار Bean wine Burg اپنی کتاب پہلی عالمی قوم میں لکھتا ہے کہ ”یہ فرض کرنے کی بے شمار وجوہات ہیں کہ آنے والے دور میں مسلمانوں کے اثر ورسوخ میں اضافہ ہوگا جس کا ایک سبب دنیا بھر میں مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ ہے، اس بات کو لے کر نہ صرف مغربی ممالک بلکہ اسرائیل بھی پریشان ہے اور اس کا وزیر اعظم شمعون نے کہا کہ اسرائیل کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آبادی جس رفتار سے کم ہورہی ہے اگر یہی حال رہا تو بڑے قومی نقصان کا سامنا ہوگا''۔

مادہ پرستی کی ترقی کے باوجود مغربی اقوام ذہنی کرب واذیت کی زندگی گزار رہے ہیں، اس کا ثبوت یہ ہے کہ ماہر نفسیات سے وقت لینے کے لئے مریض کو ڈیڑھ تا ۲ ماہ کا وقت درکار ہوتا ہے۔ نئی نسلیں Depression کا شکار ہوکر Drugs کے عادی بن گئے ہیں، ۲۰ لاکھ نوجوانوں نے اپنے جسموں کو زخمی کرکے سکون حاصل کرنے کی کوشش کی اور ان میں ۹۹% خواتین ہیں۔

Scandanevia کے ممالک میں سردی سخت ہونے کے باوجود Air Hostess کو ان کی مرضی کے خلاف منی اسکرٹ پہننا پڑتا ہے۔

Germany میں ہر سال 40,000 عورتیں گھریلو تشدد کا شکار ہوتی ہیں، اسی یہی استحصال وتشدد، ظلم وزیادتی اور ناانصافی کی وجہ سے کئی خواتین داخل اسلام ہوکر امان پارہی ہیں جن کا اوسط روزانہ ۱۰۰ کو پار کررہا ہے۔

ایک امریکی ایکٹرس Sara Booter اپنے داخل اسلام ہونے کے واقعہ کو قلم بند کرتے ہوئے مضمون لکھتے ہوئے کہتی ہیں کہ:

Why I shed Bikini for Hijab - The New symbol of Liberation because bikini gone libration from saul and Hijab liberation from aye catchess

یہ حقائق ہمارے لئے خصوصاً خواتین کے لئے سامان عبرت بنے، اس نظام سے ہماری نفرت اور بڑھے اور ہمارے دین کی عظمت اور بڑھے، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے شریعت محمدیؐ کی شکل میں ہم کو پاکیزہ اور کامل نظام حیات عطا کیا۔

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے مغربی تہذیب کی تباہ کاریوں کا اندازہ لگا کر ہی کہا تھا کہ:

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زوجین کے مسائل اوران کا شرعی حل

پروفیسر شاہد علی عباسی

بسم الله الرحمن الرحيم، الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلٰى آله وصحبه أجمعين اللهم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه۔

بزرگو! دوستو! بہن اور بھائیو! مجھے مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی دامت برکاتہم نے حکم دیا تھا کہ ''اسلام کا خاندانی نظام قرآن وحدیث کی روشنی میں'' اس موضوع پر کچھ لکھئے، میں نے طالب علم ہونے کے ناطے طالب علمانہ مواد کچھ جمع کیا ہے مگر آج جب ڈاکٹر فہیم اختر ندوی صاحب کا عالمانہ محققانہ مقالہ سنا، ڈاکٹر مسعود علی خانصاحب کا دلچسپ خطاب سنا اور اسلام الدین مجاہد صاحب کا جوشیلا، خون کو گرما دینے والا ایک انداز دیکھا تو محسوس ہوا کہ ذرا سا اپنے موضوع سے ہٹ کر نفسیاتی پہلو یا اس کے وجوہات واسباب پر کچھ روشنی ڈالوں، خاندان کی تعریف مولانا فہیم اختر صاحب کر چکے ہیں اس لئے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں، آج کا معاشرہ ایک عجیب بحران سے گزر رہا ہے اور معاشرہ کے افراد کو خود نہیں معلوم کہ کہاں جارہے ہیں، باقی ہم سب جانتے ہیں کہ ''**هو الأول والآخر والظاهر والباطن**'' اللہ ہی اول ہے، اللہ ہی آخر ہے، لوٹ کر ہم کو اسی کی طرف جانا ہے، چنانچہ قرآن مجید کی آیات میں جو آیت سب سے اخیر میں نازل ہوئی اس کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے، لیکن ایک خاصی تعداد اس کی قائل ہے: ''**واتقوا يوماً ترجعون فيه إلى الله**'' (اس دن سے ڈرو جس دن تم سب اللہ کی طرف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوٹائے جاؤگے) وہی قرآن ہم سے یہ بھی کہتا ہے "إن السمع والبصر والفؤاد كل أولئك كان عنه مسؤولاً" نگاہ، سماعت اور قلب ہر چیز کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا، آج جس بحران میں ہم مبتلا ہیں اس میں اگر ہم دیکھیں تو نظر کا بھی دخل ہے، سماعت کا بھی دخل ہے اور قلب کا بھی دخل ہے، اور اپنے وسیع تر معنی میں دیکھیں تو بہت دور تک بات جاتی ہے، میں اتنے آگے تک نہیں جاؤں گا۔ ایک دوڑ لگی ہوئی ہے، اقتدار کی کرسی تک پہنچنے کے لیے زیادہ سے زیادہ شہرت کمانے کے لیے جماعتی حیثیت اپنی بلند سے بلند تر کرنے کے لیے مسابقت جاری ہے کل ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا ہم نہیں جانتے، لیکن دین ایک ایسا نام ہوگیا ہے، شریعت ایک ایسا لفظ ہوگیا ہے جس کے نام پر دنیا بٹوری جارہی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، مسلمانوں کو اس لعنت سے محفوظ رکھے۔

بزرگو اور دوستو! ہم کو بتایا گیا "كلكم بنو آدم وآدم من طين أو كما قال عليه الصلوٰة والسلام" تم سب کے سب اولاد آدم ہو اور آدم کی حقیقت مٹی ہے، آدم مٹی سے تخلیق کیے گئے ہیں، ہم بھول جاتے ہیں کہ اسی مٹی سے ہماری تخلیق ہوئی ہے اور اسی مٹی میں ہم کو جانا ہے اور اسی مٹی سے ہم کو دوبارہ اٹھایا جائے گا، اور اس روز جب کوئی ہمارا سفارشی آگے نہیں بڑھ پائے گا، ہماری زبانوں پر مہر لگا دی جائے گی، اعضاء کو قوت گویائی دی جائے گی اور اعضاء چونکہ جہنم کی طرف لے جانے والے اعمال ان سے سرزد ہوئے ہیں نفس کے اکسانے پر لہٰذا ہمارے خلاف شہادت دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے اور شہادت دیں گے، اللہ محفوظ رکھے ہم سب کو "اللهم أعاذنا الله منها" میں دراصل چاہتا ہوں کہ پہلے خاندان میں جو بگاڑ آرہا ہے یا خاندان کی وجہ سے جو معاشرہ میں بگاڑ آرہا جو دنیا بھر میں جو بگاڑ پیدا ہوا ہے کسی ایک خاندان کے ٹھیک ہو جانے سے وہ بگاڑ ختم نہیں ہوگا، کسی ایک قوم کے معاشرہ میں اور وہاں کے نظام کے ٹھیک ہو جانے سے ساری اقوام درست نہیں ہوتیں بنیادی کردار مسلمانوں کا یہ ہے کہ ہم امت دعوت ہیں اور ہم امت استجابہ بھی ہیں، داعی بھی ہیں اور مدعو بھی ہیں، اس معنی میں کہ رسول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکرم ﷺ کا پیام ہم نے اپنے دل کو پہنچایا ہے جس میں کلمہ دل کی گہرائیوں کے ساتھ بالغ ہونے کے بعد کم سے کم ایک بار کہنا، ہر مسلمان کے لیے، ہر شخص کے لیے امام غزالیؒ کے مطابق واجب ہے، واجب العین ہے کہ کلمہ ہمارے دل کے اندر ہے یا دل کے باہر ہے، اگر کلمہ ہمارے دل کے اندر ہوتا تو شریعت کی تعظیم وتوقیر ہمیشہ ہمارے پیش نظر ہوتی، اگر کلمہ ہمارے دل کے اندر ہوتا تو ہر ہر شئ کے بارے میں ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں شریعت کے احکام معلوم کرنے کے لیے علماء سے ربط قائم کرتے، اگر کلمہ ہمارے دل کے اندر ہوتا تو بہت سا بگاڑ آج معاشرہ میں دکھائی دے رہا ہے یہ بگاڑ ہو ہی نہیں پاتا اگر کلمہ ہمارے دل کے اندر ہوتا تو ہم کسی پر نہ ظلم کرتے نہ ظلم ہوتا ہوا دیکھتے، اگر کلمہ ہمارے دل کے اندر ہوتا تو ہم مجسم دعوت ہوتے، مجسم ایمان ہوتے، اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی بھی توفیق عطاء فرمائے کہ کلمہ کے تقاضوں پر عمل کرنے والے بنیں، دیکھئے خاندان بنتا ہے شادی کے بعد، ماں وباپ اور بچوں کے ساتھ رہنے کے لیے اکائی بنتی ہے، مغربی طرز فکر نے ایک نیا نظریہ پیش کیا ہے جس میں ہر ایک اکائی اپنی جگہ الگ ہے، لڑکا جیسے ہی بالغ ہوا اس نے اپنے طور پر تعلیم طے کیے، محنت کرنا شروع کیا، کمائی اپنے ہاتھ سے کیا اور پھر اپنا گھر الگ جا کر بسالیا، ماں وباپ سے صرف اس کا رسمی تعلق قائم ہے، ابھی الحمدللہ مشرق میں یہ بات نہیں پیدا ہوئی ہے، مشرق میں اب بھی ماں وباپ اپنے بچوں کی تعلیم اور تدریس کی طرف توجہ کرتے ہیں اور جتنا ان کے بس میں ہوتا ہے اتنا کرتے ہیں، اور میں یہ عرض کروں کہ کم از کم ایک صاحب کو دیکھا کہ کسی طرح معمولی ملازم ہوتے ہوئے بھی انھوں نے اپنے لڑکے کو انجینیرنگ کی تعلیم دلائی اور وہ لڑکا آج امریکہ میں ہے، ماں باپ کو اس نے حج کرایا ہے، اللہ تعالیٰ اور لوگوں کو بھی اس کی سعادت دے، امریکہ جانے کو میں فخر کی چیز نہیں سمجھتا، لیکن اعلیٰ تعلیم سے آراستگی کے لیے اس شخص نے جو محنت کی اس کی داد نہ دینا ظلم ہے، آج اس کی ضرورت ہے کہ ہم اس پر غور کریں کہ شادیاں کس طرح طے پاتی ہیں اور اس سلسلہ میں اسلام کا کیا حکم ہے، بنیادی زور کس چیز پر دیا گیا ہے، اس سے پہلے مولانا کے مقالہ میں یہ بات آئی ہے کہ دینداری کو ترجیح دو،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینداری کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور چیز کی طرف توجہ دلائی ہے جس کا بالعموم تذکرہ نہیں کیا جاتا، میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس پر بھی آپ لوگوں کی توجہ دلاؤں، جس میں اللہ تعالیٰ نے روزوں میں رات میں باہمی ملاپ کو جائز قرار دیتے ہوئے آیت نازل فرمائی ہے، اس میں ایک ٹکڑا آیا ہے "**هن لباس لكم وأنتم لباس لهن**" (سورہ بقرہ:۱۸۷) کہ تمہاری ازواج وزوجات تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو)۔ لباس کس لیے پہنتے ہیں، لباس تحفظ کے لیے پہنا جاتا ہے، لباس تزئین وتجمل کے لیے پہنا جاتا ہے، لباس جسم کی موزونیت کے اعتبار سے تیار ہوتا ہے، لباس موسموں کے تغیرات سے حفاظت کے لیے پہنتے ہیں، اس کے علاوہ لباس سے اگر جسم میں کسی قسم کی تکلیف ہوتی ہے جیسے الرجی تو وہ لباس نہیں پہنتے ہیں، اتار دیتے ہیں، مطلب یہ کہ لباس کا آرام دہ ہونا ضروری ہے، آیت کے اس ٹکڑے میں اگر آپ دیکھیں تو موزونیت آپ کو ایک بنیادی شئ ملے گی، اس کے بعد دوسرے احکام اس کے ساتھ ملیں گے جب باہمی انتخاب ہو مرد وعورت کے ساتھ رہنے کے لیے تو ایسا نہ ہو کہ ماں باپ نے پسند کیا اور اولاد کو حکم دے دیا، کسی زمانے میں یہ ہوا کرتا تھا، آج یہ چیز نہیں ہو رہی ہے کہ پسند کر لیا اور کہہ دیا کہ فلاں جگہ اگر شادی کرو گے تو ہم شریک ہوں گے، ورنہ تم جانو تمہاری مرضی جانے ہم اس میں شریک نہیں ہوں گے، لڑکا مجبور ہو گیا اس نے شادی کر لی، اب اس کے بعد شادی کس طرح گزر رہی ہے، ماں باپ کو کوئی احساس نہیں کہ لڑکے کی زندگی ہم نے برباد کر دی نہیں سوچا کہ لڑکی موزوں ہے یا نہیں ہے اور چونکہ ایک لفظ نباہ بہت عام ہے شمالی ہند میں یہاں پر اتنا سننے میں نہیں آیا یہ کہ زندگی نباہنے کا نام ہے، نباہ کرتا رہے آدمی، ایک دوسرے کو گویا جھیلتا رہے کیوں جھیلے شروع میں ہی اگر محسوس کرتے کہ اگر دونوں ایک دوسرے کے لیے موزوں نہیں ہیں تو فیصلہ کر لیں علیحدہ ہو جائیں اور لڑکی کے لیے کوئی دوسرا موزوں شوہر مل جائے گا اور لڑکے کے لیے کوئی دوسری موزوں لڑکی مل جائے گی، نہیں یہ شرافت خاندانی کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی جھیلتا رہے، جھیلتا رہے، جھیلتا رہے اور اس کا اثر یہ پڑتا ہے کہ اولاد بھی اسی ماحول میں پیدا ہوتی ہیں اور اولاد پر بھی مختلف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفسیاتی الجھنیں اپنی جڑیں جمالیتی ہیں اور اس کا اثر دور تک پہنچتا ہے، تو سب سے پہلے تو موزونیت کا خیال رکھیں، یا شادی سے پہلے لڑکا لڑکی خود دیکھے۔

ظاہری حسن سے زیادہ ضروری ہے انسان کا کردار، انسان کی سیرت، اور اس سلسلہ میں بجائے اس کے کہ میں وہ چیزیں دہراؤں جن کو مولانا فہیم اختر ندوی، مجھ سے بہتر انداز سے بتا چکے ہیں، بعض ان امراض کی نشاندہی کروں جنہیں یا تو مرد مبتلا ہوتے ہیں یا عورتیں ہوتی ہیں، ان کو چھپانے کا اہتمام ہوتا ہے، شریعت کسی کا عیب اگر معلوم ہو تو بتا دینا ضروری کہتی ہے، لیکن دوست واحباب اہل خاندان خود اس کو چھپانے کا اہتمام کرتے ہیں جو کہ شرعاً معصیت ہے، کسی کو اگر مہلک اور متعدی مرض ہے یا کسی کو برص ہے، جنون ہے، جذام ہے یا عورتوں میں ایک طرح کی بیماری ہوتی ہے، بہت سارے امراض وہ ہوتے ہیں جو مرد وعورت دونوں میں برابر پائے جاتے ہیں (پتہ نہیں یہاں کہنا مناسب ہے کہ نہیں ہے) جیسے مردوں میں جس طرح نامردی ہوتی ہے اسی طرح عورتوں میں ایک مرض ہوتا ہے جسے Infetility انگلش میں کہتے ہیں، بہرحال انگریزی ہی لفظ ادا کروں گا یہاں پر، اگر اس طرح کی کوئی بات ہے تو پہلے ہی بتا دی جائے، تاکہ شادی نہ ہو مرد ساری زندگی بھگتتا رہے یا ایک جوا کا کھلاڑی ہے، معلوم ہوا کہ اس کا مزاج ہی بالکل مختلف ہے، تو اب ہر حال میں جھیلنا ہے جھیلے، یہ مسئلہ ہے، اسی طرح بعض مے خوار ہوتے ہیں، بعض لوگوں کی طبیعت میں آتش مزاجی ہوتی ہے، ذرا سی بات پر بالکل بھڑک اٹھتے ہیں بعض لوگ زبان دراز ہوتے ہیں، بڑوں کا، چھوٹوں کا، ساتھیوں کا آپس میں ایک دوسرے کا کچھ خیال نہیں کرتے، اسراف وتبذیر بعض لوگوں کی طبیعت میں ہوتی ہے، مرد ہو یا عورت، ہٹ دھرمی ہوتی ہے، ضد ہوتی ہے، بدکلامی ہوتی ہے، زبان پر کوئی جملہ بغیر گالی کے نہیں نکلتا، بعض لوگوں میں خودنمائی ہوتی ہے، بعض لوگوں میں عاشق مزاجی ہوتی ہے، ایک عورت یا ایک خاتون کے پیچھے نہیں بیک وقت مختلف جگہ حسن کے جلوؤں سے اپنی آنکھیں سینکتے ہیں، یہ سوچے بغیر کہ یہی آنکھیں جہنم میں پھر کس طرح سینکی جائیں گی، اس کا پہلے سے اندازہ کرلیں،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعضوں کی طبیعت میں آوارگی ہوتی ہے، تشدد ہوتا ہے، انتہا پسندی، بیکارگی، شہوانیت، حیوانیت، ایذا پسندی اس طرح کے بعض امراض ہوتے ہیں، اب چیز یہ ہے کہ اس طرح کی چیزیں اگر بتادی جائیں تو شادی کیسے ہو؟ یہ ایسے امراض ہیں جن کا علاج ممکن ہے، علماء کی صحبت اختیار کی جائے تو بہت سے امراض خود بخود چھوٹ جائیں گے۔

کسی شخص کو اگر اس طرح کی شکایت ہو تو اس کو دیکھا جائے اور ایسی دوائیں بتائی جائیں جن سے مزاج میں اعتدال پیدا اور جو اس کی وجہ سے بھٹکتا ہے اس کو سکون میسر ہوگا ان چیزوں کو سامنے رکھا جائے، جیسے اس سے پہلے بتایا گیا کہ موزونیت، دینداری، خوش خلقی، صبر وتحمل، تعلیم وتربیت، محنت پسندی، مزاجی ہم آہنگی یہ بہت ضروری ہے، مزاجی ہم آہنگی اگر نہ ہو تو پھر زندگی بھر پریشانی رہتی ہے، تھوڑا بہت اختلاف تو ہوتا ہی ہے، اس کے بعد اس اختلاف کو نظر انداز کرنا آدمی کے لیے آسان ہو جاتا ہے، لیکن اگر اختلاف اکثر چیزوں میں ہو، پسند ناپسند ہو تو دونوں کے لیے زندگی ایک طرح کی جہنم بن جاتی ہے، میں اس صاف گوئی کے لیے معذرت چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دو مقامات کے اوپر یہ فرمایا نکاح کا مقصد بیان کرتے ہوئے، ایک جگہ فرمایا: "لتسكنوا إليها" اور دوسری جگہ فرمایا: "وجعل منها زوجها ليسكن إليها" سکون، کیسا سکون؟ ایک جسمانی سکون ہوتا ہے، اگر صرف جسمانی سکون مطلوب ہو تو پھر قرآن مجید میں جو آیا ہے غیر مسافحات، محض شہوت رانی مقصود نہ ہو، تو جسمانی سکون تو حاصل ہوتا ہی ہے، لیکن اس سے زیادہ اہم ذہنی سکون ہے، روحانی سکون ہے، یہ سکون زیادہ اہم ہے، تو ان چیزوں میں ایک سلسلہ کی رعایت کرے، بہرحال وقت ہو گیا ہے، میں معافی چاہتا ہوں زیادہ وقت لینے پر اللہ تعالیٰ مقالہ نگار کو بھی ان چیزوں کو پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ واٰخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہیز کی رسم

جناب ڈاکٹر عبدالوحید صاحب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم أما بعد! بسم الله الرحمن الرحیم.

مجھے حکم تو یہ ہوا تھا کہ میں مغربی تہذیب کے تناظر میں عورتوں کے حقوق کے استحصال پر مقالہ لکھوں، اور میں نے مقالہ لکھا اور اس کا عنوان ہے ''مغربی تہذیب کے تناظر میں عورتوں کے حقوق'' اگر چہ وہ مقالہ میں نے پیش بھی کیا ہے، لیکن مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ کل اس موضوع کے اوپر کافی گفتگو ہو چکی ہے، تو بہت سارے پوائنٹس اس کے مکرر ہوں گے، اس کے ساتھ یہ بھی کہ اسکالرس وہ اپنے ساتھ ضمانت کے طور پر لے کر چلتے ہیں، اس لئے میرا یہ دوسرا مقالہ ہے جو ہندوستان میں رسم جہیز پر ہے، اور میں نے اس کی کاپی دیدی ہے، چونکہ میرا مقالہ ہندوستان میں رسم جہیز کے اوپر ہے اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ بحث میں رسم جہیز کا ذکر آیا ہے، اس پر کہیں کہیں چھوٹی سی گفتگو بھی ہوئی ہے، لیکن مرتب اور منظم طریقے سے اس پر گفتگو نہیں ہوسکی اور یہ رسم عورتوں کے حقوق کے استحصال کی بہت حد تک ہندوستانی سماج میں ذمہ دار ہے، اس کے بارے میں آپ کے سامنے اپنے خیالات پیش کروں اور ہندوستانی سماج میں رسم جہیز اور عورتوں کے حقوق کے استحصال کے اوپر اظہار خیال کروں اور میری بحث بالکل علم العمرانیات یعنی کہ سوشولوجی کے پس منظر میں ہو، ہندوستانی سماج میں رسم جہیز کافی قدیم ہے، لیکن پورے ہندوستان میں یا اس خطۂ تہذیب میں جس میں پاکستان، بنگلہ دیش بھی شامل ہے وہ سب جگہ یکساں نہیں ہے، ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں اور ایک ہی علاقے میں ایک قوم یا ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برادری یا ایک طبقے سے دوسری برادری یا طبقے میں اس کی نوعیت، اس کا چلن الگ الگ ہے بہرکیف اس رسم سے کافی پریشانیاں ہوئیں، عورتوں کے حقوق کا استحصال ہوتا رہا، لیکن سب سے پہلے ہندوستانی گورنمنٹ نے آزاد حکومت نے اس کو محسوس کیا اور ۱۹۴۱ء میں ایک ایکٹ پاس کیا، اس کے بعد اس کے اندر مزید ترمیم بھی کی گئی، یعنی کچھ کو مشکل سزا دینا اور دوسرے ریزولوشن ۱۹۸۴ء ۱۹۸۶ء میں پاس ہوئے۔ اور آج ہمارے پاس کم سے کم پچاس سال ہو گئے ایک قانون ہے جہیز مخالف، ہزاروں کی تعداد میں اور دوسرے ریزولوشن کام کر رہے ہیں، جہیز کے خلاف، باقی اور پنسن ہموار کی جاتی ہے، لیکن اس کے باوجود آپ دیکھتے ہیں کہ جہیز کا چلن روز بروز بڑھتا چلا جا رہا ہے، کم نہیں ہو رہا ہے، اور اس کے لیے ظلم وستم کی اتنی کہانی ہے کہ ان کے اعداد وشمار دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہے، صرف ایک جملہ میں کہوں گا کہ ہندوستان کے معروف و مشہور ماہر سماجیات پروفیسر ایمن شریواس نے کہا کہ جہیز بیسویں صدی کی ستی ہے، اس سے آپ اس بات کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کے ظلم وستم کی داستان کتنی گہری ہے اور کتنی اس کی نوعیت ہے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی یہ کیا رسم ہے کہ جس کے خلاف قانون بنائے جاتے ہیں، رائے عامہ ہموار کی جاتی ہے، لیکن اس کے باوجود بھی یہ رکنے کا نام نہیں لیتی ہے اور روز بروز بڑھتی چلی جاتی ہے، علم سماجیات کے لحاظ سے جب بھی کبھی ایسی کوئی رسم ہوتی ہے تو اس کی جڑیں سماج میں بڑی گہری ہوتی ہیں، یعنی سماج کے دوسرے اداروں تک اس کی جڑیں ہوتی ہیں، یا دوسرے سماجی ادارے جو میرج ہوں اور دوسری چیزیں ہوں وہ اس کو تقویت دیتے ہیں، کسی چیز کے اوپر کون سے سماجی عوامل ہیں، وہ کونسے سماجی اسباب ہیں جن کی وجہ سے رسم جہیز کتنی مضبوط ہے کہ جس کو ہم توڑنا چاہ رہے ہیں ٹوٹ نہیں رہی ہے جس کو ہم روکنا چاہ رہے ہیں رک نہیں رہی ہے اور یہ ہندوستان کی اب کسی ایک قوم میں نہیں ہے، بلکہ پورے خطہ میں ہے ہر قوم میں موجود ہے، اس کے اوپر میں نے اپنے کچھ خیالات کا اظہار کیا ہے، تین حصوں میں مضمون ہے (۱) جہیز کی تعریف کیا ہے؟ انگریزی میں جس لفظ کو Doury (ڈاوری) کہتے ہیں دوسری چیز یہ ہے کہ اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سماجی عوامل ہندوستانی سماج میں کیا ہیں؟ اور تیسرے اس میں بہت ہی اختصار کے ساتھ کہ مسلمانوں میں اس کے چلن کی کیا نوعیت ہے؟ اس مضمون کے اتنے حصے ہیں، اصطلاحیں بہت اہم ہوتی ہیں اور جب تک ہم اصطلاحوں کو نہیں سمجھ پاتے ہیں تب تک ہم اس کو بھی نہیں سمجھ سکتے، تو کبھی ہم اس کے لیے لفظ جہیز بولتے ہیں کبھی دہیز بولتے ہیں، اور بھی بہت سے الفاظ موجود ہیں، انگریزی میں اس کو Doury (ڈاوری) کہتے ہیں۔

دنیا کی ہر تہذیب میں یہ بات حقیقت ہے کہ شادی کے وقت تحفے اور تحائف پیش کیے جاتے ہیں اور قبول کیے جاتے ہیں، کوئی بھی ایسی تہذیب نہیں ہے کوئی بھی ایسا سماج نہیں ہے کہ جس میں شادی کے وقت تحفے تحائف پیش نہ کیے جاتے ہوں اور قبول نہ کیے جاتے ہوں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان تحفے تحائف کو دو بڑی قسموں میں بانٹا ہے: ایک کو انھوں نے ڈاوری اور دوسرے کو برائٹ پرائز یا برائٹ کہا ہے، ڈاوری وہ تحفے تحائف ہیں جو لڑکی کے والدین شادی سے پہلے شادی کے وقت یا شادی کے بعد لڑکے اس کے والدین اس کے عزیز و اقارب کو پیش کرتے ہیں، اور اس کے بالکل برعکس برائٹ پرائز ہے، اس میں مہر شامل نہیں ہے، ڈاوری میں مہر شامل نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مہر کی حیثیت خود ہوتی ہے، جب کہ اصولی طور پر جہیز کی بھی حیثیت اور حقیقت ہوتی ہے، لیکن پریکٹیکلی ایسا نہیں ہوتا، برائٹ پرائز میں جو تحفے تحائف ہوتے ہیں اس کی آنرشپ ملکیت لڑکی کے والدین کی ہوتی ہے، تو مہر کے بارے میں بہت سارے لوگ کنفیوز ہوتے ہیں، مہر نہ تو ڈاوری میں آتا ہے، نہ برائٹ پرائز میں آتا ہے، یہ الگ چیز ہے اس کی ملکیت کے معاملہ بھی الگ ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا جہیز ڈاوری ہے جو لفظ عربی کا ہے اور وہی یہاں پر مستعمل ہے، کہیں دہیز (جہیز) ہے کہیں دان دہیز (جہیز) ہے، کیا یہ ڈاوری ہے؟ بالکل نہیں ہے، جہیز کا لفظ ان تحفے تحائف کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو محبت کی خاطر لڑکی کو وداع کرتے وقت اپنی صوابدید کے مطابق پیش کیا جائے، آپ غور کیجئے کہ اگر کوئی بھی تحفہ شادی کے وقت لڑکی کو صرف محبت کے لیے پیش کیا جاتا ہے تو اس کو انگریزی میں برائٹ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرائز کہا جاتا ہے، اس کے لیے ڈاوری کا لفظ نہیں ہے، لفظ ڈاوری اس وقت استعمال ہوتا ہے جب ان تحفے تحائف کو پیش کرنے میں جبر شامل ہو، تو وہ تحفے تحائف جو شادی کے وقت لڑکی کو دیئے جاتے ہیں یا اس کے دولہا کو دیئے جاتے ہیں یا اس کے عزیز واقارب کو دیئے جاتے ہیں وہ ڈاوری بن جاتے ہیں اور اگر ایسا نہیں تو اس سے پہلے وہ پرائز ہے تو اب وہ کیا ہے؟

عام طور سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جب چیزوں کی ڈیمانڈ کی جائے تو ایسی چیزوں کو ہم براہ راست کورشن کہتے ہیں، ڈائریکٹ کورشن، لیکن ایک طریقہ ان ڈائریکٹ کورشن کا ہوتا ہے، ان ڈائریکٹ کورشن ڈاوری کے لیے استعمال کر رہا ہوں، جہیز کی لڑکے والا ڈیمانڈ نہیں کر رہا ہے، لیکن پھر بھی لڑکی کے والدین کچھ ان کو دیدیتے ہیں جو دیکھے نہیں جاسکتے، کچھ ان ڈائریکٹ کورشن کی وجہ سے بحالت مجموعی وہ جہیز دیتا ہے، وہ ان ڈائریکٹ کورشن کیا ہوتے ہیں وہ ان ڈائریکٹ کورشن اس بات کے ہوتے ہیں کہ اگر میں نے پہلی لڑکی کی شادی میں جہیز نہیں دیا تو دوسری کا پیغام نہیں آئے گا، اور اگر میں نے اپنی لڑکی کو بغیر جہیز کے وداع کیا تو سماج میں میری عزت نہیں رہے گی اسی طرح شادی ایک بہت ہی عظیم موقع ہے جہاں سے مجھے اپنی دولت کی اور اپنے منصب کی نمائش کرنا ہے، یعنی کہ ڈیمانڈ لڑکے والے کی طرف سے نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود بھی جو ان ڈائریکٹ کورشنز ہیں وہ موجود ہیں، تو ہم ڈاوری کی جو تعریف کرتے ہیں وہ یہ نہیں کرتے ہیں کہ شادی سے پہلے شادی کے وقت شادی کے بعد وہ تحفے تحائف جو لڑکی کے والدین اس کے عزیز واقارب اس کے دولہا کو اس کے والدین کو یعنی لڑکے کے والدین دینے کے لیے مجبور ہوتے ہیں بلکہ کورشن ان کے اوپر ہوتا ہے اس کو ہم ڈاوری کہتے ہیں، یہ تشریح ذہن میں ہونا چاہیے اور کورشن دونوں طریقے کے ہوتے ہیں، ڈائریکٹ کورشن ان ڈائریکٹ کورشن یعنی کہ جبر اب ان ڈائریکٹ کورشن مختلف سماج میں ہندوستان کی مختلف قوموں میں مختلف علاقوں میں الگ الگ نوعیت ہوگی کی کہیں پر ڈائریکٹ کورشن زیادہ ہو چکا ہوگا، کہیں پر ان ڈائریکٹ کورشن ہے، کہیں پر ان کی نوعیت کم ہوگی وغیرہ وغیرہ، لیکن کورشن کسی نہ کسی طرح سے موجود ہے اور اس کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب ہم تجزیہ کرتے ہیں کہ وہ عوامل کون سے ہیں؟ جن کی وجہ سے اس رسم کی شروعات ہوئی، ان کا فروغ ہوا اور آج بھی روز بروز بڑھتی چلی جارہی ہے، تو سب سے پہلی جو چیز آتی ہے وہ ہندوستان کے سماج کی شادی کا نظام (یعنی ہندوؤں کی شادی کا جو نظام ہے) مجموعی اعتبار سے دو باتیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں ایک چیز تو یہ ہے لاڈمروں کے مطابق ہندوؤں میں آٹھ طریقے کی شادیوں کو تسلیم کیا گیا، منوسمرتی کے مطابق شادی کا جو نظام اور میرج سسٹم ہے اس کی تین بڑی اہم خاصیتیں ہیں ان میں ایک ہے کنیادان، دوسری ہے ورد کچھنا اور تیسری ہے استری دھن یہ اس وواہ کی خاصیتیں ہیں، کنیادان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس میں ماں و باپ اپنی بیٹی کا دان کرتے ہیں، یعنی میں نے اپنی بیٹی آپ کو گفٹ کردی، جب کوئی چیز آپ نے گفٹ کردی تو اس کا تعلق آپ سے نہیں رہا، اس لیے اس شادی کی وجہ سے لڑکی کا تعلق شادی کے بعد اپنے ماں باپ کے خاندان سے ہمیشہ کے لیے ٹوٹ جاتا ہے، اور لڑکے کے یعنی شوہر کے خاندان سے ہمیشہ کے لیے جڑ جاتا ہے، یہ چیز اسلام میں نہیں ہے، جب کنیا کو یہ گفٹ دی جاتی ہے تو اس کے ساتھ میں ورد یعنی کہ دولہا کو کچھ دکچھنا بھی دی جاتی ہے، یعنی ایک تو لڑکی کو گفٹ دیا، اس کے بعد اس کو کچھ دکچھنا بھی دی جاتی ہے، یعنی کہ اس کو تحفے تحائف دیئے جاتے ہیں اور ساتھ ہی میں لڑکی کو استری دھن دیا جاتا ہے، یعنی لفظ ڈاوڑی کے لیے ہندوؤں کے خواص میں آج بھی جو لفظ مستعمل ہے وہ استری دھن ہے، تو یہ تین چیزیں ہیں، اسی ورد کچھنا اور استری دھن کی جوت سے اسی کی کوکھ سے ہلکے ہلکے طریقے سے اس رسم نے ارتقاء پایا، اسی کو آج ڈاوری کے نام سے جانا جاتا ہے، ورد کچھنا کا انحصار محبت کے اوپر تھا، لیکن آج اس کا انحصار محبت پر نہیں ہے، بلکہ لالچ کے اوپر ہے اور بھی دوسری چیز میں ہندوؤں کے میرج میں پائی جاتی ہیں ان میں اندرون ذات وواہ ہے آپ جانتے ہیں کہ ہندو سماج ذاتوں میں بٹا ہوا ہے، ایک ذات دوسری سے اونچی یا نیچی ہوتی ہے، اب اس میں تو کوئی چیز نہیں ہے، لیکن جو سب سے بڑی چیز ہے وہ ہے ذات، اس کے لیے ذاتی کا لفظ صحیح ہے، ذات نہیں، ذاتی کی ایک خاصیت ہندو بنی ہے یعنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندرون ذاتی بیاہ (وواہ) کرنا، سب سے پہلے آپ اندرون ذاتی وواہ کو دیکھئے ذاتی میں بھی وہ گوتر ہوتے ہیں، ایک ذاتی گوتروں میں بٹی ہوئی ہے اور گوتر بھی اپنے منصب کے لحاظ سے اونچے یا نیچے ہوتے ہیں، تو سب سے پہلے وہ کہتے ہیں کہ آپ گوتر میں وواہ کیجئے، اپنی ذاتی میں وواہ کیجئے، ہندو ویدی اور اس میں اپنے گوتر کے باہر کیجئے، خاص طور سے شمالی ہندوستان میں تو اب کیا کوئی وواہ ذاتی کے باہر نہیں ہوسکتا، گوتر کے باہر تو ہونا ہی ہے، ذاتی کے باہر بھی ہوسکتا، اس کا اصول یہ ہے کہ، ہوسکتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ لڑکا اونچی ذاتی کا ہو اور لڑکی نیچی ذاتی کی ہو، تب ہوسکتا ہے، اس وواہ کو انولوم وواہ کہا جاتا ہے اگر اس کا الٹا ہے کہ لڑکا نیچی ذات کا ہے لڑکی اونچی ذات کی ہے تو اس وواہ کی اجازت نہیں ہے، یہی اصول اندرون ذاتی ہونے والے وواہ تو گوتر کا بھی ہوتا ہے، گوتر کا لڑکا اونچی گوتر کی لڑکی سے وواہ نہیں کرسکتا، یا اس کو قانونی طور پر اجازت نہیں ہے، حالانکہ آج کل یہ مسئلہ بڑھا ہوا ہے، لیکن یہ اصول مذہبی اعتبار سے ہے، اور یہ ایک آئیڈیالوجی ہے، یعنی کہ اونچی ذات کا لڑکا، اونچی ذات کی لڑکی، اونچے گوتر کا لڑکا اونچی گوتر کی لڑکی، تب وواہ ہوگا یہ میرج ایبل پارٹی یعنی کہ لڑکا اور لڑکی کی پارٹی حیثیت کی نہیں ہے، بلکہ ان کے بیچ میں ایک غیر مساوی تعلقات ہے، لڑکے کا خاندان ہمیشہ اونچا، سماجی طور پر بھی اونچا ہو، اونچا سمجھا جائے گا اور لڑکی کا خاندان ہمیشہ نیچا، سماجی طور پر بھی نیچا اور نیچ سمجھا جائے، دوسری چیز یہ ہے کہ اونچی ذاتی اور اونچے گوتر کے لڑکے کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ نیچی ذاتی اور نیچے گوتر کی لڑکی سے شادی کرلے تو اونچے ذاتی اور گوتر کے لڑکوں کی سپلائی ہوتی رہتی ہے، لیکن لڑکیوں کی سپلائی نہیں ہوتی، اونچی ذاتی میں اور اونچے گوتر میں لڑکیوں کی اوور (Over) سپلائی ہوجاتی ہے اور لڑکوں کی انڈر سپلائی ہوجاتی ہے، اب اگر اقتصادی قانون جاری کرتے ہیں تو جب کسی چیز کی شارٹ سپلائی ہوگی تو اس کا ویول بڑھ جاتا ہے، اقتصادیات اور معاشیات کا جب آپ اصول جاری کرتے ہیں کہ کسی چیز کی اگر شارٹ سپلائی ہے تو اس کی ویلیو بڑھ جائے گی، اور کسی کی اوور (Over) سپلائی ہے تو ویلیو کم ہوجائے گی، تو اونچی ذات کی اور اونچے گوتر میں ہمیشہ سے لڑکیوں کی شادی کی ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پریشانی ہوئی اور بہت ساری ذاتیوں میں اس پریشانی کا حل انھوں نے لڑکیوں کو زندہ دفن کر کے حل کیا ہے، جو کہ راجپوتوں میں اور دوسری اونچی ذاتیوں میں یہ چیز اور آج اسقاط حمل کی شکل میں یہ چیز سامنے آ رہی ہے۔

اب اس کا تیسرا پہلو ہے رسم جہیز کا کہ جو لڑکے کی انڈر سپلائی ہے اونچی ذاتی کے اونچے گوتر کے سواس کی ڈیمانڈ جب بڑھتی ہے تو اونچی ذاتی کی آبادی اس کو زیادہ سے زیادہ یعنی ورد کچھنا دیتے ہیں یعنی کہ لڑکی کے ماں وباپ زیادہ سے زیادہ پیسے دے کر کے اونچی ذات کے لڑکے والے کا اپنے سماج میں وقار بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں، تو اس کا اطلاق ڈاوری ہے؟ دوسرا جو سبب ہے جہیز کا وہ ہے لڑکیوں کے غیر منقولہ وراثت میں حصہ نہ دینا، ہندو مذہب کے اندر خاص طور سے جو قانون وراثت کا ہے، اس میں لڑکیوں کا ماں وباپ کی غیر منقولہ وراثت میں حصہ نہیں ہے اور اس لیے ڈاوری کے شمول میں جہیز جو استری دھن ہے وہ اپنی بچیوں کو وہ حصہ دیتے ہیں جو ان کا حصہ غیر منقولہ جائداد میں آتا ہے، تو جو حق وراثت ہے، اس سے بھی جہیز کا تعلق ہے، اور یہ بات بہت ہی مشہور ماہر سماجیات اسکالر نے اپنے ریسرچ میں یہاں پر کہی۔

اب تیسری چیز یہ ہے کہ یہ عوامل جب موجود تھے تو ایسا نہیں تھا کہ ہندوستان میں ہر قوم کے اندر جہیز تھا، جہیز کی رسم انیسویں صدی کے آخر تک صرف اعلی ذاتوں میں اور زمیندار طبقوں میں موجود تھی، نچلی ذاتیں، قبائلی یہ تمام کے تمام لوگ برائٹ پرائز جس کو اردو میں قیمت عروس کہہ سکتے ہیں ادا کرتے تھے لیکن رفتہ رفتہ جہیز چوں کہ اعلی ذاتوں اور زمیندار طبقے سے اس کا تعلق تھا تو اس کو عزت اور فخر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، اس لیے جب نچلی قوموں، قبائلیوں اور دوسرے لوگوں میں معاشی ترقی ہوئی، خوشحالی آئی تو سب لوگوں نے اونچی ذات کے زمینداروں کے طور طریقے کو اپنایا اس میں ایک رسم جہیز بھی ہے اور آج بھی ہندوستان کی تمام جگہ کی رسم بنی ہوئی ہے، یعنی کہ وہ قومیں وہ قبائلی لوگ جو کبھی انیسویں صدی کے آخر تک قیمت عروس پر قائم تھے، آج وہ چیز بدل کر کے رسم جہیز میں بری طرح سے آ گئی ہے، اب دوسری چیز یہ ہے کہ ہندوستان میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان ہندو سماجی نظام اور رواج کے تحت ہیں، سوچنا یہ ہے کہ کیا ہندوستانی مسلمان اس سے الگ ہیں؟ میرا اپنا بحیثیت ایک سماج کے طالب علم ہونے کے نقطۂ نگاہ سے یہ ماننا ہے کہ ہندوستانی مسلمان سماجی معاملات میں ہندوستانی زیادہ ہیں اسلامی کم ہیں، ساری چیزیں چاہے وہ ذات برادری ہو یا حق برادرت ہو، وہ تمام کی تمام چیزیں مسلمانوں میں کافی پہلے سے ملتی ہیں، یہ خیال غلط ہے کہ وہ ابھی کی ایجاد ہیں، میں نے اپنے مقالہ میں آزادی سے پہلے کا جو پنجاب لکھا ہے، اس میں مسلمانوں کی مجوریٹی تھی، باون فیصدی مسلمان تھے، آزادی سے پہلے ہریانہ سے لیکر پنجاب تک جتنا مسلم خواتین کے حقوق کا استحصال تھا وہ شاید کہیں اور نہیں ملتا، مولانا ممتاز علی کی رائٹنگ شو راقم الخیری صاحب کی رائٹنگ شو تو یہ جتنے بھی دیکھیں گے خاتونوں کی عصمت، تہذیب نسواں، ان میں ان تمام چیزوں کا ذکر موجود ہے، اور رسم جہیز بھی اپنے عروج پر تھی اور یہاں کے زمیندار مسلمان رسم جہیز کو جائز قرار دیتے تھے، مسلمانوں کے علماء کرام نے کچھ اس پر کام کیا ہے، تین کتابیں میری نگاہ سے گزریں، خورشید احمد قاسمی صاحب دیوبند کی کتاب ''جہیز ایک سماجی لعنت'' مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی فتنۂ جہیز'' اور پروفیسر عمر حیات خاں غوری کی کتاب جس میں کہ رسم جہیز اسلامی اور اسلامی نظام معاشرت وغیرہ کے سلسلے میں تمام علماء کرام کا متفقہ فیصلہ نقل کیا گیا ہے جو میں نے تین کتابوں کے ذریعہ سے کہا کہ جو رسم یہاں پر چلتی ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا ہے، لیکن اس کے باوجود جیسا کہ میں نے کہا کہ ہندوستانی مسلمان ہندوستانی زیادہ ہیں سماجی بہوار اور پس منظر میں میں کہہ رہا ہوں، عقائد اور عبادت میں نہیں، سماجی بیہویر (Behavier) میں ہندوستانی زیادہ ہیں اور اسلامی کم ہیں، اس لیے یہ بھی روز بروز بڑھتی چلی گئی ہے اور آج چاہے وہ ہندو ہو مسلمان ہو اب اس رسم کی لعنت میں گرفتار اور ان ساری چیزوں کا ایک فیکٹر ہے اور وہ ویسٹرن کلچر یا مادہ پرستی ہے جس کو کہ چند ساتھی سے آپ سن چکے ہیں کہ کس کس طریقے سے مغربی تہذیب اپنا اثر ڈالتی ہے۔

اب اس رسم جہیز کے اسباب سماج کی گہرائیوں میں موجود ہیں اور اب جو چیز آ رہی ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں مزید اضافہ ہوا ہے، مغربی تہذیب مادیت پرستی اور اس کے اثرات سے اس میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے، اس لئے خاندان کے کسی بھی پیشہ میں ہو ایماندار ہو، لڑکی ہو شادی کیجئے، نکاح کیجئے اور وہ برادریوں کی بندش کو توڑ دیجئے، اکوپیشن کی بندش کو توڑ دیجئے، اکوپیشن میں اگر کوئی بڑا حیثیت والا ہے وہ کم حیثیت والے سے شادی کرے، یہ دو چیزیں توڑنے میں ہم کامیاب ہوجاتے ہیں یا اس کی تبلیغ کرتے ہیں تو اس کو ہم کنٹرول کرسکتے ہیں، منیمائز (Minimize) کرسکتے ہیں اور ختم بھی کرسکتے ہیں، بہت بہت شکریہ۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا باب

اختتامیہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختتامی کلمات

خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق

مولانا محمد عبید اللہ اسعدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہم لوگ کل یہاں ایک عظیم مقصد لے کر جمع ہوئے تھے، اللہ کا فضل و کرم ہے کل سے لے کر آج تک چند نشستوں میں ہم نے اپنے اس نظام کو مکمل کیا، اس میں بہت اچھے مقالات اور افکار پیش کیے گئے، ہم سب کے لیے بڑی اچھی معلومات بھی سامنے آئیں، تجربات وتجاویز بھی اور ظاہر ہے کہ لکھنے والوں نے اپنی معلومات کی بنیاد پر یا ہمارے مقررین نے تأثرات کا اظہار کیا ہے اس مجلس میں ان کے علاوہ جو بھی ان کے سامنے حالات ہیں ان حالات کی روشنی میں، انشاء اللہ ابھی تجاویز سامنے آئیں گی، اس قسم کی نشستوں کا مقصد ظاہر ہے کہ جمع کر کے صرف سننا، سنانا نہیں ہوتا، دراصل کچھ دل کا درد رکھنا ہوتا ہے، کچھ لوگوں کے دلوں میں جو کچھ ہے اس کو سامنے لانا ہوتا ہے اور مقصود یہ ہوتا ہے کہ آخر ہم ہمارے سامنے جو حالات ہیں ان میں کیا لائحہ عمل اختیار کریں اور اس کو اپنائیں اور کس طرح سے اپنی زندگی کو اور اپنے حالات کو اچھا بنا سکیں، امید یہ ہے کہ یہ سمینار انشاء اللہ اس عتبار سے نتیجہ خیز ہوگا، اس کی تجاویز کو قدر و قیمت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا، ہر ایسی مجلس میں ساری چیزوں کو سمیٹا نہیں جا سکتا اور نہ ساری چیزیں سامنے لائی جا سکتی ہیں، اور میں ایک مرتبہ پھر اسلامک فقہ اکیڈمی سے تعلق کی نسبت سے آنے والے مہمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں، خاص طور سے جن حضرات کی شرکت اس نشست میں ہوئی اور اپنے تأثرات کا اظہار کیا، اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نشست کو اس اجلاس کو قبول فرمائے، خیر و برکت کا ذریعہ بنائے۔ واٰخر دعوانا أن الحمد للہ رب العلمین۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تأثرات

خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق

ڈاکٹر سید عبدالرشید صاحب☆

عالی قدر جناب صدر صاحب اور میرے بھائیو، بہنو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرات میں صبح سے تو نہیں تھا، تاثر پیش کرنے کی ہدایت مجھے دی جارہی ہے، لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ ابھی جو کہہ سکتا ہوں، پانچ منٹ کے اندر کہہ دوں اور صرف قوت نافذہ کے تعلق سے بات کرنا چاہتا ہوں۔

اسلامی فقہ کی قوت نافذہ اللہ کا تقوی ہے جو بہت ضروری ہے۔ دیکھئے مجھے ایک احساس ہوتا ہے کہ یہ خاندانی نظام اس کو سسٹم کہتے ہیں جو سسٹم بہت ساری چیزوں سے جڑ کر بنتا ہے اور اسلام بھی ایک سسٹم ہے جو کئی سسٹمس سے مل کر بنا ہے اور ہر سسٹم کے اندر کئی سسٹمس ہیں، یہ خاندانی نظام بھی بہت بڑے سسٹم کے بعد پھیلے۔

یہ کہنے کے بعد مجھے تقوی کی صفت پر بات کرنی ہے کہ وہ کیا ہے؟ مجھے یاد آتا ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت سے پہلے ''حلف الفضول'' کا معاملہ ہوا تھا، علماء اچھی طرح سے جانتے ہیں اس کو، وہ یہ ہے کہ معاشرہ کے اندر جو بھی پریشانیاں ہورہی ہیں، ان کو حل کرنے کے واسطے بیٹھنا انسانی تقاضا ہے، اس وقت جب نبی اکرم ﷺ دین کو عام کررہے تھے، اللہ کے حکم سے اس وقت یہ بات یاد دلائی گئی تھی کہ یارسول اللہ ﷺ اس وقت جو پریشانیاں تھیں آپ حلف الفضول کے رکن کی حیثیت سے شامل تھے، تو کہا گیا کہ ہاں اب بھی اگر اس تعلق سے کوئی اٹھتا ہے تو میں اس کا

☆ حیدرآباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک رکن رہوں گا، کیا بات ہے، میں اس کو کنڈم نہیں کر رہا ہوں اس بات کو جو بات یہاں چل رہی ہے۔تو اب ہمارا معاملہ کیا ہے اس کا تجزیہ کرنا ہے۔ میری بات علماء حضرات میرے اشاروں سے بہت سمجھ رہے ہوں گے، اور اشارے ہی میں بات کرنی ہے ابھی مجھے، دیکھئے ہمارے شیخ فرماتے ہیں عقل بڑی نعمت ہے، عقل کی دو قسم ہیں: ایک عقل اور ایک عقل معاش، عقل معاش یہ ہے کہ معاش معنی معیشت مت سمجھئے، اب دنیا کی عقل سمجھئے ایک عقل معاش جو مستولی ہو جاتی ہے، یا دنیا کی فکر جب مستولی ہو جاتی ہے، مسائل آتے ہیں، عورتوں کے مسائل، مردوں کے مسائل، سوسائٹی کے مسائل پریشان کرتے ہیں تو دین کو ایک سہارا لے کر کے دنیا کے واسطے اس دین کو استعمال کرنا، دنیا کے فائدے کے واسطے اسلام سے جوڑ رہے ہیں تو اسے عقل معاش کہتے ہیں، ایک دنیا کو بھی آخرت کا اگر کوئی فائدہ ہو تو استعمال کرنا اور دنیاوی مسائل کو حل کرنے کے لیے اسلام کو استعمال کر رہے ہیں تو یہ رخ بھی ہے اس کا، بہر حال ادب سے معافی چاہتا ہوں، ہم کدھر بیٹھے ہوئے ہیں، یہ بات یاد رکھئے، دیکھئے بتا دیجئے اگر اس الزام کو بہتر طور سے سراہنے کا معاملہ ہو تو کیا کرنا ہے، دیکھئے اب یہ کرنا ہے، **أعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم ۔ يأيها الناس اتقوا ربكم الذى خلقكم من نفس واحدة** (سورہ نساء:۱) (اے انسانو! اپنے پالنے والے سے ڈرو، تقوی کے معنی، پالنے والے سے کبھی کیئر فلی ہو سکتا ہے، بے نیاز ہو سکتا ہے، یہ اخوت و محبت جو تمہارے اندر ہے، یہ دو صفت کے حوالہ سے اللہ رب العلمین وہ قوت نافذہ دے رہے ہیں ہمیں کہ جس کی وجہ سے ہر سسٹم کو ہم صحیح طور سے چلا دیں گے، شیطان کا منھ کالا کرنا ہے اور اللہ رب العلمین کے گمان کو سچا کر دکھانا ہے، ہر لمحہ ہم اس امتحان سے گزر رہے ہیں، اور یاد رکھئے اب میری بات ختم ہو رہی ہے، پتہ ہونا الگ ہے علم ہونا الگ ہے، اس کا استحضار الگ ہے، یہ بات ذرا بغور سمجھیں۔

اللہ رب العالمین ہمارے پالنے والے ہیں اس کا علم ہے ہم کو، اللہ ہم کو بنانے والے ہیں، سب کو بنانے والے اس کا علم ہے، لیکن اس کا استحضار نہیں ہے، میرے مالک ہمیں استحضار عطاء فرما ہماری عقل معاش کو عقل نہ بنا دے اور پھر اللہ رب العلمین کا علم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے صدقے سے ہمیں عطا ہوا ہے، ہم سب کو وہ استحضار عطا ہو کہ ہر لمحہ اللہ رب العلمین سے ہم قریب ہوں اور جانیں، ایک مثال دیتا ہوں استحضار کی اور پتہ کی، اگر ہم ایک ٹرین میں بیٹھے ہوئے اور ہم ایک مقام پر جارہے ہیں، وہ مقام کتنے بجے آنے والا ہے، معلوم ہوتا ہے، پتہ ہوتا ہے یا اس کا استحضار رہتا ہے، چار بجے اگر ٹرین جس جگہ پر اترنی ہے تو اس وقت کا استحضار ہوتا ہے، آجو باجو میں کون بیٹھے ہیں معلوم ہوتا ہے، اس کا استحضار ہوتا ہے، استحضار کے ساتھ رہتے ہیں، ہم کو اس مقام پر اترنا ہے، بار بار یہ مستولی رہتا ہے کہ جس طرح سے آپ منزل پر سے اتریں گے، یہی استحضار آخرت میں ہم کو پہلی منزل پر اتارے گا، اور معافی چاہتے ہیں، ایک حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دعوت دین کیا ہے؟ صحابۂ کرام بیٹھے تھے، اور فرمایا: بانجھ عورت کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: جس کے بچے نہیں ہوتے بانجھ عورت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں نہیں، جس کے بچے پیدا نہیں ہوئے وہ بانجھ نہیں ہے، بلکہ جس کے بچے پیدا ہوئے اور جو بچپن میں مر گئے تو وہ بانجھ، اس کے اوپر ذرا دھیان دیجئے کوئی عورت کے بچپن میں بچے مر گئے تو قیامت میں وہ جنتی ہے تو اسے نجات دی جائے گی، وہ خاندان کا حصہ ہوگا جنت میں اگر بچے یہاں پر بڑے ہوں، اچھی سوسائٹی میں اللہ سے صحیح تعلق اور ادب لحاظ رکھنے والے ہوں گے تو پھر وہ ہمارے خاندان والے ہوں گے ہم بانجھ نہیں ہوں گے، یہ بہت اہم بات اس کے تعلق سے ہم کو سمجھ پیدا کرنی ہوگی، کہ ہم صاحب اولاد ہونے کے باوجود اپنے بچوں کی صحیح تربیت نہ کرنے کی وجہ سے آخرت میں ہم بانجھ ہو جائیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ رب العالمین کے دین کو پھیلنے اور پھیلانے کی محنت میں ہر روز کوشش کریں، ہم کو جہنم کی آگ سے بچنا اور بچانا ہے، یہ ہمارا مسئلہ ہے ایسے ہاتھوں سے خاندانی نظام کی پریشانیوں کو دور کیا جائے گا اور صحیح عمل کیا ہوگا اس کی حکمت کیا ہوگی کیوں کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: "قوا أنفسكم و أهليكم نارا" اور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں تم کو پکڑ پکڑ کر کھینچ رہا ہوں تم ادھر ہی جارہے ہو جدھر ہلاکت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ واٰخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تأثرات

خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق

مولانا محمد حسام الدین ثانی جعفر صاحب☆

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين، والصلوة والسلام على رسوله محمد وآله وأصحابه وأزواجه وذرياته أجمعين۔

بزرگو اور دوستو! کل سے آپ اس عنوان پر بہت سے مقالات سماعت فرما رہے ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ ہم حقیقت کو بھول گئے ہیں، بقول شاعر:

حقیقت روایات میں کھوگئی　　یہ امت خرافات میں کھوگئی

ہم کو جہاں جانا تھا جو ہمارا مقام تھا ہم نے چھوڑ دیا اور اس مقام پر آ گئے جہاں غیر لوگ ہم کو راستے بتا رہے ہیں، حالانکہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی ہمارے سامنے ہے، کہ آپ ﷺ ہمارے لئے ایک نمونہ ہیں، اگر ہم رسول اکرم ﷺ کی زندگی کو دیکھیں تو یہی ہمارے لیے بہت بڑا انعام ہوگا، شاعر یہ کہتا ہے ؎

تو افاقہ کرو تنہا کہ جو سودا ہے مجھے　　طور پر جاؤ تو ناحق کہ بھٹکنا ہے مجھے
خبط ہے درد سر اعجاز مسیحا ہے مجھے　　سچ تو یہ ہے کہ تیرے گھر میں کمی کیا ہے مجھے
حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری　　آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

وہ کونسی خوبی ہے کہ جو ہمارے آقا میں موجود نہیں ہے، آپ چھوٹے سے صاحبزادے ہیں، جھولے میں جھول رہے ہیں اور اس وقت جب دائی حلیمہ کو آپ کے پاس لایا گیا، ابھی آپ

☆ حیدرآباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضور اکرم ﷺ کو دودھ بھی نہیں پلائی، لیکن جب رسول اکرم ﷺ کے پاس آپ تشریف لے گئیں اور چادر مبارک کو ہٹایا تو آپ مسکرا دیئے، گویا اپنی امت کو آپ نے بتا دیا کہ دیکھو یہ میری دایہ ہے، اگر چہ اس نے ابھی دودھ نہیں پلائی ہے، لیکن میں اس کو دیکھ کر مسکرا رہا ہوں، اے میری امتیو! تو بھی اپنی ماؤں کو دیکھ کر کے مسکرا دینا، اس میں ہم کو ایک بڑا سبق دیا اور یہ بتا دیا کہ دیکھو میں دودھ پلانے والی کو دیکھ کر مسکرا رہا ہوں، تم پیدا کرنے والی کو دیکھ کر کے کیا مسکرا نہیں سکتے، میرے عزیز دوستو اور بزرگو! حضور اکرم ﷺ کی زندگی ہر لحاظ سے ہمارے لئے نمونہ ہے اپنی صاحبزادی کا معاملہ دیکھیے کہ آپ اپنی صاحبزادی کے ساتھ کیسا سلوک فرماتے تھے اور اگر آپ حضور اکرم ﷺ کی سیرت پڑھتے ہیں اور یقیناً ہم حضور اکرم ﷺ کے ہر واقعہ کو جو آپ اور ہم ہمیشہ پڑھتے رہتے ہیں، لیکن پڑھنے سے زیادہ پڑھ کر اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے، کتابیں پڑھ رہے ہیں، مقالے پڑھے جا رہے ہیں آپ لوگ سن رہے ہیں اور ان کے بارے میں آپ لوگ فرما رہے ہیں کہ واہ کیا اچھی بات کہی آپ نے، شادی سے متعلق یہ کہا جا رہا ہے، جہیز سے متعلق کہا جا رہا ہے، حقیقت یہ ہے کہ لوگ شادی کر رہے ہیں کس واسطے؟ جہیز کے واسطے، اب تو یہ نعرہ بھی دیا جا رہا ہے کہ بھائی لڑکی دے نہ دے، جہیز دے کہ وہی ہمارے لیے کافی ہو جائے گا، مصیبت یہ ہے کہ ہمارے لوگ اب ان کی دعوتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں، ان کے اندر اتنی صلاحیت نہیں کہ اپنا ولیمہ کر سکیں، اس لیے بیوی کا پیسہ لے کر ولیمہ کر رہے ہیں، کیا مقام تھا آپ کا، کیا مقام آپ نے بنا لیا۔

بیوی کے پیسہ پر اٹھ رہے ہیں، بیوی کے پیسہ پر بیٹھ رہے ہیں، میرے والد علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ یہ جو لنگی آپ نے پہنے ہوئی ہے وہ بھی اسی کی رہے گی، خدانخواستہ وہ غصہ میں آ گئی تو وہ بھی کھینچ لے گی، آج ہماری نوعیت یہ ہو گئی ہے کہ ہم اپنا اتنا وقار کھو چکے ہیں اپنی پوزیشن اتنا گرا چکے ہیں کہ اپنا وقار کسی معاملہ میں نہیں رکھتے ہیں، ہمیں چاہئے کہ ہم دیکر شادی کریں، مگر ہم اتنے بھکاری ہو گئے ہیں کہ بھیک مانگے بغیر ہم اپنے گھر کا معاملہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طے ہی نہیں کرتے، میرے بھائیو اور بزرگو! آج اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم جہیز کی لعنت کو ختم کریں اور آج کل جو بچیاں ہمارے گھروں میں بیٹھی ہوئی ہیں، آپ اور ہم یہاں بیٹھ کر بڑے مزے سے سنتے ہیں، مولانا قاضی شریعت ہمارے پاس موجود ہیں یہاں دارالقضاء چلتا ہے، آج ہم کو معلوم ہے کہ لوگ جہیز اٹھاتے ہیں تو کس درد سے اٹھاتے ہیں، گھر ٹوٹتے ہیں تو کیسے ٹوٹتے ہیں، گھر جمانا تو مشکل ہے، مگر گھر کو توڑنا بہت آسان ہے۔ اور آج ہماری قوم اسی میں بہت آگے ہے، بیٹھے بیٹھے دل ملانے کی کوشش نہیں کرتے ہیں، دل تڑانے کی کوشش ضرور کرتے ہیں، یاد رکھئے سب دل سے تعلق ہے، دل اچھا رہا تو سب اچھے ہیں، دل کالا رہا تو سب کالے ہیں، دل کو اپنے پاس رکھیے، میرے دادا جان فرماتے ہیں:

جب آپ دل دے چکے ہیں، تو اسے یاد رکھنے کا آسان نسخہ یہ شعر ہے ؎

جب آپ دل چکے ہیں تو ان سے بددل رہا نہ کرنا
اگر کرم ہو خوشی نہ کرنا اگر ستم ہو گلہ نہ کرنا

واٰخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تأثرات

خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق

ڈاکٹر فخر الدین محمد صاحب☆

اسلامک فقہ اکیڈمی کی جانب سے کل اور آج کا یہ سمینار منعقد کیا گیا جو بہت ہی اہمیت رکھنے والا عنوان ہے، اس موضوع کو اس وقت کا سب سے اہم ایشو قرار دیا گیا ہے، اس کی اہمیت جتانے کے لیے میں اس کی تائید کرتا ہوں، کیونکہ جب تک یہ ہمارا بیسک سماج پیس فُل نہ رہے تو نہ صرف گھر کے اندر امن نہیں رہے گا بلکہ سماج میں، ملک اور ساری دنیا میں بدعنوانی کا ایک سلسلہ ہر وقت کے لیے قائم ہوگا، اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات خصوصاً ہمیں قرآن وحدیث کے ذریعہ جو تعلیمات ملتی ہیں اگر ان پر ہم عمل کریں تو نہ صرف خود اپنی فیملی لائف کو بہتر اور کامیاب یہاں کے لیے اور آخرت کے لیے بنا سکیں گے، بلکہ اس کی اہمیت سارے عالم کے لیے ضروری ہے، جب تک فیملی نظام درست اور پیس فُل نہ ہو عالمی سطح پر امن قائم رہنا ممکن نہیں ہے، یہ ایک اللہ کی طرف سے نظام بنا ہے اور اس نظام میں اگر ہم کوئی تبدیلی کرتے ہیں، اس کو کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو یقینی طور پر اس میں ناکامی ہوتی ہے، جس طرح حال ہی میں سپریم کورٹ نے فیصلہ لینے کی کوشش کی تھی، مگر حقیقت تو یہ ہے کہ یہ آج ہندوستان اور دیگر ملکوں کے سماج میں ایک پریکٹیکل ریالٹی ہے، یہ اس وجہ سے ہے کہ ہم فیملی لائف کو، فیملی یونٹ کو نظر انداز کرتے آئے ہیں اور اس کو ایک ماڈرن ڈیولپ اور انڈسٹرلائزیشن کا حصہ سمجھتے ہیں، ہم انڈسٹرلائزیشن کو حاصل کرنے میں فیملی لائف کو اس کی کامیابی سمجھتے ہیں، جب کہ اسلامی تعلیمات اس کے برخلاف ہیں۔

☆ حیدرآباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا عنوان جو ویمن رائٹس کا ہے جو بار بار مختلف مقامات پر تھیوریکل اور پریکٹکل ثابت کیا گیا ہے، ویمن ایز ویمن ہم اس کو بھی کریں، اس کو ریسپکٹ کریں اور اس کے اور شوشل وجود کو بہتر کر کے اس کا رول ماڈل بنائیں، تو اس سے بہتر اس دنیا کے لیے خاص کر اس بدعنوانی کے زمانے میں اور کیا ہوسکتا ہے؟ ویمن رائٹس کو اسلام نے اس زمانے میں سارے عالم کے سامنے ظاہر کیا، جبکہ بچیوں کو زندہ دفن کیا جاتا تھا، آج بدعنوانیوں کی وجہ سے اسٹیٹس ان تمام کاموں کے لیے مثبت نہیں ہے جو کہ مرد کے لیے اللہ تعالیٰ نے مثبت کیا ہے، اس کے باوجود وہ کمیشن، آرگنائزیشن، لبریشن کے نام پر، ویمن کے نام پر، رائٹ کے نام پر اس کو سول کرتے رہے اور اس کے جو غلط نتائج ہیں آپ اور ہمارے سامنے بار بار کھلتے آرہے ہیں۔ ان پلیٹ فارم، ان سمینارز، ان کانفرنسز کے ذریعہ ہمیں آج نہ صرف مسلم سماج کو بلکہ سارے عالم میں اس بات کو عام کرنے کی ضرورت ہے، دعوت دینے کی ضرورت ہے کہ پھر سے آپ واپس قرآن کی طرف آیئے، اس کی تعلیمات کی طرف توجہ کیجئے، اس کی حقیقت کو اس کی روح کو پہچانئے اور اس پر عمل کرنے کے لیے پورے طور سے پلان کیجئے، جس سے پھر سے ہم ایک کامیاب سوسائٹی کو وجود میں لاسکیں، آج ہم صرف ریسیکیشن کی مہارت حاصل کرنے کی فکر میں ہیں، ریسیکیشن جو اسپرٹ جو میسیج ڈائریکٹلی قرآن آپ کو دے رہا ہے، جو آپ کو بار بار چیلنج کرتا ہے وہ ہم مس کر رہے ہیں، کیونکہ لینگویج سے ہم دور ہیں، مجھے امید ہے کہ آپ کی یہ چھوٹی سی کوشش یقینی طور پر ایک تبدیلی لائے گی، مگر آج اور کل جو اس عنوان پر بات ہوئی ہے خصوصاً ڈاکٹر عبدالوحید صاحب کا پیپر جو کہ موجودہ سوشل سائنٹسٹ کے اوپینین فیملی لائف فیملی یونٹ کے طور پر پیش کیا گیا قابل مبارکباد ہے، مجھے یقین ہے کہ ہم کو ان کو سمجھنے میں سہولت ہوگی۔

اسی طرح اقبال احمد انجینئر صاحب کا جو موضوع تھا، موجودہ حالات پر سروے اور فیصد کی بنیاد پر جو رپورٹ پیش کی گئی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کرائسیس اور ہم کو سب سے پہلے سکھایا جاتا ہے کہ سب سے پہلے مرض کا ڈائنوسٹک ہونا چاہئے اور ڈائنوسٹک کے بعد میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختلف علاج کے ذریعہ سے اس کے بارے میں ہم کو فکر کرنے کی ضرورت ہے، آج ہم ڈائنگوسٹک کے بارے میں ہی شیور نہیں ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ شاید ڈائنگوسٹک میں غلطی ہے، شاید ہمیں مرض ہی نہیں ہے، جب تک آپ اپنے مرض کو مرض نہ سمجھیں تو جانچ کرائیں گے؟ مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ اس پلیٹ فارم کے ذریعہ آج ہم اس کوشش میں لگے ہیں کہ ہم مرض کو پہچانیں، اس کی سمت کو سمجھیں اور اس سمت کے لحاظ سے جانچ کی تلاش کریں، اور ٹریٹمنٹ تلاش کرنے کے لیے اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے پاس قرآن وحدیث کا نسخہ برقرار ہے، مگر اس کو استعمال کرنے کے لیے آپ پہلے اس کو پڑھیں اور پھر حل تلاش کریں، مجھے امید ہے کہ ان تمام مہمانان جو مختلف علاقوں سے آپ کے پاس آئے ہیں انہوں نے اپنے تجربات آپ کے سامنے رکھے، ان کو دلچسپی سے ہم نے سنا، اور انشاء اللہ یہ کوشش کریں گے کہ ان پر عمل کریں، یقیناً ہمارے لئے جذبات ظاہر کرنا ضروری ہے، اگر ان میں کوئی شدت ہے تو اس کی حقیقت اس کی اہمیت اور اس کی حساسیت کو بھی پہچاننا ضروری ہے، اگر کچھ کرنا ہے تو اس کا بھی طریقہ ہے، عارف الدین صاحب نے جو اپنے جذبات کا اظہار کیا ان میں بھی حقیقت کا ایک پہلو ہے، ہم ان کو سمجھیں اور ان کو دور کرنے کی بھی فکر کریں، اگر میری بہن اس طور پر کوئی جذبات پیش کرتی ہے تو ان کی بھی حقیقت ہے، ہم کو چاہئے کہ ان کے اوپر توجہ کریں، نہ کہ ان کی بات کو نظر انداز کریں، اتنا بڑا سمینار ہم خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق پر کرنے جارہے ہیں جبکہ خواتین کی تعداد اس سمینار میں بہت کم ہے، اس کے اوپر توجہ کرنے کی ضرورت ہے، کیا ہم میں یا ان میں ابھی وہ صلاحیت پیدا نہیں ہوئی کہ اس قسم کے کانفرنسیز میں شرکت کرنے کی قابلیت رکھ سکیں، ان تمام کمیوں کے باوجود اللہ کا شکر ہے کہ حیدرآباد ایک ایسا مقام ہے جہاں پر آج بھی ایک ڈائنامک کورس موجود ہے، یہ کوشش مختلف اداروں کے ذریعہ ہوتی آرہی ہے جو کہ ملک کے دوسرے حصوں میں پائی نہیں جارہی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ مجھے مختلف مقامات پر جانے کا موقع ملتا ہے واپس پلٹ کر حیدرآباد آتا ہوں تو ایک امید کی کرن جاگتی ہے، مگر زیادہ ٹائم ہوگیا، کیوں عمل نہیں ہورہا ہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف ہم سمینار پر باتیں کیوں کرتے ہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سمینار، کانفرنسیز اور ڈبیٹ اس کی بھی ضرورت ہے، اس کا اپنا رول ہے، جب تک ہم آپس میں ڈبیٹ نہیں کریں گے، اپنے خیالات، اپنے جذبات اور دوسروں کے احساس کو سمجھنے میں شاید دقت ہوگی، اختتام پر ہم ایسے ریزولیشن پاس کریں اور سمینار نے اس سلسلہ میں کیا ایکشن لیا ہے اس کی رپورٹ بھی پیش کی جائے تا کہ یہ با مقصد بن سکے۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تأثرات

خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق

جناب کے ایم عارف الدین صاحب☆

بزرگان ملت اور میری بہنو! میں نہ دانشور ہوں، نہ عالم دین ہوں، میں ایک چھوٹا سا ورکر ہوں اور میں چیدہ چیدہ کچھ تجربات آپ لوگوں کے گوش گزار کروں گا، تاکہ عملی طور پر ہم کچھ کام کرسکیں اور کرنا چاہئے، میرا تعلق ..... سے ہے اور چوں کہ مجھ پر جب باتیں ہوئی تھیں جس کی وجہ سے میں محسوس کرتا ہوں کہ مسلمانوں کی معیاری تعلیم سے محرومی، ہم کو اعلیٰ عہدوں پر پہنچنے نہیں دے رہی ہیں، اگر آپ اعلیٰ عہدوں پر نہیں پہنچیں گے تو حکومت کی مشنری کا حصہ نہیں بنیں گے اور حکومت میں آپ کی کوئی آواز نہیں ہوگی، اور ہم اپنے آپ کو خوش فہمی میں رکھے رہیں گے، بہرحال اللہ کا کام ہے کہ ہم ایک مقدس نام مدینہ سے چل رہے ہیں، اب رہا یہ کہ یہ بالخصوص خاندانی نظام کے تعلق سے بات ہے؛ اسی لیے میں نے بڑی کوشش کی کہ ہم ایک کالج قائم کریں، اس کے بعد سے آج تک ہمارے کالج میں لگ بھگ ہزار گیارہ سولڑکیاں ہیں اور اس سٹی میں ہمارے کالج کا نمبر دسواں ہے، اور ہم بڑی معیاری تعلیم کے قائل ہیں، ورنہ ہم کوئی خانہ پُری نہیں کرتے، لیکن چند چبھتے ہوئے سوالات ہیں، جو موجودہ زمانہ میں ابھر رہے ہیں جن کے تعلق سے ہمارے علماء دین سنجیدگی سے سوچیں، اگر آپ سوچیں گے نہیں تو لوگ راستہ ادھر کرلیں گے اور آپ یہیں بیٹھے رہیں گے، آپ سب سے میری درخواست ہے، چونکہ بات دراصل یہ ہے کہ میں امریکہ گیا تو پریٹکلی بہت ساری جگہ میں دیکھتا رہا تو جمعہ کی نماز کے لئے ایک جگہ میں گیا تو

☆ حیدرآباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک صاحب شیعہ تھے، جنہوں نے خطبہ دیا اور سنی صاحب نے نماز پڑھائی، وہ ایسا کیے ہوئے تھے، بہرحال یہاں تو یہ بھی نہیں کیا جاتا، بہرحال اکیسویں صدی میں مسجد میں عورتوں کو وہاں دیکھا، وہاں پر اسلام کا بڑا کام ہورہا ہے، بے راہ روی کے باوجود بھی تو صرف حجاب اور حجاب پر ہر قسم کا کام کرتے ہیں، وہ اور یہ آج کے وقت کی ضرورت ہے کہ لڑکیاں اور لڑکے کام کریں، کام میں تو کوئی خالی بیٹھ نہیں سکتا، لہٰذا وہ کرتے ہیں، آپ دنیا کو حیدرآباد مت سمجھئے یا ہندوستان مت سمجھئے، یہ دنیا اس وقت گلوبلائزیشن کی وجہ سے بہت چھوٹی ہوگئی ہے، سوال یہ ہے کہ میڈیا آنے کے بعد ہر ایک کے جذبات، ہر ایک کے خیالات کا مقابلہ کرنے کے بارے میں سوچتے ہیں تو اس کی تیاری کی ضرورت ہے، وہ کس طرح سے کی جائے، علماء دین بیٹھیں اور سوچیں کہ الیکٹرانک میڈیا کا استعمال مسلمان کس طرح سے کرسکتے ہیں، جیسے ایک ایس ایم ایس بھیجا جاتا ہے، تو مختلف ایسے ایس ایم ایس ہم اپنے بچوں کو بھیجیں جن کے ذریعہ سے وقتاً فوقتاً کچھ اسلامی کردار کی نمائندگی ہو، یا اسلامی باتیں ان کو بتائی جائیں، یا برائی کی طرف سے روکا جائے، اسی طرح سے ایسی بہت ساری چیزیں ہیں جن کے ذریعہ ہم اس کی اصلاح کرسکتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ بچیاں آج کل پندرہ سترہ سال سے ہی ٹی وی کلچر کی طرف راغب ہوتی ہیں، یہ فطرت انسانی ہے، آپ فطرت انسانی کو روک کر پندرہ سال چودہ سال کی بچی کو یا تیرہ سال کی بچی کو پانچ سال کے بچے کی طرح بولیں کہ تو چوبیس گھنٹے اس طرح سے رہو تو وہ رہے گی نہیں بغاوت کرنے پر اتر آئے گی تو بہرحال اس بات کو ہمیں ذہن نشین رکھنا ہے،

ایک بات یہ ہے کہ جہیز وغیرہ جو بول رہے ہیں یہ تو بالکل صحیح ہے، وہ تو برائی ہے، لیکن شادی بیاہ پر اتنا روپیہ خرچ کیا جارہا ہے، مجھے تو شرم آرہی ہے، اس میں زیادہ تر علماء دین موجود ہیں، اس میں زوردار دعوت اور اتنے اہتمام سے ہوتے ہیں کہ میں بتا نہیں سکتا، اگر علماء دین، مشائخ، خطیب صاحبان، واعظین، ہمارے پیشوا صاحبان مشترکہ یہ فیصلہ کرلیں کہ ہم اس کا بائیکاٹ کرتے ہیں تو کچھ نہ کچھ فرق آئے گا۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تأثرات

خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق

ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ☆

دیوالی کلچر، برتھ ڈے کلچر اور پورے طریقے سے غیر مسلم کلچر ہماری سوسائٹی کو پوری طریقہ سے کرپٹ کرتے جارہے ہیں تو اس تہذیب کا کس طریقہ سے ہم دفاع کریں، تاکہ اسلامی خاندانی نظام کا تحفظ ہو، اور اس کے ساتھ ساتھ یعنی پوزیٹیو کنسپٹ رول کیسے ادا کریں، ہم اپنی بیٹیوں کو روک نہیں سکتے کہ آپ یہ مت کریئے وہ مت کریئے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم کو یہ پوچھنا ہے کہ ہماری خواتین اکنامک رول کس طرح ادا کریں، ان میں پروڈکٹیو نیچر کس طرح ہوں، ان کے لیے ٹریننگ پروگرامس ہوں، لیڈرشپ ڈیولپمنٹ ہو، پرسنالٹی ڈیولپمنٹ ہو اور یہ ساری چیزیں باطل جو ادارے ہیں وہاں ہیں، بلکہ ہمارے خود ان ہی اداروں میں اس طرح کی تہذیب اور تمدن ہے، اگر اس طرح کا انداز ہوگا تو اپنے بچوں کو ہم باطل تہذیب سکھادیں گے، اس کے ساتھ اگر صرف ہم قرآن کی کچھ تفسیر پڑھادیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے یہ بھی ذمہ داری پوری کردی تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک اچھے خاندان کی بنیاد نہیں ہوگی، بلکہ ایک اچھے خاندان کی بنیاد جو کہ ایک عورت سے ہوتی ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ ہماری کمیونٹی میں ایک کمپنی پلان ہو اور ایک پورا کا پورا روڈ میپ ہو جس سے وہی سوسائٹی اور خاندان تعمیر و تشکیل ہو سکے جو نبی ﷺ نے مدینہ منورہ میں قائم کیا تھا، جو جو چیزیں حلال پروفیشن ہیں ان کو اپنی بچیوں کو بتانا اور جو ناجائز ہیں جیسے بیوٹی پارلرز ہوں یا جو ناجائز چیزیں ہیں اور ان کے برے اثرات کیا کیا

☆ حیدرآباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، ان تمام چیزوں سے ہمیں اپنی بچیوں کو واقف کرانا ہوگا، اس کے ساتھ ساتھ اکنامک رول جو ان کا ہے اس کو ہم کو ڈیولپ کرنا ہوگا، بچت کی عادت ان کے اندر ڈالنا ہوگا، اس کے ساتھ ساتھ ترقی کرنے کی صلاحیت ان کے اندر پیدا کرنا ہوگا۔

اب ہمارے یہاں جو میرج سسٹم ہے، میں سمجھتی ہوں کہ اس پر ہم مزید اگر اور فوکس کریں اور اسٹڈی کریں اور آج ہماری لڑکیوں کے پڑھنے کے باوجود اور تمام خوبیاں رکھنے کے باوجود ہمارا فیملی سسٹم کرپٹ ہوگیا ہے، اتنے زیادہ مطالبات ہو رہے ہیں، اور باطل تہذیب کو اختیار کرنے کی وجہ سے ہمارا فیملی نظام اتنا بگڑ چکا ہے کہ شادی کے بعد بھی جو حقوق الزوجین ہیں، ان میں جتنا حق ہے، اتنا حق نہیں مانگنا، یا پھر حق سے بڑھ کر حق مانگنا، یا پیسے کی بنیاد پر ایک دوسرے پر اپنا اثر اس حد تک ڈالنا کہ کبھی عورت ظالم ہے تو کبھی مرد ظالم ہے دونوں جانب یہ ہو رہا ہے، یہ مختلف ٹاپکس ہیں اس کو ہمیں غور کرنا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ شریعت ہماری پسند ہے، شریعت کو ہم نے پسند کیا ہے، شریعت کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے ہماری بیٹیاں اور بہنوں کو بھی راہ عمل دینا ہے، تو میں ادباً درخواست کرتی ہوں کہ اسلامک فقہ اکیڈمی کی جانب سے بھی اس سمت میں پورا چارٹر اور اس طرح کے جو مختلف ایشوز اور برننگ ایشوز ہیں جیسا کہ ہمارے پہلے بھی مقررین آج صبح سے جو پیپرس پڑھے ہیں خاص طور پر اقبال احمد انجینئر صاحب جو روڈوں کی صورت حال اور پارکوں کی اور ہوٹلوں کی صورت حال آپ کو بتا رہے تھے یہ بہت ہی افسوسناک ہے، یہ زوال کی علامت ہے، یہ ایسی حالت ہے جیسے باڈی ہر جانب سے بیماریوں میں برائیوں میں پوری طریقہ سے متاثر ہوچکی ہے اور بالکل جیسا آئی سی او میں مریض ہوتا ہے وہ صورت حال آج ہماری ملت کی اجتماعیت کی ہے، اور اس کی اصلاح کے لیے سب سے پہلے فیملی سسٹم کو قائم کرنا ہے اور عورت کو اسلامی حق جو شریعت نے اس کو دیا ہے اگر ان دونوں پوائنٹ پر ہم گفتگو کریں تو میں سمجھتی ہوں کہ ضرور یہ مسئلہ حل ہوگا، میری گزارش ہے کہ ان عنوانات پر غور کرنے کی ہم کوشش کریں۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تأثرات

خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق

میمونہ سلطانہ صاحبہ☆

اللہ تعالیٰ کے جو احکامات ہیں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات ہیں ان کو بہترین طریقے سے آپ لوگوں نے ہمارے سامنے بیان کیا اور ان میں خاص طور سے تجارت کے بارے میں جو احادیث بیان کی گئی ہیں وہ بہت اچھی طرح ہماری سمجھ میں آ چکی ہیں، آپ تمام حضرات سے ایک گزارش یہ کروں گی کہ ہمارے معاشرہ میں امت محمدیہ میں اخلاقی برائیاں جو پیدا ہو چکی ہیں ان کو کھلے انداز میں ہم لوگوں کے سامنے پیش کریں، تمام کو اس طرف آنے کی ضرورت ہے، گھر گھر پر ہم کو سر مارنا پڑے گا، گھر گھر کے اندر ہم کو جانا پڑے گا، ان برائیوں کو دور کرنے کے لیے، اور جو اخلاقی برائیاں ہمارے معاشرہ میں پیدا ہو گئی ہیں، خاص طور پر ہماری نوجوان لڑکیاں اور لڑکے جو جہالت کے دلدل میں پھنس رہے ہیں، برائیوں کے دلدل میں پھنس رہے ہیں۔ اس کے اسباب کیا ہیں پہلے ہم کو اس پر غور کرنا ہے، اس میں سب سے پہلے جو ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمارے معاشرہ میں ایجوکیشن کا معاملہ پیش آ رہا ہے، اس کے بعد ہمارے گھروں میں جو ٹی وی سیٹ رکھے گئے ہیں، بچوں اور بچیوں کے ہاتھوں میں سیل فون تھما دیئے گئے ہیں، انٹرنیٹ کی سہولت فراہم کی گئی ہے، انٹرنیٹ کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم کو معلوم نہیں اور ہمارے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں راتوں میں بیٹھ کر انٹرنیٹ کا مس یوز کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جو بہترین عقل سلیم سے نوازا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم لوگ

☆ حیدرآباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جتنا چاہے اس کے اندر غور کرو، اور الحمد للہ آج انسان زمین تو زمین آسمان تک پہنچ چکا ہے، مگر جو ترقی انسان نے کی ہے آج وہ ترقی اس کے لیے وبال جان بن چکی ہے، ہماری نوجوان نسل تباہ و برباد ہو رہی ہے، ہم کو اپنے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں پر نظر رکھنا ہے اور اس میں سب سے پہلے بڑی ذمہ داری ماں اور باپ کی ہوتی ہے، ماں باپ کو چاہئے کہ اپنی اولاد کی تربیت میں اپنا تمام وقت لگا دے، خالی پرورش نہیں، پرورش تو جانور بھی اپنے بچوں کی کرتے ہیں، چرند، پرند بھی اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہیں، مگر ان کی تربیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہم کو خاص طور پر احکامات بھیجے ہیں، یعنی اپنی اولاد کی تربیت پر ہم زور دیں گے، آج ہمارے گھروں کا حال یہ ہے کہ جب ٹی وی کھلتا ہے تو ہمارے گھروں کے حضرات بڑی بڑی داڑھیاں رکھ کر اپنی اولاد کے ساتھ بیوی بچوں کے ساتھ جوان بہو بیٹیوں کے ساتھ بیٹھ کر دیکھتے ہیں، ٹی وی کے اندر جو اخلاقی برائیاں ہیں، غیر اخلاقی حرام رشتے، لڑائی جھگڑے فساد یہ ساری چیزیں ہمارے بچے ٹی وی کی وجہ سے کر رہے ہیں، آپ اور ہم کو سب سے پہلے اس کے اوپر کنٹرول کرنا ہے، یہ تمام چیزیں ہمارے فائدے کے لیے ہیں، مگر اس کا صحیح استعمال ہم کو کرنا ہے۔

اس کے بعد سماجی برائیوں میں پردہ کے نظام کو اور زیادہ اچھا کرنا ہے، خالی تقریروں سے، بڑے بڑے سمینار رکھ لینے سے کوئی فائدہ ہونے والا نہیں ہے، ہر ایک اپنے خاندان میں، اپنے گھر میں جھانک کر دیکھے کہ کس طرح پردہ کا انتظام ہو رہا ہے، ہم تو بڑی بڑی باتیں باہر جا کر کرتے ہیں، مگر ہمارے گھروں میں خود پردہ کا انتظام نہیں ہو رہا ہے، آج نامحرم رشتوں کی تو اتنی ہمارے پاس کھلے عام آزادی ہے کہ ہماری نوجوان بیٹیوں کو ہماری بہوؤں کو گھر کی ساس اور سسر یہ اجازت دیتے ہیں کہ گھر میں کوئی نامحرم خاندان کا اگر آ گیا ہے تو صبح ہوتے ہی چائے بنا کر لاؤ پیش کرو، بہو کو بولتے ہیں کہ چائے بناؤ اور ڈرائنگ روم میں لا کر پیش کرو، یہ ہمارے بعض حضرات کا معاملہ ہوتا ہے، ہم کو اس پر بہت زیادہ سختی سے پابندی کرنا ہے، ہمارے گھر کی جوان بیٹی ہو یا جوان بہو ہو خصوصاً ہمارے اپنے خلیرے پھپھیرے ممیرے جتنے بھی ہیں، لڑکیوں کو ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سامنے قطعاً نہیں جانا ہے، یہ شوہر کا کام ہے یا بہرحال باپ یا سسر کا کام ہے کہ اپنے گھر کی جوان بہوؤں اور بیٹیوں کو کسی کے سامنے نہ نکالیں۔

آج اس کے علاوہ ہمارے یہاں شادی وبیاہ میں جو رسومات ہوتے ہیں ان رسومات کا سلسلہ کہاں سے شروع ہوتا ہے، جب لڑکی کو دیکھنے جاتے ہیں لڑکی کو پسند کرتے ہیں، ایک گھر میں چار چار دس دس دفعہ جاتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں اس کے بعد ریجیکٹ کر کے واپس آ جاتے ہیں، اور اگر شادی طے ہو جاتی ہے تو آٹھ دس دن گھر میں مصروفیت ہوتی ہے، مہندی وغیرہ یہ تمام رسومات جو ہمارے اندر آ گئے ہیں، آج بڑی بڑی تقریریں کی جاتی ہیں، مگر ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو اہمیت نہیں دی جاتی، بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام چیزیں کرنا ہے، اسی لیے ہم کر رہے ہیں، جہیز کا معاملہ تو الگ ہے، اس کے علاوہ جو جو معاملات ہیں، ہمارے شادی خانوں میں پردہ کا انتظام نہیں ہے، جمعہ کی جو رسم ہوتی ہے جمعہ کو جب دولہا، دولہن کو اسٹیج پر بیٹھایا جاتا ہے، اس کے بعد دولہن کے مرد پورے آ جاتے ہیں اور دولہے والوں کے مرد پورے آ جاتے ہیں، نوجوان لڑکے اور لڑکیاں سب جمع ہوتے ہیں اور خاندان کے بڑے اور بزرگ لوگ اس کو دیکھ کر جاتے ہیں اور وہاں پر کوئی انتظام نہیں ہوتا، میں تمام معززین سے یہ گزارش کرتی ہوں کہ ہم سب ان معاملات کو ہائی لائٹ کریں۔

آج ہمارے معاشرہ میں ہماری نوجوان بچیاں ملت کی غیر مسلموں سے شادی کر رہی ہیں، گھروں سے بھاگ کر چلی جا رہی ہیں، ناجائز رشتے قائم کر رہی ہیں، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہم پردہ کی پابندی خود نہیں کر رہے ہیں، ہم اپنے بچوں سے بھی پردہ کی پابندی نہیں کرا رہے ہیں، آج گھر گھر کا رونا ہے کہ ہمارے بچے نافرمان نکل رہے ہیں، ہاں کیوں نہ نکلیں نافرمان، ہم اپنے بچوں کی شادیاں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کے ارشادات کے خلاف کر رہے ہیں، اللہ کے حکم کو اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات کو ہم نے پس پشت ڈال دیا ہے اور وہ تمام چیزیں ہم کر رہے ہیں جن سے شریعت ہم کو منع کرتی ہے، جب شادی کرتے ہیں تو ہم سے جو بچے پیدا ہوتے ہیں یقیناً نافرمان ہوں گے اور ماں باپ کے بھی نافرمان ہوں گے، اور پھر اللہ تعالیٰ کے بھی نافرمان ہوں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تأثرات

خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق

سیدہ عاقلہ خاموشی صاحبہ☆

مسلم سماج کی موجودہ تصویر کی وجہ سے کافی عرصہ سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ ''مسلم خواتین کے حقوق اور خاندانی نظام'' پر کچھ عملی کام ہو، اسی طرح اسلامک فقہ اکیڈمی کی طرف سے اس عنوان کے تحت دوروزہ سمینار کے انعقاد نے طبقۂ نسواں کے لیے موقع فراہم کیا کہ وہ نہ صرف اپنے حقوق سے آگہی حاصل کریں، بلکہ اپنے شکوک وشبہات کا ازالہ بھی کرسکیں، مسلم طبقہ جو خوشگوار تبدیلی کے دور سے گزر رہا ہے، خواتین میں مذہبی، تعلیمی، سماجی بیداری پیدا ہورہی ہے، وہ قرآن وحدیث اور شریعت کے تحت دیئے گئے اپنے حقوق سے واقف ہوکر ان کو حاصل کرنے کے لیے مضطرب ہیں، لیکن شوہر یا باپ یا بیٹے کی جانب سے ان حقوق کی عدم ادائیگی ایک وبا کی شکل اختیار کرتی جارہی ہے، ایسے میں خواتین کی مضطرب نگاہیں ملت کے علماء کرام اور مفتیان عظام کی جانب لگی ہوئی ہیں کہ ایک ٹھوس لائحہ عمل کے ذریعہ خواتین کے حقوق جو کہ راست طور سے مرد کے فرائض بھی کہے جاسکتے ہیں کے تعلق سے بیداری پر کام ہو، اور نہ ادا کرنے والوں کو کم از کم سماجی طور پر برا سمجھنے کا رجحان تعلیم یافتہ طبقہ سے نکل کر عام طبقہ میں بھی سرایت کرجائے، اصلاح معاشرہ کی کامیابی، حقوق نسواں کی ادائیگی سے راست طور سے جڑا ہوا ہے۔

ایک بات یہ ہے کہ نہ صرف تقریبات کا انعقاد اور ان میں خواتین کا نہ صرف قیمتی لباس بلکہ بیوٹی پارلر اور فیشن کا فروغ مسلم سماج کے اقتصادی مسائل کے لیے ناسور بن چکے ہیں، جو کہ

☆ حیدرآباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقتصادی مسائل راست طور سے تعلیمی اور سماجی ترقی سے بھی جڑے ہوئے ہیں، اقتصادی مسائل جو پیدا ہو رہے ہیں، نہ صرف تقریبات کی وجہ سے، بلکہ خواتین کے بیجا اسراف کی وجہ سے بھی ہو رہے ہیں۔ اس لیے اسلامک فقہ اکیڈمی کے اس پلیٹ فارم سے میں امید کرتی ہوں کہ ایسے ٹھوس گائڈ لائن خواتین کے سامنے لائے جائیں کہ وہ تقریبات میں کس طرح سے شرکت کریں؟

اور ایک بات یہاں سے میں کہنا چاہوں گی کہ جس طریقہ سے زمانہ ترقی کر رہا ہے اور نہ صرف ٹی وی سے بلکہ موبائل اور انٹرنیٹ اور دوسری ٹیلی کمیونیکیشن کی چیزیں عام ہو رہی ہیں ان میں ماں کا کردار بہت زیادہ اہم ہوتا ہے، جس طریقہ سے یہ چیزیں عام ہو رہی ہیں ماں کی ذمہ داری بھی زیادہ ہوتی جا رہی ہے اور اس پر یہ دیکھنا ہے کہ کس طریقہ سے اولاد ان چیزوں کا استعمال کر رہی ہے، ان سے دور رہ کر زندگی گزارنا ناممکن ہے، لیکن ماں کو چاہئے کہ وہ ہر لمحہ ہر فیملی میں اپنی اولاد کے لیے ایک رول ماڈل کا کردار نبھائیں اور ان کے لیے ایک پہرہ دار کی ذمہ داری بھی وہ نبھائیں، نہ صرف یہ بلکہ یہ دیکھتے ہوئے اور محسوس کرتے ہوئے کافی تکلیف ہوتی ہے کہ ملت کے نوجوانوں میں اور لڑکیوں میں منفی عمل بہت زیادہ ترقی کر رہا ہے؛ اس کے لیے بھی ماؤں کو اور ان کے والد کو کام کرنے کی ضرورت ہے، نیگیٹیو ایٹی ٹیوڈ اور پرسنالٹی سے کوئی قوم ترقی کرنے والی نہیں ہے، جب تک ہماری سوچ مثبت نہ بنے، پوزیٹیو پرسنالٹی اور پوزیٹیو سوچ کی حامل نہ بنے ہمارے اندر بیداری ہرگز پیدا نہیں ہو سکتی اور ہم ترقی کی منزلیں طے نہیں کر سکتے اور ہم اپنا ایک منظّم کردار بھی نبھا نہیں سکتے۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدارتی خطاب

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب☆

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلىٰ آله وصحبه أجمعين۔

بزرگان محترم، بھائیو اور بہنو! اللہ تعالیٰ کا بہت شکر و احسان ہے کہ وقت کے اہم موضوع پر اللہ کی توفیق سے ہم لوگ جمع ہوئے ہیں اور اللہ کی کتاب، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت اور اس دور کے تقاضوں اور تجربات کو سامنے رکھ کر یہاں راہ عمل متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اس وقت اس نشست میں محترم جناب ڈاکٹر عبدالرشید صاحب نے بنیادی بات کہی کیونکہ حقوق کی ادائیگی اور فرائض کی تکمیل دونوں کی بنیاد اصل میں تقوی اور اللہ کے خوف پر ہے، مولانا محمد حسام الدین جعفر صاحب جو صاحبزادے ہیں حضرت مولانا عاقل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انھوں نے جہیز کی شناعت اور برائی پر توجہ دلائی، ہمارے بہت ہی قابل احترام دوست اور ملت کی ایک بہت ہی مفید اور کارکن شخصیت بالخصوص تعلیم کے میدان میں اور ان کے اس کام کی وجہ سے ہم لوگ ان سے محبت رکھتے ہیں جناب کے ایم عارف الدین صاحب جنہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا، ہوسکتا ہے کہ ان کے بعض خیالات سے آپ حضرات کو اتفاق نہ ہو لیکن ایک مزاج ہم لوگوں کو یہ بنانا چاہئے کہ بات چاہے کتنی ہی خلاف مزاج ہو اس کو تحمل کے ساتھ سنیں اور اگر ہمارا نقطۂ نظر مختلف ہے تو اس کو بردباری اور واقعیت کے ساتھ پیش کریں، رسول اقدس ﷺ کے پاس ایک صاحب آئے نوجوان، کہنے لگے کہ میں زنا چھوڑ نہیں سکتا، اب

☆ جنرل سکریٹری، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوچئے کہ کتنا سخت جملہ ہے، اللہ کے پیغمبر کے سامنے ایک نوجوان کہے، آج اگر کسی باپ کے سامنے اس کا بیٹا کہے، کسی استاذ کے سامنے اس کا شاگرد کہے کتنا غصہ آئے گا، چہ جائیکہ کہ نبیؐ کے سامنے اس کا امتی، صحابہ کی آنکھیں چڑھ گئیں، لیکن حضور ﷺ بالکل نارمل رہے، آپ ﷺ نے ان کو قریب بلایا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جس عمل کا ذکر کرتے ہو، اگر یہی عمل تمہاری ماں کے ساتھ کوئی شخص کرے؟ کہا: میں اس کو برداشت نہیں کرسکتا، بیوی کے ساتھ؟ میں اس کو گوارا نہیں کرسکتا، بیٹی کے ساتھ؟ میں ہرگز برداشت نہیں کرسکتا، بہن کے ساتھ؟ اس نے کہا: قطعی برداشت نہیں کروں گا، پھر آپ ﷺ نے اس کو سمجھایا کہ تم جب اس حرکت کا ارتکاب کروگے تو سوچو وہ بھی تو کسی کی ماں کسی کی بیٹی کسی کی بیوی کسی کی بہن ہوگی، اس کے جذبات کیا ہوں گے، تو فوراً بات ان کے سمجھ میں آئی، حضور ﷺ نے ان کے لیے دعا بھی کی، فوراً انھوں نے توبہ کرلی، بات کتنی گراں خاطر تھی، لیکن آپ ﷺ نے اس کو بھی تحمل اور بردباری کے ساتھ سنا، تو ایک مزاج ہم لوگوں میں پیدا ہونا چاہئے۔ کے ایم عارف الدین صاحب یا ہمارے اور احباب یہ تو ہمارے صف کے لوگ ہیں، دردمندی میں ایسی باتیں کہتے ہیں، لیکن اگر کوئی غیر مسلم بھی اسی بات کو ہم سے کرے جو بالکل ہمارے مزاج کے خلاف ہو تب بھی مشتعل ہوئے بغیر ہم برداشت کریں اور ہم واقعیت کے ساتھ اس کا جواب دیں، یہ اصل میں اسلامی طریقہ ہے، یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ اس کی کمی ہمارے اندر پیدا ہوتی جارہی ہے، کے ایم عارف الدین صاحب نے کئی اہم باتوں کی طرف توجہ دلائی، جہیز ہی نہیں اسراف بھی بہت بری بیماری ہے، یہ بھی صحیح ہے کہ علماء، اہل دین اور دانشوروں کو واقعی ایسی تقریبات میں شرکت سے گریز کرنا چاہئے جو شریعت کے خلاف ہو اور جو سماج کو فضول خرچی، بگاڑ اور دوسری برائیوں کی طرف لے جاتی ہو، ماشاءاللہ انھوں نے اپنے یہاں کی تعلیمی کامیابی کا ذکر کیا، یہ ہم سب لوگوں کے لیے بہت ہی مبارک بات ہے اور ہم لوگ اس کی تحسین کرتے ہیں۔

البتہ ہم یہ ضرور عرض کرنا چاہتے ہیں کہ تفریحات کے بارے میں یہ تصور کہ یہ اسلام میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، ایسا نہیں ہے کہ اسلام ایک ایسا بند مذہب ہے جس میں انسان کے لیے تفریح کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے، خوش طبعی کی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے، ہمارے یہاں جو اگلا سیمینار ہو رہا ہے اسلامک فقہ اکیڈمی کا رامپور میں اس کا ایک موضوع تفریحات بھی ہے، تفریحات کے جائز حدود کیا ہیں؟ تو حضور ﷺ کا ایک طریقہ تھا اس کو ہمارے بزرگوں نے لکھا ہے، ایک ہے امالہ اور ایک ہے ازالہ، کسی آدمی کے اندر جو بات ہو آپ چاہیں تو وہ صلاحیت اس کی بالکل ختم ہو جائے یہ ازالہ ہے، یہ عام طور پر ہو نہیں پاتا ہے، انسانی فطرت کو بدلا نہیں جا سکتا، دوسرا طریقہ امالہ ہے یعنی اس کی صلاحیت کو باقی رکھتے ہوئے اس کو نشو ونما دیتے ہوئے اس کا رخ آپ موڑ دیں، اچھے کام کی طرف اس کا رخ موڑ دیں، ایک آدمی ہے اس کے اندر بولنے کی اچھی صلاحیت ہے، اس کو آپ اچھا مقرر بنا دیں کہ اسلامی اور دعوتی بات کہہ سکے، کسی آدمی کے اندر اچھا لکھنے کی صلاحیت ہے تو بجائے اس کے کہ وہ مخرب اخلاق کہانیاں لکھے اس کو اخلاقی کہانیاں لکھنے کا مزاج اس کے اندر بنا دیں، حضور ﷺ سے پہلے زمانۂ جاہلیت کے جو شعراء تھے ان کا خاص موضوع تھا شراب، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے شاعری کو منع نہیں کیا، بلکہ اس کا رخ موڑ دیا، اب صحابہ کرام نے شاعری کی تو دینی مقاصد کے لیے کی، تو میں یہ درخواست کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ جیسے ناچ گانا ہے ظاہر ہے کہ اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے اور اب ایسی چیزوں میں ہمیں بچیوں کو سمجھانا چاہئے کہ جو لوگ لڑکیوں سے رقص کرواتے ہیں وہ دراصل لڑکیوں کا استحصال کرتے ہیں، یہ ان کو عزت دینا نہیں ہے، ان کا استحصال کرنا ہے، ہم دوسروں کا رقص دیکھنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں، لیکن ہماری بیٹی رقص کرے تو ہم اس کو گوارہ نہیں کر سکتے، اس لیے اس کو صحیح رخ دیا جائے، مثال کے طور پر گانا ہے اس کے بجائے لڑکیوں کا پروگرام ہو، اس میں نظمیں آپ ان سے پڑھوائیے، ان میں نعتیہ مقابلے ان سے کروائیے، آپ جنرل نالج میں مقابلے ان کے رکھ دیجئے، پکوان کا مقابلہ رکھ دیجئے، اچھا سے اچھا کھانا ان سے بنوائیے، جائز حد تک ان کو کہیں لے جایا جائے تفریح کے لیے کسی تاریخی جگہ پر اور ان کو بتایا جائے اس کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود ہمارے عارف الدین صاحب، ڈاکٹر فخر الدین صاحب اکثر ان لوگوں سے میں کہتا ہوں کہ جو مسلم تعلیمی اداروں سے جڑے ہوئے ہیں کہ آپ جائز متبادل تفریحات تو کرائیے اور ضرور اس کو کیجئے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ لڑکے اور لڑکیاں آپ کے یہاں بوریت محسوس کرنے لگیں، تو یہ پہلو اگر سامنے ہو تو انشاء اللہ سونے پر سہاگہ ہو جائے، ہمارے عارف الدین صاحب نے اجتہاد کی بات بھی کہی، اصل میں اجتہاد کے معنی شریعت کے احکام کو بدلنا نہیں ہے، اجتہاد کا مطلب نئے مسائل کو شریعت کے احکام پر منطبق کرنا ہے، جو بات قرآن وحدیث میں موجود ہے ہم اس کو بدل نہیں سکتے، جیسے ہم ہندوستان کی شہریت کو قبول کرتے ہیں تو ہم اس دستور کے وفادار ہیں ہم اپنے طور پر کوئی اس میں تبدیلی نہیں کر سکتے، اسی طرح ہم نے اللہ تعالیٰ سے اس کے دستور کی وفاداری کا عہد مانا ہے تو یقیناً جو نئے مسائل پیدا ہوں ان میں اجتہاد کیا جاتا ہے، اسلامک فقہ اکیڈمی تو یہی کام کر رہی ہے، ڈیڑھ سو مسائل اب تک جو بالکل کرنٹ ٹاپکس پر ہیں جو آج کے مسائل ہیں ان کے بارے میں اکیڈمی نے رائے کا اظہار کیا ہے، لیکن اس کے حدود ہیں "**تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا**" (اللہ نے جو حدیں قائم کر دی ہیں ہم ان کو پھلانگ نہیں سکتے) اور چونکہ میں مسلم پرسنل لاء بورڈ کا سکریٹری بھی ہوں اور اس میں ایک مسئلہ نفقہ مطلقہ والا ہے، ممکن ہے عارف صاحب ایک حد تک واقف بھی ہوں وہ بڑے ہیں، لیکن مولانا مجاہد الاسلام صاحب کی تو مستقل کتاب ہے نفقۂ مطلقہ پر، جس میں اس موقف کی مخالفت کی گئی ہے کہ رشتۂ نکاح کو ختم کرنے کے بعد بھی پچھلے مرد پر اس کا نفقہ واجب قرار دیا جائے، ایسا نہیں ہے کہ عورت بغیر نفقہ کے رہے گی، اس کے متبادلات موجود ہیں، لیکن جب ایک رشتہ ختم ہو چکا ہے اور نکاح میں نہیں رہی وہ عورت اور پھر اس مرد سے نفقہ دلایا جائے تو اس عورت کی غیرت کے بھی خلاف ہے، اس کے دینی، اس کے اندرونی نفسیاتی ضرورت کے بھی خلاف ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے اس کو قبول کرے، ہمارے پاس تو جو دار القضاء میں معاملات آتے ہیں، بعض معاملات تو ایسے ہوتے ہیں کہ شوہر نے جو سامان تحفہ کے طور پر دیا تھا شادی کے وقت میں نے کہا کہ بھائی یہ عورت کا حق ہے اس کو واپس نہیں کرنا چاہئے، لیکن عورت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے واپس کر دیا، کہا اب مجھے ان تحفوں کی ضرورت نہیں، جب رشتۂ نکاح ہی ختم ہو گیا تو میں اس شخص کا کوئی سامان اپنے پاس کیوں رکھوں، تو سوچ کا ایک انداز یہ بھی ہے، بہر حال ہمارے کے ایم عارف الدین صاحب کی بہت سی مفید باتیں تھیں اور تعلیم کے میدان میں جو ان کی خدمت ہے وہ بہت قابل تحسین ہے۔

ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ نے بڑی اہم باتیں بتائی ہیں، مشترکہ خاندان کے بارے میں بھی انھوں نے فرمایا، اسلامک فقہ اکیڈمی کا جو اگلا سمینار ہے جو رامپور میں مارچ کے شروع میں انشاء اللہ ہوگا اس میں ایک مستقل موضوع ہے ''مشترکہ خاندانی نظام''، بہت ہی تفصیل کے ساتھ اس پر مقالے آئے ہیں اور اکیڈمی نے خاص طور سے خواتین کے مسائل کو خصوصی توجہ دی ہے، آج کی اس مجلس میں شرکت کے بعد یہ احساس ہوا کہ وہ فیصلے اکیڈمی کے جو خواتین کے مسائل سے متعلق ہیں، خواتین کی ملازمت پر بھی موجود ہیں، جیسا کہ میں نے ذکر کیا، تو انشاء اللہ اس مجموعے کو ہم لوگ ایک جگہ شائع کریں گے اور آپ بہنوں تک زیادہ سے زیادہ پہنچائیں گے، انشاء اللہ آپ کو اس سے فائدہ بھی ہوگا اور اسلام پر انشاء اللہ آپ کا یقین بنے گا۔

اسی طرح ہماری بہن میمونہ سلطانہ صاحبہ نے پردہ کے سلسلہ میں والدین کی ذمہ داری کے سلسلہ میں انٹرنیٹ کے سلسلہ میں جناب عاقلہ خاموشی صاحبہ نے حقوق نسواں کے سلسلہ میں تقریبات میں شرکت کا کیا طریقہ ہونا چاہئے اور بیوٹی پارلرز اور اس کے حدود کیا ہیں، اس پر گفتگو کی، بڑی مفید گفتگو ہوئی، ڈاکٹر فخر الدین محمد صاحب نے موجودہ حالات پر بھی تبصرہ کیا اور تعلیم کی اہمیت کو بھی بتایا، کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ''العلم نور'' (علم روشنی ہے)، ساری تاریکیاں چھٹتی ہیں علم کی وجہ سے، چاہے وہ جہالت کی تاریکی ہو یا مادیت کی تاریکی ہو یا بے دینی و بداخلاقی کی تاریکی ہو، واقعی سب سے زیادہ ہم کو اپنے معاشرہ میں تعلیم پر محنت کرنے کی ضرورت ہے، تعلیم اور ایسی تربیت جو انسان کو خدا سے جوڑنے والی ہو، میں سمجھتا ہوں کہ مجلس میں بہت مفید باتیں آئی ہیں اور ان تمام باتوں کو اس نقطۂ نظر سے سمجھنا چاہئے کہ یہ درد دل ہیں، آدمی کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کوئی تکلیف ہوتی ہے تو وہ تڑپ کر کے ہر آدمی سے بیان نہیں کرتا ہے، اپنے گھر والوں سے، اپنے دوستوں سے، اپنے رشتہ داروں سے بیان کرتا ہے، اسی نقطۂ نظر سے ان کو سننا چاہئے اور اسی نقطۂ نظر سے اس کو سمجھنا چاہئے، اسی نقطۂ نظر سے جو باتیں قابل عمل ہوں اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، وقت بہت زیادہ ہو گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ کم سے کم تین بجے تک ہم لوگوں کو یہ نشست ختم کر کے تجاویز بھی پیش کی جانی ہے۔

لیکن اس پورے موضوع کے بارے میں تین باتیں دو دو تین منٹ میں آپ سے ضرور عرض کرنا چاہوں گا، ایک بات تو یہ ہے کہ آج مغربی دنیا میں جو عورتوں کا استحصال ہے آپ کو معلوم ہوگا کہ انیسویں صدی تک یورپ میں عورتوں کو حق میراث نہیں دیا جاتا تھا، اس کی وجہ سے یورپ میں آزادئ نسواں کی تحریک اٹھی کہ عورتوں کو مردوں سے آزاد کیا جائے، اس تحریک نے دو دھڑ بنا دیئے ایک مرد اور ایک عورت، لیکن اسلام کا بنیادی تصور اس سے مختلف ہے، نکاح کے شروع میں خطبہ میں جو آیت پڑھی جاتی ہے: "**یأیها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً کثیراً ونساء اً**" اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا، یعنی قرآن نے یہ تصور دیا کہ مرد و عورت دو پارٹیاں نہیں ہیں، بلکہ مرد و عورت دو پارٹ ہیں، دو حصے ہیں ایک دوسرے کا پارٹ ہیں، مقابل پارٹی کے بارے میں ایثار کا جذبہ نہیں ہوتا ہے، خود غرضی کا جذبہ ہوتا ہے، ہر ایک چاہتا ہے کہ مجھے زیادہ فائدہ ہو، ابھی کئی سوالات ہماری بہنوں کے آئے اس سے اس کا اندازہ ہوا، اور جب آدمی کسی چیز کو اپنا حصہ سمجھتا ہے تو اس کے بارے میں ایثار کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اتنی بات صحیح ہے کہ آج کل آزادئ نسواں کا بہت سوال اٹھایا جاتا ہے، اسلام نے تو سب کو آزادی دی ہے، مرد بھی آزاد ہیں عورتیں بھی آزاد ہیں، باپ بھی آزاد ہے، بیٹا بھی آزاد ہے، بیٹا اگر بالغ ہو تو باپ اس کی جائدادوں میں تصرف نہیں کر سکتا اور نابالغ ہو تو اس کے مفاد کے خلاف نہیں کر سکتا، لیکن جو بھی آزادی بے قید ہوگی وہ انسانیت کے لیے مفید ہونے کے بجائے نقصان دہ ہوگی، آپکو سڑک پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلنے کی آزادی ہے،لیکن آپ نے کہا کہ ہم بے قید آزادی رکھتے ہیں،ہم بائیں طرف کے بجائے دائیں طرف سے چلیں گے،تو آپ بتائیے کہ یہ آزادی آپ کے لیے مفید ہوگی یا نقصان دہ ہوگی؟ نقصان دہ ہوجائے گی،ہر شعبۂ زندگی میں آپ دیکھیں آپ اپنے آپ میں آزاد ہیں،لیکن کوئی شخص یہ کہے کہ میں آزاد ہوں،میں خودکشی کرلوں گا،اپنے آپ کو جلالوں گا،یہ آزادی اس کے حق میں مفید ہوگی یا نقصان دہ ہوگی؟ تو جتنی آزادی ہے اگر آزادی اخلاق کی اور مذہب کی حدود سے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے حدود سے آزاد ہوجائے تو وہ انسانیت کے لیے رحمت نہیں ہے،انسانیت کے لیے زحمت ہے،اس لیے ہماری مائیں اور بہنیں بھی اس بات کو یاد رکھیں کہ اسلام نے آپ کو عزت کا مقام،احترام کا مقام،بلندی کا مقام دیا ہے اور آپ کے حقوق مردوں کے حقوق سے بڑھ کر رکھے ہیں،تفصیل بیان کرنے کا موقع نہیں ہے اور لڑکیوں کو شریعت میں لڑکوں پر ترجیح دی گئی ہے،ماں کو باپ پر،بیٹی کو بیٹے پر،لیکن اس کے باوجود جو حدود و قیود شریعت نے متعین کیے ہیں وہ آپ کے بھی حق میں ہیں،اگر آپ اس حد سے باہر نکلنا چاہیں گی تو یہ آزادی آپ کے لیے امرت نہیں ہوگی زہر ہوگی،یہ آپ کے لیے سکون کا سبب نہیں ہوگی،بلکہ بے چینی کا سبب بن جائے گی۔

تیسری بات کہہ کر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں،قرآن نے تین اصطلاحوں کا استعمال کیا ہے: ظلم،عدل اور احسان،ظلم کے معنی ہیں اپنے حق سے آگے بڑھ کر دوسرے کا حق لے لینا،ظلم ہے کہ ایک عورت سے جہیز کا مطالبہ کیا جائے،ہماری بہن کو حق میراث نہ دیں یہ ظلم ہے،عدل یہ ہے کہ جتنا دوسروں کا حق ہے ان کو دیجئے جتنا اپنا حق ہے خود لیجئے،ظلم حرام ہے اور عدل جائز ہے۔

تیسرا درجہ احسان کا ہے،احسان کے معنی اپنا حق چھوڑنا اور دوسرے کو اس کے حق سے زیادہ دینا یہ احسان ہے،ہمیشہ یاد رکھیے،خاندان کے استحکام اور تعلقات کی استواری کی بنیاد عدل پر نہیں ہوسکتی احسان پر ہوسکتی ہے،شوہر یہ کہے کہ ہم بیوی کو اس کے حق سے زیادہ دیں گے، بیوی یہ سوچے کہ شوہر کا جتنا حق ہے اس سے زیادہ ادا کریں گے،ماں و باپ اپنے بال بچوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے ان کے حق سے بڑھ کر کرے، لڑکا بالغ ہو جائے تو نفقہ واجب نہیں ہے لیکن باپ کہے کہ نہیں بیٹا ہمارا ہے ہم نفقہ اس کا ادا کریں گے، یہ احسان ہے، اس سے خاندانی نظام کا استحکام ہوتا ہے، تو ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے بتایا اور میں نے اس سے پہلے بھی حوالہ دیا کہ آپؐ نے فرمایا: مجھے ۹/ باتوں کا حکم دیا گیا ہے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ "أنا أصل من قطعنی" جو میرے ساتھ رشتہ کے معاملہ میں بے رحمی کا ثبوت دے میں اس کے ساتھ رحمدلی کا معاملہ کروں، یہی احسان ہے۔

تو میرے بھائیو اور بزرگو! اور خاص طور پر بہنو! آپ سے یہ عرض کرنا ہے کہ خاندانی استحکام موقوف ہے اس بات پر کہ ہم اپنے معاشرہ کی بنیاد ظلم پر تو رکھنا جائز ہی نہیں ہے، عدل سے آگے بڑھ کر احسان پر رکھیں، اس سے تعلقات خوشگوار ہوں گے، اس سے رشتے مضبوط ہوں گے اور اس سے خاندانی نظام کو استحکام حاصل ہوگا، بہرحال بہت ہی خوشی کی بات ہے کہ یہ بہت اچھا پروگرام یہاں ہوا، ہمارے ڈاکٹر فخر الدین صاحب نے کہا کہ خواتین اس میں کم ہیں واقعی کم ہیں، لیکن اس کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہاں جو ہماری بہنیں آئی ہیں وہ اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں، مختلف تنظیموں کی نمائندہ اور مختلف علاقے کی نمائندہ بہنیں ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اس سمینار کے پیغام کو وہ اپنی دوسری بہنوں تک بھی پہنچائیں گی اور پورے معاشرہ کو اس کا فائدہ پہنچے گا، انشاء اللہ، اب اس کے بعد اکیڈمی کے شعبہ علمی کے رفیق مولانا صفدر ندوی صاحب تجاویز پیش کریں گے تو انشاء اللہ زیروکس کر کے آپ تمام حضرات تک یہ تجاویز پہنچائی جائیں گی اور اس کے بعد اقبال احمد انجینئر صاحب شکریہ ادا کریں گے۔ میں کے ایم عارف الدین صاحب کا بھی خاص طور سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے شہر کے ایک مرکزی مقام پر یہ ہال رکھا ہے اور اس کی وجہ سے دینی و مذہبی پروگرام جو ایک طرح سے نئے اور پرانے شہر کے سنگم کی طرح ہے تو ایسے پروگرام رکھنے کا موقع ملتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو جزاء خیر دے اور ان کی جو مفید کوششیں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو قبول فرمائے۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلمات تشکر

جناب اقبال احمد انجینئر صاحب

اختتامی مجلس پر جیسا کہ عموماً ہوتا ہے، اس اختتامی نشست کی صدارت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے فرمائی میں ان کا مشکور ہوں کہ انھوں نے اپنے وقت کو لگایا اور مسلسل دو روز سے ہمارے درمیان رہے اور ہمیں سنا اور کچھ اپنے خیالات کا اظہار کیا، میں جناب کے ایم عارف الدین صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ میں نے ان سے کہا تھا کہ آپ آیئے آج آپ سے سنیں گے، اور اللہ تعالیٰ کا بہت فضل ہے کہ انھوں نے نہ صرف یہ کہ شرکت کی بلکہ اپنے خیالات کا جو اظہار کرنا تھا کیا، اور میں ان کا بہت شکر گزار ہوں، مولانا حسام الدین صاحب ثانی نائب امیر ملت، ڈاکٹر فخر الدین صاحب ڈاکٹر سید عبد الرشید صاحب اور خاص طور سے میری بہنوں کا میں زیادہ شکر گزار ہوں کہ ان کی شکایتیں بالکل بجا تھیں کہ ہم نے ان کو موقع نہیں دیا، اس کے بعد بھی جو موقع دیا گیا انھوں نے اپنے جذبات کا اظہار کیا، جس میں ڈاکٹر اسماء زہرہ رکن مسلم پرسنل لا بورڈ، محترمہ میمونہ سلطانہ رکن جمعیۃ النساء اسلامی، محترمہ سیدہ عاقلہ خاموشی رکن مسلم پرسنل لا بورڈ اس کے علاوہ آج کے مقالہ نگار جناب عبد الرشید اگوان، ڈاکٹر اوصاف احمد صاحب، ڈاکٹر عبد الوحید صاحب کا بھی میں شکر گزار ہوں اور اس سے پہلے کے جو مقالہ نگار ہیں جس میں پروفیسر محسن عثمانی ندوی، ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی، قاضی عبد الجلیل قاسمی صاحب جن کا مقالہ پڑھا گیا، پروفیسر شاہد علی عباسی، مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا سید احمد ومیض ندوی، ڈاکٹر شہاب الدین سبیلی، ڈاکٹر عبد المعید ان سب کا میں شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مختلف موضوعات پر نہ صرف مقالہ لکھا بلکہ اپنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مقالات پڑھے، ہمیں وہ مواد فراہم کیا جس کی بنیاد پر ہم تجاویز مرتب کرنے میں کامیاب ہوئے، ساتھ ہی ساتھ میں آپ سب کا بھی شکر گزار ہوں کہ آپ نے دو دن تک اور اب تو تین بج رہے ہیں بڑے امتحان کی گھڑی میں آپ یہاں نہ صرف آئے، بلکہ ہمیں سنا اور بڑے سکون سے سنا، میں خواتین کا بھی شکر گزار ہوں کہ ان کی تعداد اللہ کے فضل سے سمینار اکثر ہوتے ہیں ان کا اگر مقابلہ کیا جائے ان کے مقابلہ میں تعداد زیادہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنا یہ پیغام جیسا کہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے کہا کہ دوسروں تک پہنچائیں گی ضرور پہنچائیں گی، اب اس کے بعد میں فقہ اکیڈمی کے مصاحبین کا جنہوں نے دہلی سے سفر کیا اور بڑی ہی تندہی سے اور بڑی ہی کوششوں سے نہ صرف ہماری مدد کی بلکہ باضابطہ طور پر سفر کی مشکلات کو انھوں نے برداشت کیا، میں فقہ اکیڈمی کا بھی شکر گزار ہوں اور ''المعہد العالی الاسلامی'' کی، انتظامیہ کا اور المعہد العالی کے وہ نوجوان علماء کا جنہوں نے وقت دیا اور انھوں نے شرکت کی میں ان کا بھی شکر گزار ہوں اور یہ ہمارا جو ہال ہے اس ہال کے دینے میں عارف الدین صاحب نے ہمیں بہت رعایت میں دیا ہے جیسا انھوں نے کہا ہے وہ دیا تو میں ان کا بھی شکر گزار ہوں اور یہ توقع رکھتا ہوں کہ آئندہ بھی انشاء اللہ وہ ہمارے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں گے اور اس ہال کو انشاء اللہ ہم استعمال کریں گے، اور اس کے ساتھ آپ کے لیے لنچ بھی ہے اور نماز کا انتظام بھی ہے، میں اس محفل کے اختتام کا اعلان کرتا ہوں، **واٰخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين**''۔

☆☆☆